دافع الاوہام

متعلقہ

پیشگوئی شہید اکبر پنڈت لیکھرام

لیکھک و پرکاشک

...بہت سی...

دیو پرکاش

آچاریہ شرمد دیانند عربی سنسکرت کالج پبلشر

امرتسر سٹرک مجیٹھہ

پہلی ... ۱۹۳۶ء ... تعداد ۸۵۰

(ثنائی برقی پریس ہال بازار امرتسر میں باہتمام ابو رضا عطاء اللہ پرنٹر چھپی)

دیباچہ

ویدا اور آرش گرنتھوں کے ماہر بیاس ثانی مہرشی دیانند سرسوتی کی وفات کے بعد اس وقت تک آریہ سماج کی زندگی میں شہید اکبر پنڈت لیکھرام کا نام روز روشن کی طرح چمک رہا ہے۔ آریہ سماج کی تاریخ میں آپ کی ہی واحد ہستی ہے۔ جس نے اپنے آچاریہ کے بہت سے اوصاف اپنے اندر جذب کیئے۔

سوامی دیانند سرسوتی۔ انگریزی۔ عربی اور فارسی سے ناواقف تھے لیکن انہوں نے ان زبانوں میں لکھی ہوئی بہت سی مذہبی کتب اپنے دوستوں کی مدد سے پڑھا۔ اور اپنی زبان میں ان کے ترجمے بھی کرالئے برعکس اس کے پنڈت لیکھرام جی شروع میں ہندی اور سنسکرت سے چنداں واقف نہیں تھے لیکن پرچار کا جوش دل میں موجزن ہوتے ہی انہوں نے ان زبانوں میں کافی مہارت پیدا کر لی۔

سوامی دیانند سرسوتی دنیا بھر میں ویدک دھرم کا ڈنکا بجانا چاہتے تھے۔ پنڈت لیکھرام جی نے ان کی منشاء کو پورا کرنے کے لئے جس تندہی

اور مستعدی سے کام کیا۔ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

جس وقت پنڈت لیکھرام جی نے آریہ سماج کا کام شروع کیا۔ اس سے پہلے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آریہ دھرم اور آریہ تہذیب پر طرح طرح کے بے بنیاد الزامات لگا کر لوگوں کو مغالطہ دے رہے تھے۔ اس سے ان کا مطلب مسلمانوں میں ہر دلعزیزی پیدا کر کے اپنے آپکو مشہور کرنا تھا اسی غرض کو ملحوظ رکھتے ہوئے مرزا صاحب نے اپنی کتب اور اشتہارات کے اندر نہایت ہی خلافِ تہذیب اور دلآزار طریقہ سے آریہ دھرم پر نکتہ چینی کی ہے جسے کوئی بھی مہذب انسان پسند نہیں کر سکتا۔

چنانچہ مرزا صاحب کے غلط اور بے بنیاد اعتراضات کا جواب دینے کے لئے شری پت پنڈت لیکھرام جی نے ان کا زبردست مقابلہ شروع کیا اس وقت چونکہ مرزا صاحب ایک مسلمان ہی سمجھے جاتے تھے۔ اور مسلمانوں نے ان کو اسلام سے خارج کرنے کا بحیثیت مجموعی کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ لہذا پنڈت لیکھرام جی کو بھی جواب دیتے وقت اسلامی کتب کو ہی سامنے رکھنا پڑا۔

چنانچہ شری پنڈت لیکھرام جی نے کئی بار کلیات آریہ مسافر میں

اسبات کا اعادہ کیا ہے۔ کہ مرزا صاحب کے پے درپے صداقت سے گرے ہوئے حملوں نے ہمیں اس بات کے لئے مجبور کر دیا ہے۔ کہ ہم ان کا جواب لکھیں۔ اسوقت مرزا صاحب نے اپنے نئے مت کا اعلان بھی نہیں کیا تھا اور وہ ایک مسلمان ہی سمجھے جاتے تھے۔

اسی آڑ میں وہ اپنی دوکان چلانا چاہتے تھے۔ اور ہر ایک مذہب سے چھیڑ خانی کر رہے تھے۔ تاکہ وہ مذاہب اسلام کے خلاف لکھیں۔ اور مرزا صاحب اس ہنگامہ آرائی میں اسلام کے محافظ سمجھے جاویں۔

باسمجھ مسلمان اس راز کو بخوبی سمجھتے تھے۔ اور وہ ان سے تعاون نہیں کرتے تھے۔ اونہوں نے مرزا صاحب کی نقل و حرکت سے سمجھ لیا تھا۔ کہ وہ اسلام کے آگے ایک دیوار کھڑی کر کے نبی صاحب کی جگہ کو خود حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے مرزا صاحب کے دعاوے کو پڑھا ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ باوجود تمام

انبیاء پر ایمان رکھنے کے کوئی مسلمان مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں جب تک وہ مرزا صاحب کی نبوت کا اقرار نہ کر لے۔ اس پوشیدہ غرض کو دور بین اصحاب مرزا صاحب کے خیالات کو پڑھ کر بھانپ گئے تھے۔ کہ یہ خود رسول بننا چاہتے ہیں۔ آخر وہی ہوا کہ مرزا صاحب نے مجدّد اور محدّث کے مرتبہ سے تجاوز کر کے نبی اور رسول ہونے کا کھلم کھلا دعوےٰ کر دیا۔ تب مسلمانوں نے ان کو متفقہ طور سے کافر قرار دے دیا ایک طرف تو یہ مشکل تھی اور دوسری طرف پنجاب میں کام کرتے ہوئے انہیں سب سے زیادہ آریہ سماج ہی کھٹکتا تھا۔ اور آریہ سماج میں خاص طور سے پنڈت لیکھرام جی کی ہستی کیونکہ پنڈت جی کے سبب سے مرزا صاحب کا ناک میں دم ہو رہا تھا۔ ان کا نبی اور رسول بننا خطرہ میں تھا۔ علمی اعتراضات کا جواب دینے کی تاب و طاقت نہ رکھتے ہوئے وہ بوکھلا گئے۔

پنڈت لیکھ رام جی نے قادیان پر چڑھائی کی۔ گویا کہ مرزا صاحب کے گھر میں کھلبلی پیدا کر دی۔ تنگ آئے ہوئے مرزا صاحب پیشگوئیوں اور جھوٹی پیشگوئیوں پر اُتر آئے۔

جیسا کہ آپ مرزا صاحب اور پنڈت لیکھ رام جی کے مابین جو واقعات ہوئے ان کا مکمل اور مسلسل بیان.... کتاب ہذا میں دیکھیں گے۔ جس سے اصل حقیقت پردہ راز سے اُٹھی ہوئی نظر آئے گی۔

میں شری یت پنڈت دیو پرکاش جی کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اونہوں نے کمال کی محنت سے اس ضروری مضمون کو سنجیدہ طور سے پبلک کے سامنے پیش کیا۔ امید ہے کہ تمام ہندو اور مسلمان اصحاب اس کتاب سے پورا فائدہ اُٹھائیں گے۔

بھگوت دت

۲۔ نومبر ۱۹۳۵ء

بقیہ از رائے پنڈت داچسپتی جی

پنڈت دیو پرکاش جی نے اپنی توجہ کو اس ضروری کام کی طرف لگایا ہے
پرماتما ان کو سامرتھیہ دے۔ کہ وہ اسی طرح سے اپنی قابلیت کو کام میں
لاکر نئی نئی کھوج کی کتب لکھ کر آریہ سماج و دیگر محققین کی سچے
معنوں میں سیوا کرسکیں۔

واچسپتی

آتمانند المسیح کی اختراعات دیدار ہند پرکاش نامی کتاب
کا جواب بھی بہت جلد شائع ہوگا۔

کتاب ملنے کا پتہ

پنڈت وزیر چند جی ہری گیان مندر لاہور

آریہ دہرم پرچارنی سبھا چوک چاہ بمبے والا مکان لالہ نند لال

سکھ سلہ امرتسر

و آریہ پریس ہال بازار امرتسر

فہرست مضامین

اوم

ओ३म् मा प्रगाम पथो वयं मा यज्ञादिन्द्र सोमिनः मान्तः
स्थुर्नो अरातयः ।

اسے خدائے ذوالجلال ایسی عنایت کر کہ ہم لوگ جادۂ حقیقت کو چھوڑ کر ادھر اُدھر نہ بھٹکیں ہم مستقل مزاج ہو کر قدرت رکھتے ہوئے دنیا کی نصرت سے منہ نہ موڑیں۔ اور خیالات فاسدہ ہمارے اندر جاگزین نہ ہونے پائیں۔

ہماری التجا درگاہ ایزدی میں

اے محیط کل خالق ارض وسما، کوئی ذرہ بھی تیرے علم سے باہر نہیں ہے۔ تو ہر ایک کے راز دل کو بخوبی جانتا ہے۔

اے مظہر حقیقت علیم کل آپ سے یہ پوشیدہ نہیں۔ کہ ہم اس کتاب کو محض اس لئے لکھ رہے ہیں کہ انسان حق و باطل میں امتیاز کر کے مغالطہ سے بچیں اور سچائی کو قبول کریں۔

اسلئے اے شمع ہدایت و نور کل ہم نہایت ہی تضرع اور عجز کے ساتھ تیرے آگے التجا کرتے ہیں کہ تو ہماری اس کے اندر رہنمائی کر اور ہمیں راہ ہدایت کی طرف لے جانے والی توفیق حق کے ساتھ پھر چلنے والا دل سچائی سے آراستہ زبان دلائل سے مضبوط گفتگو۔ کجروی سے بچانے والی اصابت رائے اور خواہشات نفسانی پر غالب آجانے والا ارادہ عطا فرما جس سے ہم صراط مستقیم پر چلتے ہوئے تیری ہی عبادت۔ رضا اور خوشنودی میں اپنی عمر کو گذاریں اور مخلوق کی بھلائی کے لئے ہر وقت مستعد اور کوشاں رہیں۔ فقط

زبان کو میری گویا کر الٰہی اپنی مدحت میں
کروں مردہ دلوں کو زندہ میں معجز بیاں ہو کر

کمر کستا ہوں تیرے نام پر تو مجھ کو ہمت دے
سہارے پر تیرے اُٹھتا ہوں تیرا مدح خواں ہوکر
جہاں بھولوں بتا جس جا بہک جاؤں ہدایت کر
جو ہو لغزش تو مجھ کو تھام میرا مہرباں ہوکر
ایک نہایت ہی

ضروری گذارش

ان اصحاب کی خدمت میں جو میری اس کتاب کے متعلق صدق دل سے کوئی امر یا حوالہ یا کوئی اور کسی قسم کی بات دریافت فرمانا چاہیں - یا بذریعہ تحریر و تقریر تبادلہ خیالات کرنا چاہیں - تو ان کے لیئے کھلی اجازت ہے - وہ پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں -

نیز جو حضرات میری اس کتاب کا جواب مکمل طور سے تحریر فرمادیں - یا کسی ایک حصہ کا اخبارات میں شایع کریں - یا اس پر کسی قسم کی تنقید یا اظہار خیالات فرمادیں - تو مجھے بھی اس کی ایک کاپی بھیجنے کی مہربانی کریں - ورنہ بصورت دیگر جواب سے معذور ہونگا

آپ کا

دیو پرکاش دفتر آریہ دھرم پرچارنی
سبھا چونک چاہبیے والہ امرتسر

کچھ "لفظ شہید" کے متعلق

کئی لوگ یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ وید میں کوئی ایسا منتر نہیں جس میں شہید کے متعلق کچھ لکھا گیا ہو۔ اور اس کا مرتبہ بیان کیا گیا ہو۔ بلکہ اس کے ہم معنے لفظ تک بھی موجود نہیں ہے۔ نیز اسے اسلام سے بیکر عاریتاً استعمال کیا گیا ہے۔

اس لئے ہم اس وہم کے دفعیہ کے لئے کہ شہید کا مرتبہ وید میں کیا ہے اور اس کا مترادف کوئی لفظ وید میں موجود ہے یا نہیں۔ اور نیز اس کے استعمال کی وجہ تسمیہ کیا ہے تحریر کرتے ہیں۔

وید میں آتم بلیدان کرنیوالا کا درجہ

त्वां जना ममसत्येषु इन्द्र सन्तस्थाना विह्वयन्ते समीके ।
अत्रायुजं कृणुते यो हविष्मान् ना सुन्वता सख्यं वष्टि शूरः ॥
ऋ० १०।४२।४

(इन्द्र) ہے پرمیشور (ममसत्येषु) میرا پکش سچا ہے (जना) منشیہ (त्वाम) تجھکو (विह्वयन्ते) وودھ پرکار سے پکارتے ہیں اسی طرح (समीके) یدھ میں سنگرام میں (सन्तस्थाना) استھت ہوئے منشیہ بھی تجھے اپنے اپنے پکش میں پکارتے ہیں۔ پرنتو (अत्र) اس سنسار میں جو منشیہ (योहविष्मान) جو شخص آتم بلیدان کے لئے تیار ہے اسے ہی وہ ایشور (युजंकृणुते) اپنا ساتھی بناتا ہے (शूरः) وہ پہار کرمی اندر (सुन्वता)

یگیہ کے لئے سبن نہ کرنیوالے اتھو وتی کے ساتھ (सख्यं मवाप्ति) کبھی متر تا نہیں کرتا۔

صریح ترجمہ

اے خدائے ذو الجلال میرا دعوئے حق ہے (ایسا کہتے ہوئے) انسان تجھے مختلف طریقوں سے پکارتے ہیں۔ اسی طرح کارزار اور میدان جنگ میں قائم ہوئے لوگ تجھے اپنے استحقاق اور رفاقت کے لئے پکارتے ہیں مگر اس دنیا میں جو انسان دھرم پر قربان ہونے کیلئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں، اسی کو ہی وہ علیم کل اپنا حبیب بناتا ہے وہ لاانتہا طاقت رکھنے والا مالک کل صداقت کے راستہ پر نثار نہ ہونے والے کاہل الوجود کو کبھی بھی اپنا دوست نہیں بناتا۔

यदङ्ग दाशुषे त्वमग्ने भद्रं करिष्यसि तवेत्तत्सत्यमङ्गिरः ।

ऋ० १-१-६

(अङ्ग) ہے پیارے (अङ्गिरः) میرے جیون سار (अग्ने) پرکاشک دیو، (यत्) جو تو (दाशुषे) آتم بلیدان کرنیوالے کا (भद्रं) کلیان (करिष्यसि) کرتا ہے (तत्) وہ (तव) تیرا (सत्यम् इत्) سچا نہ ٹلنے والا نیم ہے۔

ترجمہ بامحاورہ

اے منور بالذات بحر محبت روح زندگی تو راہ حق میں قربان ہونے والے کو اپنے

ظلّ عاطفت میں لیتا ہے تیرا یہ قانون غیر مبدل غیر فانی اور سچا ہے۔

ان ہر دو پوتر وید منتروں میں بھگوان نے راہ حق پر نثار ہونے والے کو اپنا رفیق بنا کر اپنی ظلّ عاطفت میں لینے کا پرتی پادن کیا ہے۔

بلا شک وہ ارحم الراحمین جس انسان کو اپنا رفیق بنالے اور اپنے سایۂ رحمت میں اُسے جگہ دے اس سے بڑھ کر انسان کے لئے اور اعلےٰ مرتبہ کیا ہو سکتا ہے۔

آتم بلیدان۔ ہوشمان۔ داشوشٹے یہ ایسے الفاظ ہیں جو ہمارے اس مفہوم کے پورے اور ٹھیک معنے ادا کرتے ہیں مگر لفظ شہید ہمارے مفہوم کے پورے معنے ادا کرنے سے قاصر ہے کیونکہ ویدکی اصطلاح میں دوسرا مفہوم ہے اور اسلام کی اصطلاح میں دوسرا۔ وید تو محض راہ حق پر اپنے آپ کو سمرپن کر دینے والے کے لئے ہی ان الفاظ کا استعمال کرتے ہیں مگر لفظ شہید اپنے معانی اور اصطلاح کے لحاظ سے راہ حق پر قربان ہونے والوں کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی اطلاق کرتا ہے۔ دیکھو شہید کے معنے صراح صفحہ ۱۲۵ شہید حاضر و گواہ و کشتہ شدہ بے قصاص و دیت۔

اور دیکھیے بخاری جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۹۹۔ قال الشهداء خمسة المطعون المبطون والغرق وصاحب الهدم والشهيد فی سبيل الله۔

ایسا ہی نسائی (مترجم) باب شہید صفحہ ۲۸ پر عقبہ بن عامر سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ حال ہیں جو مر جاوے وہ شہید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شامل ہو کر قتل ہو جاوے۔ یا ڈوب جائے یا دستوں سے مر جاوے یا طاعون سے مر جاوے یا عورت نفاس میں مر جاوے نیز اور بھی تمام کتب احادیث میں ایسا ہی ہے۔

اب ان حدیثوں سے اور شہید کے معنوں سے یہ ثابت ہے کہ یہ لفظ محض قتل فی سبیل اللہ کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے اس میں اس کے غیر بھی شامل ہیں ۔

لفظ شہید کے استعمال کرنیکی وجہ تسمیہ

اگرچہ لفظ شہید بلحاظ ہمارے مفہوم کے جامع نہیں۔ مگر پھر بھی ہم اس کا استعمال اس لئے کرتے ہیں کہ ہمارے مخاطب عام طور سے اس میں اہل اسلام ہیں اور ان کی فہم و تفہیم اس لفظ سے بآسانی اور ٹھیک طور سے ہو سکتی ہے کیونکہ متکلم کو اپنے مخاطب کے لئے ایسے ہی الفاظ کا استعمال کرنا ضروری ہے جس کی ماہیت کو وہ ٹھیک اور بآسانی سمجھ سکتا ہو۔ ورنہ بصورت دیگر کلام بے معنے ہوگا۔ کیونکہ مخاطب کے منشا و فہم کے مطابق ہی اُس کے ساتھ کلام کرنا چاہیئے

بقول شخصے

تکلموا الناس علی قدر عقولھم

کیونکہ جب مخاطب متکلم کے مفہوم کو ہی ٹھیک طرح نہیں سمجھتا۔ تو پھر ایسے خطاب کے کیا معنی۔ سوائے اسکے کہ خواہ مخواہ وقت ضایع کیا جاوے۔ اس لیئے کلام وہی ٹھیک اور درست ہوگا۔ جسکو مخاطب بآسانی سمجھ سکے۔ یہی اہل کلام کا مسلمہ اصول ہے۔ لہذا اسی اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے شہید لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ جن لوگوں کیلئے ہم اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں۔ وہ عموماً اہل اسلام ہیں۔ اور جس زبان میں اسکو تحریر کرتے ہیں وہ اردو ہے اس لیئے ان ہر دو مقامات پر اسکا لکھنا غیر مناسب نہیں ہے۔ اسطرح پر تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہندوؤں کو اردو زبان بولنے کا بھی حق نہیں۔ کیونکہ یہ ان کی زبان نہیں ہے لہذا یہ اعتراض فضول ہے اور لفظ شہید اور اسی قسم کے دیگر الفاظ کے استعمال کرنے کا حق ہر ایک مذہب و ملت کے لیئے عین واجب اور درست ہے

سبب تالیف کتاب

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو کہ مختلف الاقسام دعاوی کے مدعی اور اسمائے سے موسوم ہوتے ہوئے بالآخر خالق ارض و سماء خدائے ذوالجلال

حاشیہ۔ ۱۔ مرزا غلام احمد۔ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے ایک نہایت مبارک فال کو مدنظر رکھکر آپ کا نام غلام احمد رکھا۔ براہین احمدیہ جلد ۱ صفحہ ۶۲۔

۲۔ سندھی۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہاں (ائمہ مین) حضرت صاحب بچپن میں چڑیاں پکڑا کرتے تھے۔ اور چاقو نہیں ملتا تھا تو سرکنڈہ سے ذبح کر لیتے تھے . . . ایک بار چند بوڑھی عورتیں آئیں انہوں نے باتوں باتوں میں کہا کہ سندہی ہمارے گاؤں میں چڑیاں پکڑا کرتا تھا . . . مراد حضرت صاحب سے ہے۔ سیرۃ المہدی حصہ اول صہ ۳۰

۳۔ مستیر۔ دادا صاحب . . . کبھی کبھی مرزا صاحب کو . . . مسیتی یا مستیر کہا کرتے تھے۔ سیرۃ المہدی جلد اول صہ ۹۱

۴۔ اہلمد حضرت مرزا صاحب سیالکوٹ میں جاکر اہلمد متفرقات کی آسامی پر ملازم ہوئے حیات النبی جلد اول صفحہ ۵۰ قادیانبی ۱۵ روپے ماہوار کا محرر مقرر ہوا کاویہ علے الغاویہ صہ ۹

۵۔ امام۔ ۶۔ محدث۔ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں . . . . اور یہ عاجز اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے

بننے کے خواب دیکھنے لگے. مذہبی دنیا میں اس وقت ان کے تعارف کی بھی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی. محض ان کا اسم

بقیہ حاشیہ توضیح المرام ص۱۰ یا اخوان انی ارسلت محدثاً من اللہ الیکم. آئینہ کمالات ص۳۶۷ ایہا المسلمون انا منکم وامامکم من کم بامر اللہ تعالیٰ. خلاصہ کلام یہ کہ میں محدث اللہ ہوں اور مامور من اللہ ہوں تبلیغ رسالت جلد دوم ص۲۱ اننی محدث ویکلمنی اللہ کما یکلم المحدثین. واللہ یعلم انہ اعطانی ہذہ المرتبۃ فکیف ارد ما اعطانی اللہ ... وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین حمامۃ البشریٰ ص۹۶ تحقیق میں محدث ہوں اور خدا مجھ سے محدثین کی مانند کلام کرتا ہے پس کیسے اس چیز کے لئے کہوں جو مجھے خدا نے نہیں دی میرے لئے یہ مناسب نہیں کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کفار سے لاحق ہو جاؤں۔

ص۵ مجدد. والمجدد المامور. وہ مجدد ہوں جو خدا تعالیٰ کے حکم سے آیا ہے خطبہ الہامیہ ص۱۸ یہ عاجز شریعت اور طریقت دونوں میں مجدد ہے. حیات احمد جلد دوم ص۷۷ تبلیغ رسالت جلد دوم ص۲۱ لیکچر سیالکوٹ ص۴

ص۶ **مثیل مسیح**. مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعوےٰ نہیں. اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعوےٰ ہے تبلیغ رسالت جلد دوم ص۲۱ وصفحہ ۴۴. اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی چاہیے کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اول جواب تو یہی ہے

مبارک ہی لکھہ دینا کافی ہے۔ اس لئے اسی پر ہی اکتفا کر کے اصل مقصد کی طرف رجوع کرتا ہوں

بقیہ حاشیہ کہ آنیوالے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹہرائی۔ توضیح المرام صہ ۱۵ میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ جو شخص یہ الزام مجھ پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے میری طرف سے عرصہ ۷ یا ۸ سال سے یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ ازالہ اوہام صہ ۹

نمبر ۹ کلیم اللہ۔ من نبی نیستم ولے محدث اللہ و کلیم اللہ ہستم آئینہ کمالات صہ ۳۸۳ میں نبی نہیں لیکن محدث اللہ اور کلیم اللہ ہوں۔

نمبر ۱۰ بروز خاتم النبیین۔ وجعلنی بروز خاتم النبیین و سید المرسلین صہ ۱۶ خطبہ الہامیہ اور مجھکو خاتم النبیین اور سید المرسلین کا بروز بنایا۔ لیکچر سیالکوٹ صہ ۶

تذکرۃ الشہادتین صہ ۴۳ تحفہ گولڑویہ حاشیہ صہ ۱۳ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب آیت و آخرین منہم دوبارہ تشریف لانا بجز صورت بروز غیر ممکن تھا اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام احمد و محمد اس کو عطا کیا۔ تا یہ سمجھا جاوے کہ گویا اس کا ظہور بعینہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۶۵

نمبر ۱۱ امام آخر الزمان۔ اس لئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اس کے سر پر پیدا ہو۔ اور اس کے بعد کوئی امام نہیں ۔۔۔۔ کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے لیکچر سیالکوٹ صہ ۶ حاشیہ اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۱

جناب مرزا صاحب نے اپنی مستند کتب کے اندر اپنے مختلف نشانات
کو اظہار صداقت کے لئے بطور معیار پیش کیا ہے. چنانچہ منجملہ

لہ. دا قعہ یہ ہے کہ ہمارا صدق و کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور
کوئی محک امتحان نہیں. آئینہ کمالات صفحہ ۲۸۸

بقیہ حاشیہ ۱۲ امام الزمان امام الزمان میں ہوں ضرورۃ الامام ص ۲۴
نمبر ۱۳ خاتم المصلحین. غرض آنیوالے مصلح کے لئے جو خاتم المصلحین ہے
اربعین صفحہ ۹ جلد ۲

نمبر ۱۴ خلیفۃ اللہ. اور مسیح خلیفۃ اللہ کو ہی کہتے ہیں حاشیہ اربعین صفحہ ۱/۲
نمبر ۱۵ آدم نمبر ۱۶ مریم یا ادم اسکن انت و زوجک الجنۃ
یا مریم اسکن ... براہین احمدیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۶. اس جگہ براہین
احمدیہ میں خدا تعالیٰ نے میرا نام آدم رکھا حقیقت الوحی صفحہ ۲۵۷. انجام
آتھم صفحہ ۵۵ اربعین صفحہ ۱/۲ میرا ہی نام خدا نے براہین احمدیہ میں پہلے
مریم رکھا حقیقت الوحی صفحہ ۳۳۸.
نمبر ۱۷ خاتم الخلفاء. ان اللہ کان قضیٰ من الازل ان یخلق
آدم الذی ھو خاتم الخلفاء فی اٰخر الزمان خطبہ الہامیہ ۱۹۴
خدا نے ابتدا سے ہی ارادہ فرمایا کہ اس آدم کو پیدا کریگا کہ آخری زمانہ
میں خاتم خلفاء ہوگا کشتی نوح ص ۱۹
نمبر ۱۸ محمد نمبر ۱۹ احمد نمبر ۲۰ مصطفےٰ نمبر ۲۱ مجتبےٰ نمبر ۲۲ خاتم الاولیا
اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعوے کرنے والا ہوتا تو خدا میرا نام

ان کے ایک پیشگوئی ایسی بھی ہے جس کا تعلق آریہ سماج کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ دھرم ویر پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر کے متعلق ہے۔ اسے عموماً احمدی حضرات

بقیہ حاشیہ محمد اور احمد مصطفیٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا۔ اور نہ خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء کا مجھ کو خطاب دیا جاتا۔ نزول مسیح حاشیہ صفحہ ۲ و ۵۔ نیز احمد کے لئے انجام آتھم صفحہ ۵۲ ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳۔ خطبہ الہامیہ صفحہ اربعین ص ۱۶/۲ وغیرہ دیکھیں

ص۲۳ ابن مریم۔ اور تجھے ہم نے مسیح ابن مریم بنایا ازالہ اوہام ص ۲۰۵ محمدی مسیح کا نام ابن مریم رکھا گیا نزول مسیح ص ۵

ص۲۴ ملہم۔ یہ نکتہ چیں۔۔۔۔۔ ایک ملہم کے مقابل۔۔۔ جو بہت سے فقرے خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور الہام کے پاتا ہے بالکل بے محل ہے نزول مسیح ص ۵۹

ص۲۵ قمر ص۲۶ یا شمس۔ یا قمر یا شمس انت منی وانا منک یعنی اے چاند اور سورج تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں چشمہ مسیحی صفحہ ۶۲ حقیقت الوحی صفحہ ۷۴

ص۲۷ مظہر مسیح۔ فجعلنی مظہر المسیح ابن مریم خطبہ الہامیہ ص ۲۲

ص۲۸ مظہر النبی المہدی وجعلنی مظہر النبی المہدی خطبہ الہامیہ ص ۲۲

ص۲۹ مظہر صفات انبیاء۔ اور اس کو تمام انبیا کے صفات کاملہ کا مظہر ٹھہرایا۔ اب سوچنے کے لائق ہے کہ امام حسین کو اس سے کیا نسبت ہے۔ نزول مسیح ص ۸۴ حقیقت الوحی حاشیہ ص ۷۲

تحریر درباب صداقت آنجہانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرحوم کے ۔

بقیہ حاشیہ ۳۰ شیث ۳۱ نوح ۳۲ ابراہیم ۳۳ اسحٰق ۳۴ اسمٰعیل ۳۵ یعقوب ۳۶ یوسف ۳۷ موسٰی ۳۸ داؤد ۳۹ عیسٰی

حاشیہ حقیقت الوحی صفحہ ۷۲ و تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۸۴ و ۸۵

۴۰ تمام انبیاء کے نام سے موسوم ۔ دنیا میں کوئی نبی نہیں گذرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا ۔ تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۸۴ و نزول مسیح صفحہ ۵

۴۱ نبی ۔ اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ۔ حقیقت الوحی صفحہ ۳۹۱

و تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں ۔ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے تتمہ حقیقت الوحی ۶۸

۴۲ رسول ۔ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا ۔ دافع البلا صفحہ ۱۱ و صفحہ ۱۱

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ انجام آتھم صفحہ ۵۱ نزول مسیح صفحہ ۱ تجلیات آلہیہ صفحہ ۶ انی مع الرسول اقوم و افطر و اصوم ضمیمہ حقیقت الوحی صفحہ ۸۶ و غیرہ اربعین صفحہ ۳۰

۴۳ متوکل ۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا اربعین صفحہ ۱۲ / ۲

۴۴ افضل العالمین ۔ انی فضلتک علی العالمین قل

بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ نیز مرزا صاحب نے بھی اس پر بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ جن اصحاب نے مرزا صاحب کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہے اُن

بقیہ حاشیہ رسالت الیکبرا جمعین۔ حیات احمد جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ ترجمہ۔ یہ بات بخوبی کھول دی ہے کہ اس ناکارہ کو تمام عالمین یعنی تمام روئے زمین کے باشندوں پر فضیلت بخشی گئی۔ اربعین صفحہ ۴/۱

نمبر ۴۵ مامور نمبر ۴۶ مبشر اور چونکہ میں مامور اور مبشر ہوں برکات الدعا صفحہ ۲۵

نمبر ۴۷ محی نمبر ۴۸ ممیت۔ واعطیت صفۃ الافنا و الاحیاء من رب الفعال خطبہ الہامیہ ۲۳۔ مجھے فنا اور زندہ کرنے کی صفت خدا کی طرف سے دی گئی ہے۔

نمبر ۴۹ قمر الانبیاء۔ دیا تی قمر الانبیاء تبلیغ رسالت جلد نہم نمبر ۵ البشریٰ صفحہ ۲/۶۰

نمبر ۵۰ بیت اللہ۔ خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے اربعین ۱۶/۴

نمبر ۵۱ حجر اسود۔ گفتم کہ حجر اسود منم اربعین ص ۱۶/۴ البشریٰ ص ۴۸/۱ ضمیمہ حقیقت الوحی ص ۸۴

نمبر ۵۲ ذوالقرنین نصرۃ الحق صفحہ ۹۰ و ۹۳

نمبر ۵۳ فارسی الاصل۔ البشریٰ جلد اول ص ۲۳

نمبر ۵۴ مہدی آخری مہدی۔۔ میں ہی ہوں تذکرۃ الشہادتین ص ۲

نمبر ۵۵ سلیمان دافع البلاء ص ۱۶ نمبر ۵۶ میکائیل دانیال نبی نے

پر مخفی نہیں. کہ اُنہوں نے اپنی متعدد کتب کے اندر اس واقعہ کا کس قدر اعادہ کیا ہے. حتیٰ کہ حقیقت الوحی میں دو موقعوں پر شہید اکبر

بقیہ حاشیہ - اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنے میکائیل کے ہیں خدا کی مانند یہ گویا اس الہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ میں انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی حاشیہ اربعین صفحہ ۳/۲

ص۵۷ ابن مریم سے بہتر. ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے. دافع البلا صفحہ ۲۰ و صفحہ ۱۳

ص۵۸ حسین سے بڑھکر. اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں سے ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھکر ہے دافع البلا ص۱۳

طلبتم فلاحاً من قتیل بجنبۃ . فخیبکم رب غیور مُتبر
وانی قتیل الحب لکن حسینکم

قتیل العدا فالفرق اجلی واظہر — اعجاز احمدی ص۸۱

تم نے اس کشتہ سے نجات چاہی جو ناامیدی سے مر گیا پس تم کو خدا نے جو غیور ہے ہر ایک مراد سے ناامید کیا وہ خدا جو ہلاک کرنیوالا ہے اور میں خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے -

ص۵۹ شیر خدا - اربعین صفحہ ۱۴/۴ البشریٰ صفحہ ۱۱/۲

ص۶۰ معجون مرکب - اور خود تمہاری نسب کو شریف بنایا

پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر کی ارتھی کی تصویر دی اور علاوہ ازیں
چشمہ معرفت و نزول مسیح وغیرہ کتب میں بھی اسی تصویر کا اندراج کیا

بقیہ حاشیہ جو فارسی خاندان اور سادات سے معجون مرکب
ہے۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۴۷

۶۱ **کوکب یمانی**۔ انا کوکب یمانی۔ میں یمانی ستارہ ہوں
خطبہ الہامیہ ص ۲۷

۶۲ **مظہر الموعود**۔ فانا ذالک المظہر الموعود خطبہ الہامیہ ص ۱۶۸

۶۳ **غازی**۔ بارہا اس عاجز کا نام مکاشفات میں غازی رکھا
گیا ہے نشان آسمانی ص ۱۶

۶۴ **سلطان القلم**۔ البشریٰ جلد دوم صفحہ ۶۸ و نشان آسمانی ۱۶

۶۵ **خلیفۃ اللہ السلطان** حکم اللہ الرحمن لخلیفۃ
اللہ السلطان لہ الملک العظیم۔ خلیفۃ اللہ سلطان کے
لئے عنقریب عظیم سلطنت دی جائیگی نشان آسمانی ص ۱۷

۶۶ **سلطان المشرق**۔ چودہویں صدی کا مہدی جس کا
نام سلطان المشرق بھی ہے خصوصیت کے ساتھ احادیث میں
بیان کیا گیا ہے۔ نشان آسمانی ص ۳۰

۶۷ **مثیل آدم** ۶۸ **مثیل نوح** ۶۹ **مثیل یوسف**
۷۰ **مثیل داؤد** ۷۱ **مثیل موسےٰ** ۷۲ **مثیل**
ابراہیم ۷۳ **مثیل سید الانبیاء** ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۰۷
۷۴ **کافر** ۷۵ **ملحد** کسی نے اس عاجز کو کافر ٹھہرایا۔ اور کسی نے

نیز احمدیہ جماعت کے مبلغین نے اپنے کلام کا توجزو ہی شہید اکبر کا ذکر بنا لیا ہے۔ اِن کی تمام تقریریں. مناظرے ومباحثے اسی ذکر سے پُر ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ایسے دلخراش ناموزوں الفاظ کے ساتھ پنڈت جی کو یاد کیا جاتا ہے جو خواہ مخواہ جذبات کو مشتعل کرنے والے اور تہذیب سے گرے ہوئے ہوتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ اس عاجز کا نام ملہم رکھا۔ ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۰۷۔ البشریٰ صفحہ ۵۱/۱ جلد اول۔

۷۶ حارث. عظیم الشان سلسلہ اس حارث کے سپرد کیا جائیگا ازالہ اوہام حاشیہ ص ۵۴

۷۷ یحییٰ. اے یحییٰ اس کتاب کو قوت سے پکڑ. حیات احمد جلد دوم صفحہ ۹۲ البشرے صفحہ ۵۱/۱

۷۸ عبد الرافع. اے عبد الرافع میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں. حیات احمد ۹۲/۲ البشرے صفحہ ۵۱/۱

۷۹ صدیق. مجھ کو خداوند کریم ... صدیق کے لفظ سے یاد کرتا ہے. حیات احمد صفحہ ۷۹/۲

۸۰ شفیع اللہ - اللہ تعالےٰ نے بذریعہ وحی کے یہ میرا نام رکھا البشریٰ صفحہ ۱۱۸ جلد ۲.

۸۱ خلیل اللہ ۸۲ اسد اللہ - حبیب اللہ خلیل اللہ اسد اللہ البشرے جلد اول صفحہ ۵۴

۸۳ مظفر. اے مظفر تجھ پر سلام البشریٰ جلد دوم صفحہ ۵ ۔

یہی نہیں بلکہ احمدی حضرات کا ہر ہر فرد اسی واقعہ کا وردخواں معلوم ہوتا ہے۔ گویا کہ احمدی دنیا کے پاس آج اس واقعہ کے علاوہ اثبات حق کے لئے اور کوئی دلیل ہی نہیں ہے پھر اسے جس پیرایہ میں پیش کیا جاتا

بقیہ حاشیہ ۸۴ شاہد ۸۵ مبشر ۸۶ نذیر۔ انا ارسلناہ شاھداً و مبشراً و نذیرا۔ البشرے صفحہ ۲/۱۱

۸۷ علی۔ یا علی دعھم۔ البشرے صفحہ ۲/۱۱

۸۸ ولی اللہ اے خدا کے ولی میں اس سے پہلے تجھے نہیں پہچانتی تھی۔ البشرے صفحہ ۲/۱۲

۸۹ امام رفیع القدر۔ عالی قدر امام میں تیرے ساتھ ہوں البشرےٰ ۲/۱۱

۹۰ رودر گوپال۔ ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گذرا ہے جس کو رودر گوپال بھی کہتے ہیں اس کا نام مجھے بھی دیا گیا ہے تتمہ حقیقت الوحی ۸۵

۹۱ آریوں کا بادشاہ دیکھا کرشن آریوں کا بادشاہ میں ہوں تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۸۵ البشرے صفحہ ۵۶

۹۲ اسمی الاعلے ۹۳ مظہر الحق ۹۴ مبدالأمر ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ۳۳ والبشرے صفحہ ۲/۱۲

۹۵ خدا کا بیٹا۔ انت منی بمنزلۃ ولدی حقیقت الوحی ۸۶ البشرے صفحہ ۲/۹۴ اے میرے بیٹا سن

۹۶ عین اللہ ورأیتنی فی المنام عین اللّٰہ وتیقنت اننی ھو۔ آئینہ کمالات ۵۶۴ سے دیکھئے اللہ کی یہ قدر تیں۔

سنگ سے بت بت سے خدا ہوگئے

ہے۔ اس میں ذرہ بھر بھی حقیقت نہیں۔ ہمارا . . . .
. . . دعوےٰ ہے کہ مرزا صاحب مرحوم کو جس قدر اس میں ناکامیابی

بقیہ حاشیہ۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہ خدا ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔ میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔ اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ . . . اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا۔ کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح۔ پھر میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ یعنی میں نے ارادہ کیا کہ میں خلیفہ بناؤں پس میں نے آدم کو پیدا کیا تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو احسن ترکیب سے کتاب البریہ صفحہ ۷۹ صفحہ ۹ خدا کی مانند میکائیل کو عبرانی میں مانند خدا کہتے ہیں) اور یہ گویا اس الہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ میں ہے انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی وغیرہ اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۳

صفحہ ۹ بمنزلہ خدا کی بیوی کے میرا ہی نام خدا نے براہین

سکا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی نظیر سے دیگر تمام ناکامیابیاں عاجز ہیں کیونکہ واقعات اور حالات ایسے ہیں جو ایک محقق انسان کو یہ کہنے پر مجبور

بقیہ حاشیہ: ر احمدیہ میں پہلے مریم رکھا۔ اور بعد اس کے میری ہی نسبت یہ کہا کہ ہم نے اس مریم میں اپنی طرف سے روح پھونکدی اور پھر روح پھونکنے کے بعد مجھے ہی عیسےٰ قرار دیا۔ حقیقت الوحی صفحہ ۳۳۸ و تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۴۳

ء ۹۹ خدا کا مرشد۔ اِنّی بایعتک بایعنی ربی۔ یعنی خدا نے مرزا صاحب سے بیعت کی۔ دافع البلا صہ ۶

ءِ ۱۰۰ خدا کا میر منشی یا سررشتہ دار۔ ایک دفعہ میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ بعض احکام قضا و قدر کے میں نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہوگا پھر اس کو دستخط کرانے کے لئے خداوند جل شانہ کے پیش کیا ... اس نے جو ایک حاکم کی شکل میں متمثل تھا ان پر قلم کو سرخی کی دوات میں ڈبو کر اول سرخی کو اس عاجز کیطرف چھڑکا اور بقیہ سرخی کا قلم کے منہ میں رہ گیا اس سے اس کتاب پر دستخط کر دیئے .... آنکھ کھول کر جب خارج میں دیکھا تو کئی قطرات سرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے۔ عبداللہ سنوری.. کی ٹوپی پر دو یا تین قطرے سرخی کے پڑے ازالہ اوہام صہ ۱۲۲

یہاں تک نمونہ نام مرزا صاحب کے ہو چکے ہم ان کو بغیر کسی تنقید کے چھوڑتے ہیں کیونکہ ہمارا مدعا اسوقت صرف ان کے دعاوی اور نام وغیرہ بتانے کا تھا۔ نہ کہ ان پر کسی قسم کے اعتراضات کرنا

کر دیتے ہیں کہ یہ فرضی کامیابی کے ترانے سوائے مغالطہ دہی کے اور کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

اور چونکہ اقتضائے انسانیت یہی ہے۔ کہ حتی الامکان بندگان خدا کو غلط فہمی سے بچانے کی کوشش کیجاوے۔ لہذا اسی مقصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند اوراق پیش خدمت ناظرین ہیں۔ جو جویان حق کے لیے شمع ہدایت کا کام دینگے۔

دعوتہ مقال تصدق نفسک وارضہ
تصدق ولا ترکن الی قول مفتو

بقیہ حاشیہ: اس لئے ہم ایک نام اور مرزا صاحب کو اپنی طرف سے دیگر ایک سو ایک پورے کر دیتے ہیں۔
زمانہ ۱۰۱

مرزا صاحب کے متعلق چند ابتدائی کلمات

حضرت مرزا صاحب کی ولادت ۱۸۳۹ء[۱] یا ۱۸۴۰ء کے درمیان موضع قادیاں میں ہوئی ابتداء میں تین[۲] معلمین سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اس کے بعد خانگی کاروبار اور جائداد معاملات جن کا زیادہ تر انحصار مقدمات[۳] پر تھا مشغول ہو گئے جب آپ کی عمر ۲۵ سال کے قریب ہوئی تو آپ اپنے دادا صاحب کی پنشن (جو غالباً سات[۴] سو روپیہ تھی) خزانہ سرکار سے لینے کے لئے تشریف لے گئے۔ تو آپ قادیان[۵] واپس آنے کی بجائے مرزا امام الدین صاحب کے ساتھ کسی دوسری طرف

حاشیہ [۱] کتاب البریہ صفحہ ۱۳۴ و حیات النبی صفحہ ۴۹ [۲] کتاب البریہ صفحہ ۱۴۸ سے اور حیات النبی صفحہ ۵۱ و براہین احمدیہ صفحہ ۶۳

حاشیہ [۳] انہوں نے (والد صاحب) اپنی مقدمات پر مجھے بھی لگایا۔ اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ میرا بہت سا وقت عزیزان بیہودہ جھگڑوں میں ضایع گیا کتاب البریہ صفحہ ۱۵۱ حیات النبی صفحہ ۵۲

حاشیہ [۴] آریہ مسافر کا مرزائی نمبر ۱۹۲۳ء صفحہ ۱۸ مضمون میاں احمد الدین صاحب امرتسری۔

حدیث ۴۸

[۵] بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے کے لئے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا

چلے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب روپیہ ختم ہو چکا۔ تو مرزا امام الدین نے اپنی راہ لی۔ اور مرزا صاحب نے سیالکوٹ کا رخ کیا اور وہاں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں پندرہ روپئے ماہوار پر بعہدہ اہلمد پر ممتاز ہو گئے۔ اور تقریباً سات سال اسی مقام پر گذار دئے۔ پھر اس کچہری کی ملازمت سے

بقیہ حاشیہ۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر دھوکہ دیکر بجائے قادیاں لانے کے باہر لے گیا (بیچارے نابالغ تھے دھوکہ میں آ گئے) اور ادھر ادھر پھراتا رہا پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا۔ تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا حضرت مسیح موعود اس شرم سے واپس گھر نہیں آئے اور چونکہ تمہارے دادا کا منشا رہتا تھا۔ کہ آپ کہیں ملازم ہو جائیں اس لئے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے وغیرہ سیرت المہدی حدیث ۴۹ صفحہ ۴۴ ۴۵ مصنفہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے

لہ تازیانہ علے القادیانیہ صفہ

ص ۵۵ حیات النبی جلد اول ص ۵۵ حضرت مرزا صاحب سیالکوٹ میں جا کر اہلمد سفر قارت کی اسامی پر ملازم ہوئے یہ ۱۸۶۴ء تک کا واقعہ ہے .... آپ نے وہاں اپنی عمر کے چند سال بطور ایک اہلکار کے گذارے حوالہ مذکور۔

تہ حیات النبی صفحہ ۵۵ دیکھو سیالکوٹ صہ ۵۲

کشیدہ خاطر ہو کر امتحان مختاری میں شمولیت کی۔ مگر خوبیٔ قسمت نے آپ کے دامن امید کو گوہر مراد سے مثل کف دست کے بالکل خالی اور صاف ہی رکھا اور اس جلیل القدر پیشہ وکالت سے متمتع و بہرہ ور نہ ہونے دیا پھر آپ نے معاش کی الجھنوں سے مخلصی اور نجات حاصل کرنے کے لئے اپنی عنان توجہ کو میدان مذاہب کی طرف منعطف فرمایا۔

چونکہ کچہری کی اس سات سالہ طویل زندگی نے آپکو مکمل طور سے تجربہ کار

سلہ چند سال میری عمر کراہت طبع کے ساتھ انگریزی ملازمت میں بسر ہوئی سیرت المہدی حصہ اول ۱۵۴ کتاب البریہ صہ ۱۵۴

چونکہ مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے اسواسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کردی پھر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے۔ سیرۃ المہدی حصہ اول ۱۳۸

آخر مرزا صاحب نوکری سے دل برداشتہ ہو کر استعفےٰ دیکر ۱۸۶۸ء میں یہاں سے تشریف لے گئے۔ سیرت المہدی حصہ اول ۱۲۹ وحیات النبی جلد اول صہ ۶۱

حاشیہ سلہ مجھے صرف اپنے دستر خوان اور روٹی کی فکر تھی نزول مسیح صہ ۱۱۸ (والد صاحب کی موت سے خیال ہوا) کہ بعض ذرایع آمدنی انہیں کی زندگی سے وابستہ ہیں نہ معلوم اب کیا کیا ابتلا پیش آئیں گے براہین احمدیہ صہ ۸۱ کتاب البریہ صہ ۱۶۲

حاشیہ سلہ اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ ہر ایک قسم اور ہر ایک نوع کے انسانوں کا آپ کو تجربہ حاصل ہو اور جو کچھ ان کے عقاید ہیں

اور تمام نشیب و فراز سے کما حقہ واقف کا رہنا دیا تھا۔ اس لئے آپ نے کام کو اس انداز سے شروع کیا کہ گوہر مقصود آپ کا بے دام غلام بن گیا اور اس نے دنیاوی عیش[له] و عشرت اور زر و جواہر

بقیہ حاشیہ: ر ان سب سے پوری آگاہی ہو۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی حکمت نے آپ کو ہر قسم کے لوگوں سے صحبت اور اختلاط کا موقع دیا۔ براہین احمدیہ صفحہ ۶۲ و حیات النبی ص ۹۳ کتاب البریہ ص ۱۵۴

له مرزا صاحب کس قدر امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اسکا مندرجہ ذیل خطوط سے پتہ لگ سکتا ہے۔ دیکھئے کتاب قادیانی پیمبر و مشک عنبر مصنفہ مولوی سلطان احمد خاں صاحب و غذائے مرزا از حبیب الدین صاحب

خط نمبر ۱۵ - ایک تولہ مشک عمدہ بھیج دیں صفحہ کتاب مذکور ۲۱ و غذائے مرزا صاحب صفحہ ۱۸

خط نمبر ۱۶ - ایک تولہ مشک وی پی کے ذریعہ بھیج دیں۔ صفحہ ۲۳ و غذائے مرزا صفحہ ۱۸

خط نمبر ۵ - ایکتولہ مشک بقیمت ۔/۵ روپے بذریعہ وی پی بھیج دیں صفحہ ۲۴ غذائے مرزا صفحہ ۱۸

خط نمبر ۱۰ - ایک تولہ مشک جسمیں ریشہ جھلی صوف ہو وی پی بھیج دیں صفحہ ۲۷ و غذائے مرزا ص ۱۸

خط نمبر ۲ - دو تولہ مشک دو شیشوں میں علیحدہ بھیج دیں پچاس روپے بھیج رہا ہوں صفحہ ۲۸ و غذائے مرزا ص ۱۸

سے آپکو مالامال کر دیا۔ اور وہ اس طریق پر کہ آپ نے استفادہ اور شہرت کے دونوں پہلوؤں ایک بیرونی یعنی پریس اور پلیٹ فارم کو اپنا پیشرو بنایا۔ اور دوسرا اندرونی یعنی کرامات معجزات اور نشانات

نقیہ حاشیہ:۔

خط نمبر ۱۲۔ ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں مگر ٹانک وائن چاہیے صفحہ ۳۳ و ۴۰۔

خط نمبر ۲۰۔ مشک خالص ایکیولہ ہومیٹ پان عمدہ بمبئی ایک انگریزی وضع کا پاندان صفحہ ۳۶

ناظرین سات تولے مشک اور ایک بوتل ٹانک وائن سے بھی پتہ لگ سکتا ہے کہ آپکی غذا کس قسم کی تھی۔ نیز حضرت صاحب آخری سالوں میں عموماً ایک سالم سکینڈ کلاس کرایہ پر[1]

حاشیہ ملہ مالی فتوحات اب تک دو لاکھ روپیہ سے بھی زیادہ نزول مسیح ص ۳۲

مجھے صرف اپنے دستر خوان اور روٹی کی فکر تھی مگر اب تک اس نے کئی لاکھ آدمی کو میرے دستر خوان پر روٹی کھلائی۔ ڈاکخانہ والوں سے خود پوچھ لو۔ کہ کس قدر روپیہ اس نے بھیجا۔ میری دانست میں دس لاکھ سے کم نہیں نزول مسیح صفحہ ۱۱۸

روپیہ آنے کی رفتار بہت تعجب خیز ہے کہ ۸۶ صفحے کتاب مذکور کے لکھنے کے عرصہ میں ۸ لاکھ روپیہ آ گیا۔ اس نے میری ایسی دستگیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ روپے کے قریب آچکا ہے حقیقت الوحی ص ۲۱۱

اب یاد رہے کہ حقیقت الوحی سنہ ۱۹۰۷ء میں چھپی اور نزول مسیح اگرچہ سنہ ۱۹۰۹ء میں

[1] ہزار روپیہ [illegible] صفحہ ۱۰۱

کا شطرنج بچھایا۔ اور لامحالہ یہی دونوں پہلو کامیابی کے لئے بہترین ذرائع
شمار کئے جاتے ہیں اور خصوصاً جب ان کو مخالفانہ رنگ میں پیش
کیا جائے تو سونے پر سہاگہ کا کام دیتے ہیں۔ اسی مدعا کو مدنظر
رکھ کر جناب مرزا صاحب نے کبھی آریہ سماج کو چھیڑا۔ کبھی عیسائیوں
سے دست و گریبان ہوئے کبھی برہمنوں کبھی سکھوں اور کبھی نیچریوں
سے اُلجھے۔ کبھی کسی کو بددعا دی۔ کبھی کسی کے لئے ہلاکت کی پیشنگوئی
کی کبھی طاعون کو بلایا۔ کبھی بھونچال کے خواب دیکھے۔ کبھی کسی
معصومہ سے آسمان پر نکاح پڑھوایا۔ کبھی کسی کو سخت کلامی سے

بقیہ حاشیہ

میں چھپی مگر حقیقت الوحی سے پہلی لکھی جا چکی تھی جیسا کہ نزول
مسیح کے اختتام پر بعنوان اشاعت کے اشتہار سے ظاہر ہے۔
حقیقت الوحی میں تین لاکھ روپیہ اور نزول مسیح میں ۔ ۱ لاکھ روپیہ
لکھا ہے ہم اس معمہ کو نہیں سمجھ سکے۔ شاید کوئی الہامی راز ہو۔

۱ تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۳ سے ۸۰ تک ۲ عیسائیوں
برہمنوں نیچریوں وغیرہ سے چھیڑ چھاڑ کے لئے دیکھئے مکتوبات
احمدیہ و تبلیغ رسالت وغیرہ ۳ جب تک وہ خدا کے مامور
اور رسول کو نہ مان لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی۔ دافع البلا
صفحہ ۵ و صفحہ ۱۲

۴ حقیقت الوحی صفحہ ۲۲۱

۵ انجام آتھم صفحہ ۶۰ تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۳۲

یاد کیا۔ اور کسی کو گالی گلوچ کا ہدیہ دیا۔

الغرض خوب ہنگامہ طوفان مچایا۔ اور خوب شورش برپا کی۔ اور اسلام پر یہ بخوبی ظاہر کر دیا۔ کہ یہ سب کچھ اسلام کی حمایت اور حفاظت کے لئے کیا جا رہا ہے اور نیز یہی ایک شخص (مرزا صاحب) مخالفین کے مقابلہ میں اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کا ناخدا[1] ہے۔

سب سے اول آپ نے ایک فرضی سوال اختراع کرکے (کہ روحوں کی تعداد پرمیشور کو بھی معلوم نہیں) آریہ سماج کے خلاف پانسو روپیہ[2] انعامی ایک اشتہار ٢ مارچ ١٨٧٨ء کو نکالا اور اس کے بعد اور تین اشتہار[3] یکے بعد دیگرے اسی کے متعلق شائع کئے۔ بس پھر کیا تھا۔ خوب مشہور ہو گئے تب فوراً اپنی اصل غرض کی طرف مراجعت فرمائی اور ایک اشتہار بعنوان (اشتہار بغرض استعانت و استظہار از انصار دین محمد مختار صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الابرار) بسلسلہ کتاب براہین احمدیہ شائع کیا جس کا اختصار ناظرین کی ضیافت طبع و واقفیت کے لئے لکھتا ہوں جو نہایت دلچسپ اور اصل واقعہ کا انکشاف کرنے والا ہوگا۔

اخوان دیندار و مومنین، غیرت شعار و حامیان دین اسلام و متبعین سنت خیر الانام پر روشن ہو۔ کہ اس خاکسار نے ایک کتاب متضمن اثبات

[1] اس اہنکار کے لئے دیکھیئے تبلیغ رسالت جلد اول اشتہارات متعلقہ براہین احمدیہ
[2] تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ٢ [3] تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ٢ سے ٥ تک
[4] تبلیغ رسالت ۶ سے ۹ تک۔

حقانیت قرآن و صداقت دین اسلام ایسی تالیف کی ہے جس کے مطالعہ کے بعد طالب حق سے بجز قبولیت اسلام اور کچھہ بن نہ پڑے اور اس کے جواب میں قلم اٹھانے کی کسی کو جرأت نہ ہو سکے..... لہذا اخوان مومنین سے درخواست ہے کہ وہ اس کار خیر میں شریک ہوں۔ اور اس کے مصارف طبع میں معاونت کریں۔ اغنیا لوگ اگر اپنے مطبخ کا ایک دن کا خرچ بھی عنایت فرماوینگے۔ تو یہ کتاب بسہولت چھپ جائے گی وغیرہ اپریل ۱۸۷۹ء؁ اس کے بعد متواتر اس کتاب کے لیئے ۱۲ عدد[۲] اشتہارات نکالے جس میں بڑے بڑے دعوے اور سبز باغ دکھائے گئے منجملہ ان اشتہارات کے ایک اشتہار بعنوان (ضروری گذارش) میں یہاں تک لکھدیا کہ کتاب کی اصل قیمت سو روپیہ[۲] ہے۔ اس کے عوض میں دس یا پچیس ۲۵ روپے.. ... ناچیز قیمت بھی مسلمان پیشگی ادا نہ کریں۔ تو گویا وہ کام کے انجام سے آپ مانع ہونگے صفحہ ۲۵ تبلیغ رسالت

غرضیکہ ان اشتہارات میں مسلمانوں سے روپیہ وصول کرنے کے لیئے کبھی آریہ سماج کا نام لیکر کبھی عیسائیوں کی یاد دلا کر خوب جوش دلایا۔ اور خوب ابھارا۔ اور پے در پے اشتہارات سے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ اور سینکڑوں آدمی اس دام تزویر میں پھنس گئے۔ اہل اسلام کے جوش کو قایم رکھنے کے لئے ایک طرف تو نہایت

---

[۱] تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۲ تک
[۲] تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۲۵ و ۲۴

درد انگیز اور پر جوش اپیلیں بذریعہ اشتہارات متواتر شایع کی ہیں
ہیں اور دوسری طرف ہندوؤں اور عیسائیوں وغیرہ سے چھیڑ خانی بھی برابر
جاری ہے۔ تاکہ عام مسلمانوں کا جوش ٹھنڈا ہو کر فراہمی زر میں کمی
نہ واقع ہو جائے۔ کیونکہ یہی ترکیب اس کام کے لیئے نہایت موزوں تھی بقول

سہ وصیرت وعظی احبولۃ
ادیغ القنیص لہا والقنیصہ

یعنی میں نے اپنے وعظ کو جال بنا لیا ہے۔ جس کے ذریعہ ہر نر و مادہ کا
شکار کرتا ہوں۔ الغرض آپ کی اشتہار بازی نے عام مسلمانوں کو اپنی طرف
متوجہ کر لیا اور آپ نے ہر رنگ کے مسلمان سے اپنا مقصد پورا کیا۔ بقول حریری
رحمۃ اللہ علیہ سہ

وانما الدھر المسی المعتدی
مال بنا حتی غدا دنا لجتدی
کل ندی الراحۃ عذب المورد
وکل جعد الکف مغلول الید
بکل فن وبکل مقصد

یعنی بے شک بدکار اور ظالم زمانہ ہماری طرف ایسا متوجہ ہوا ہے۔ کہ
ہم ہر سخی و شیریں چشمہ اور بخیل بستہ دست سے اپنے ہر فن اور ہر مقصد کے
ساتھ عطا کو طلب کرتے ہیں
چنانچہ آپ نے اسی ضمن میں منجملہ اور اشتہارات کے ایک نہایت ہی دل آزار اور اشتعال انگیز
خلاف واقعات اور صداقت سے گرا ہوا اشتہار بعنوان (مسلمانوں
کی نازک حالت اور انگریزی گورنمنٹ) شایع کیا جو تبلیغ رسالت
جلد اول صفحہ ۳۸ اور براہین احمدیہ جلد چہارم کے ٹائٹل پر درج ہے۔ جس

کے بعض اقتباسات ذیل میں درج کرتا ہوں"۔ ان کے محقق پنڈتوں کو خوب معلوم ہے۔ کہ کسی وید میں گائے کا حرام ہونا نہیں پایا جاتا۔ بلکہ رگوید کے پہلے حصہ سے ہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ وید کے زمانہ میں گائے کا گوشت عام طور پر بازاروں میں بکتا تھا۔ اور آریہ لوگ بخوشی وخاطر اس کو کھاتے تھے (صفحہ ۴۱ تبلیغ رسالت) "غرض وید کے تمام رشیوں اور منو جی اور بیاس جی نے گوشت گائے کا استعمال فرائض دینی میں داخل کیا ہے اور موجب ثواب سمجھا ہے" (صفحہ ۴۱) پھر رشی دیانند کے متعلق درفشانی فرماتے ہیں "اور بعض ضرورت کے موقعوں پر گاؤکشی کو مناسب بھی سمجھا۔ جیسا کہ ان کے ستیارتھ پرکاش اور وید بھاشیہ سے ظاہر ہے۔ صفحہ ۴۱ و ۴۲ ۔ تبلیغ رسالت

جائے غور ہے کہ جب اس اشتہار کے موضوع میں اس بات کا کوئی محل ہی نہیں تھا۔ تو پھر خواہ مخواہ اس بے واسطہ مضمون کا اندراج ہر ایک صاحب بصیرت کو اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے۔ کہ یہ عمداً کسی خاص غرض کے لیئے جذبات کو بھڑکانے اور اشتعال دلانے کے لیئے لکھا گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس مضمون سے ہندو سخت مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور مرزا صاحب اس مخالفت کے سبب سے مسلمانوں کی زیادہ ہمدردی کے مستحق ہو کر اپنے مقاصد میں باسانی کامیاب ہو سکیں۔

اسی طرح مرزا صاحب نے بہت سے اشتہارات[۱] شایع کیئے

---

[۱] دیکھیئے تبلیغ رسالت و پرانی تحریریں

جن کا ذکر یہاں باعث طوالت سمجھکر چھوڑ دیا گیا ہے۔

اس بیان کے تحریر کرنے کا یہاں محض یہ مقصد ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ مرزا صاحب کے متواتر اور مسلسل حملوں نے شہید اکبر پنڈت لیکھرام جی کو اِسبات کے لیئے مجبور کر دیا۔ کہ وہ مرزا صاحب کی غلط فہمیوں کا جواب باصواب دے کر صداقت کا اظہار کریں۔

کچھ الفاظ شہید دہرم آریہ مسافر کے متعلق

دل میں ہے ان کی یاد نگاہوں میں ان کی شکل
آنکھیں ہیں مدتوں سے سوئے در لگی ہوئیں

ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ شہید اکبر شری پنڈت لیکھرام جی کو مجبوراً مرزا صاحب کے اعتراضات کے جوابات دینے کے لیئے اس میدان میں آنا پڑا۔ اور انہوں نے اپنی تمام جدوجہد کو مدافعانہ طور پر ہی صرف کیا۔

قابل تعظیم پنڈت جی نے ۱۸۸۱ء میں آریہ سماج پشاور قایم کیا۔ اور ویدک دہرم پرچار کے لیئے دہرم اپدیش نامی رسالہ نکالا۔ ۱۸۸۲ء میں ایک مشہور کتاب نوید بیدگاں لکھی۔ اور ۱۸۸۴ء میں اپنی ملازمت سے استعفیٰ دیکر لاہور تشریف لے آئے۔ اس سے پہلے مرزا صاحب براہین احمدیہ کی چار جلدیں شایع کر چکے تھے۔

لاہور میں آنے کے کچھ عرصہ بعد شری پنڈت جی آریہ گزٹ فیروزپور کے ایڈیٹر ہو گئے۔ ان دنوں مرزا صاحب بڑے زور شور سے ویدک دہرم کے خلاف لکھ رہے تھے اس لیئے پنڈت جی نے مرزا صاحب کے اختراع کردہ اعتراضات

کے ہوائی قلعہ کو علمی لیاقت سے مسمار کرنا ضروری سمجھا۔

لہذا پنڈت جی اسی کام کے لئے ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ جن لوگوں نے شہید اکبر کی سوانحعمری کا مطالعہ کیا ہے یا جنہوں نے بذات خود اس چشمہ فیض سے اپنے تشنۂ دل کو سیراب کر کے اس شمع ہدایت سے روشنی کو حاصل کیا ہے ان پر یہ امر مخفی نہیں کہ جس روز سے آپ نے آریہ سماج میں قدم رکھا اسی دن سے تا حیات آپ کس بخوبی استقلال ثابت قدمی اور اولو العزمی سے ویدک دہرم کی اشاعت میں مصروف رہے اور لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کس سرگرمی سے کوشاں رہے۔ آپ کی تقریر میں وہ جادو بیانی تھی کہ بڑے بڑے متکبرین اور مخالفین کے دل بھی مسخر ہو جاتے تھے۔ اور وہ زور تھا کہ سخت سے سخت سنگدلوں کج فہموں کا بھی زہرہ لرزاٹھتا تھا وہ تاثیر تھی جو سامعین کو محو حیرت کر دیتی تھی۔ اور وہ جدت تھی جو کور باطن اور شریر النفس انسانوں کو بت بدیوار بنا دیتی تھی حاضر جوابی میں تو وہ کمال تھا کہ مقابل کے لب پر مہر سکوت ثبت ہو جاتی تھی۔ تحریر کا تو کہنا ہی کیا اس میں تحقیقات و تدقیقات کا وہ ذخیرہ تھا کہ علامہ دہر بھی حیران و ششدر رہ جاتے تھے اس کے ساتھ ہی بے خوفی اور بہادری کا جذبہ تو خدا نے آپ کی فطرت میں ودیعت کر رکھا تھا۔ دل جام معرفت سے مخمور اور دماغ علمی خزانہ سے معمور۔ چہرہ حسن خلق کے سبب خنداں اور پیشانی مثل ماہ درخشاں کے منور تھی آپ کی جمیع الکمال ہمتی نے تھوڑے ہی ایام میں وہ اثر پیدا کر دیا

جو طالبان حق کے لئے آبحیات اور مفسدین کے لئے سم قاتل کا کام دے گیا آپ نے اپنی تحریر و تقریر کے ذریعے سے مخالفین کے دلوں میں ویدک دھرم کی عظمت کا سکہ ایسا بٹھا دیا کہ ان میں اس کے برخلاف بولنے تک کی جرات نہ رہی

اور ان کے اعتراضات کا ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ مقابلہ میں قلم اٹھانے کی ہمت تک نہ رہی۔

جس براہین احمدیہ جس کو مرزا صاحب نے نہایت ہی جانسوزی اور عرق ریزی سے عرصہ چھ سال کے اندر پایہ تکمیل تک نہیں بلکہ ۴/۵ حصہ تک بمشکل پہنچایا تھا۔ اور بڑی بڑی لمبی چوڑی امیدیں اس کے لئے مسلمانوں کو دلائی تھیں۔ شری یت پنڈت لیکھرام جی نے نہایت ہی قلیل عرصہ میں اس کا ایسا دندان شکن جواب تکذیب براہین احمدیہ کی صورت میں دیا کہ جس سے مرزا صاحب مرحوم کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا اور حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔

پھر ۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب قادیانی نے اپنی ذہنی اختراعات کو کتاب سرمہ چشم آریہ کی صورت میں طبع کر کے ملک کے دماغوں کو مکدر اور بدبودار کرنے کی کوشش کی جس کا علاج شری پنڈت جی نے خبط احمدیہ کے نسخہ سے کر دیا۔

نیز اس نسخہ کے سبب تالیف میں جو الفاظ پنڈت جی نے لکھے ہیں ان کا تحریر کرنا میں یہاں ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ طالبان حق کو اس بات کا علم ہو جائے کہ پنڈت جی نے مرزا صاحب کا جواب دینے کے لئے ہی اپنی قلم کو حرکت دی۔

سبب تالیف نسخہ خبط احمدیہ

حق پسندوں کو یہ حق الامر معلوم ہو۔ کہ تکذیب براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد ہمارا منشا ہرگز کوئی رسالہ بجواب مرزا صاحب یا بہ تردید اصول محمدیہ، لکھنے کا نہ تھا اور نہ نسخہ خبط احمدیہ کا خیال تھا تکذیب براہین احمدیہ کا مسودہ ابھی تیار ہی ہو رہا تھا کہ مرزا صاحب نے ہوشیار پور جا کر ہمارے مہربان ماسٹر مرلیدھر صاحب سکرٹری آریہ سماج سے مباحثہ چھیڑا اور ایک کتاب ۲۶۰ صفحہ کی سرمہ چشم آریہ نامی طیار کر کے چھپوا دی۔

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ پنڈت جی نے اس کا جواب نہایت ہی مدلل نسخہ خبط احمدیہ کی صورت میں دیا۔

مگر بجائے اس کے کہ مرزا صاحب اس نسخہ سے کچھ فائدہ حاصل کرتے اور دل کو صاف کر کے سچائی کو سمجھنے کی کوشش کرتے برعکس اس کے بمصداق ؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی آتش غیظ و غضب آپ کے دل میں بھڑک اٹھی۔ آخر کیا کرتے بے بس تھے اگر دوسرے حقیقت پر اپنی رنگین نگاری کا نقاب ڈالنا چاہتے ہیں تو پنڈت جی فوراً اس حجاب کو اپنی سنان قلم سے پارہ پارہ کر دیتے ہیں اگر میدان مناظرہ میں نکلتے ہیں تو ان کی حاضر جوابی سے منہ کی کھانی پڑتی ہے اگر معجزات اور کرامات کا جال بچھاتے ہیں تو اسے بھی تار تار کر دیا جاتا ہے عجب کشمکش اور تذبذب میں ہیں۔ بمصداق ؎

واعظ و ساقی میں ضد ہے بادہ کش چکر میں ہے
یہ تو یہ اور لب دوبا ہوا ساغر میں ہے

ان حالات سے متاثر ہو کر مرزا صاحب کے
دل میں آتش حسد شعلہ زن ہوتی ہے کہ جس کے بڑے بڑے شرارے بسا اوقات رشحات قلم کا لقمہ اڑتے ہوئے نظر آتے تھے۔ چنانچہ اس ثبوت کے لئے کچھ اقتباسات آپ کے ایک اشتہار سے مشتے نمونہ از خروارے ہدیہ ناظرین ہیں تاکہ مرزا صاحب کے دل کی اصلی حالت کا نقشہ سامنے آجائے۔

وہ اشتہار تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۹۵ پر بعنوان (اعلان) مندرج ہے..
آریوں کی عقل کو تعصب نے لے لیا۔ بغض اور کینہ کے غبار سے ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اب اس روشنی کے زمانہ میں وید کو خدا کا کلام[ل] ماننا چاہتے...
اس دزد منش[ل] کی روبہ بازیوں کا تدارک ازبس ضروری ہے جو مدت سے برقع میں اپنا منہ چھپا کر کبھی اپنے اشتہاروں میں ہمیں گالیاں دیتا ہے اور کبھی ہم پر تہمتیں لگاتا ہے اور فریبوں کی طرف نسبت دیتا ہے۔ لہذا ہم لعد اس دعا کے کہ یا الٰہی تو اس کا اور ہمارا فیصلہ کر۔

(خفا کس سے ہو بتلا دُ غضب سے رخ پہ لالی ہے
جبین پر چین ہے ترچھی نظر ہے منہ پہ گالی ہے) مؤلف

... اگر اس مدت تک کوئی ایسی الہامی پیشگوئی ظہور میں آگئی جس کے مقابلہ سے وہ عاجز رہ جائے یا تو اس جگہ اپنی لمبی چوٹی کٹا کر اور رشتہ بے سود زنار کو توڑ کر اس پاک جماعت میں داخل ہو جائے...... ہمارا نام

ل یہ سطور لکھتے وقت بے چارے مرزا صاحب کو کیا پتہ تھا کہ مجھے بذات خود ہی وید خدا کا کلام ماننا پڑیگا دیکھو پیغام صلح ص۲ چور خصلت

فریب رکھکر الہامات ربانی کو سراسر فریب قرار دیا۔ پورانے وحشی آریوں کی طرح ہمیں گندی گالیاں دیں.... ایسے یاوہ گو اور جنگجو کو مندرجہ ذیل انعام جو فی الحقیقت فش زنی اور رہزنی اور ظالم منشی کی حالت میں اس کے لائق ہے دیتا ہوں..... اس کے آگے دس بار لفظ لعنت لکھا ہے شحنہ حق صفحہ ۲۶ سے ۲۹ تک۔

اِن حوالجات سے مرزا صاحب کی بے بسی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ کس طرح انہوں نے حالت غیض وغضب میں شرافت اور شائستگی کو بالائے طاق رکھ کر دائرہ تہذیب سے تجاوز کرتے ہوئے سخت کلامی سے کام لیا ہے جو کسی صورت میں بھی ایک مہذب انسان کے شایان شایاں نہیں ہے

صاحبان یہاں تک مرزا صاحب اور پنڈت جی کے ابتدائی حالات لکھ کر ہم آپکو اس مقام پر لے آئے ہیں جہاں سے ہماری کتاب کا اصل موضوع شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر اس قدر حالات تحریر نہ کئے جاتے تو یہ معلوم نہ ہو سکتا۔ کہ در اصل معاملہ کہاں سے اور کیسے شروع ہوا۔

ابتدا کیسے ہوئی

سب سے قبل مرزا صاحب نے ایک خط جو تبلیغ رسالت جلد اول کے صفحہ ۱۱۶ پر درج ہے شایع کیا۔ جس کے لئے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ خط مولیٰ کریم کی اجازت سے ارسال کیا گیا۔

جس کا خلاصہ[1] حسب ذیل ہے

کتاب براہین احمدیہ کا مکمل طہور[2] سے شایع ہونا طویل مدت پر موقوف ہے اس لئے بالفعل بغرض اتمام حجت یہ خط رجسٹری ۲۴۰ کاپی معہ اشتہار انگریزی (جس کی ۸ ہزار کاپی چھپوائی گئی ہے) اس کی ایک ایک کاپی بخدمت پادری صاحبان پنجاب و ہندوستان و انگلستان وغیرہ بلاد جہاں تک ارسال خط ممکن ہے جو اپنی قوم میں خاص طور پر مشہور اور معزز ہوں اور بخدمت برہمو و آریہ و نیچری و مولوی صاحبان جو وجود خوارق و کرامات سے منکر ہیں ارسال کی جاوے۔

دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے وہ اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے۔ صرف قرآن ہے (اگر) آپ کو اس دین کی حقانیت یا اُن آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہے تو آپ طالب صادق بن کر قادیاں میں تشریف لادیں۔ اور ایک سال اس عاجز کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کرلیں۔ اور اگر اس عرصہ میں کسی آسمانی نشان کا آپکو مشاہدہ نہ ہو۔ تو دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپکو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا وغیرہ

---

[1] مرزا صاحب کے کلام میں تواتر اور اطناب بہ کثرت پایا جاتا ہے اس لئے جن باتوں کو لکھنا میرے لئے ضروری ہے انہیں پر ہی اکتفا کرونگا تاکہ ضخامت کتاب نہ بڑھ جاوے [2] طہور کو ہائے ہوز سے لکھا ہے۔ بقول کہ ہائے حطی سے گر جا لکھتے ہیں ہوز سے ہمارے۔

اس خط سے مرزا صاحب کی جدت طرازی اور اشتہار بازی میں کمالیت کی داد دینی پڑتی ہے۔ کہ اس بہانہ سے اور اگر کچھ بھی نہ ہو۔ تو کم از کم ۸ ہزار معزز اور سرکردہ اصحاب کے پاس آپ کا اسم مبارک تو پہنچ ہی گیا۔ ؎

شغل تو ہے خواہ کیسا ہی سہی
نہ سہی وصل تمنا ہی سہی

اور ممکن ہے کہ کوئی اجنبی ناواقف سادہ لوح دام تذویر میں پھنس ہی جاوے کیونکہ ہر معزز اصحاب کا اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر ایک سال قادیاں میں مقید رہنا محال ہے۔

اس خط میں دو سو روپیہ ماہوار بطور حرجانہ و جرمانہ دینے کا وعدہ ہے یہ بات خاص قابل ذکر ہے کیونکہ آگے چل کر مرزا صاحب اس کی عجیب و غریب تاویل کر کے ٹال مٹول کرنے کی کوشش کریں گے۔

یہ پہلا خط ہے جس کے ذریعے کہ مختلف الخیال لوگوں کو دو سو روپیہ ماہوار کی شرط پر مرزا صاحب نے قادیاں میں آنے کی دعوت دی۔ بالفرض محال اگر دس شخص بھی تشریف لے آتے تو کیا اس وقت دو ہزار روپیہ ماہوار ادا کرنا مرزا صاحب کے امکان میں تھا جس صورت میں کہ وہ خود رقمطراز ہیں۔

کہ وہ میرا ناصر اور معاون ہوا۔ مجھے صرف اپنے دستر خوان اور روٹی کی فکر تھی۔ نزول مسیح صفحہ ۱۱۸

اس چٹھی پر نظر غور کرنے سے کیا ہر ایک صاحب بصیرت اس نتیجہ پر نہیں پہنچیگا۔ کہ یہ ایک محض اشتہار بازی ہی تھی۔

خیر ہمیں اس سے کوئی خاص مطلب نہیں۔ ہمارا مقصد تو صرف یہ ہے

کہ حضرت مرزا صاحب نے دو سو روپیہ ماہوار کی ڈگڈگی بجا کر خاص مشہور اور معزز لوگوں کو قادیاں میں ایک سال کے لئے اپنے درِ دولت پر آنے کی دعوت[۱] دی۔ یہ خط شری پنڈت جی کو بھی ملا۔ جس کے متعلق انہوں نے لکھا۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ مبلغ ۲۴۰۰ روپیہ خزانہ سرکار میں جمع کرا دیں۔ اور ایک اقرار نامہ تحریر کر دیں کہ اگر ایک سال تک آپ کی ہدایت اور آسمانی نشانات و معجزات وغیرہ سے تسلی نہ پا کر آپ کے دین کو قبول نہ کروں تو وہ ۲۴۰۰ روپیہ بطور حرجانہ کے بلا عذر و حیلہ خزانہ سرکار سے مجھ کو مل جائے مجھے ایک سال کے لئے آپ کی شاگردی سچے دل سے منظور ہے بروقت آنیکا کامل جواب اور داخل ہو جانے مبلغان حرجانہ کے اور تجویز ہو جانے شرائط اقرار نامہ کے بندہ بلا عذر حاضر خدمت ہو جائے گا ۱۳۔ اپریل ۱۸۸۵ء لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور از امرتسر کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۰۸

اس کے جواب میں جو خط مرزا صاحب کی طرف سے موصول ہوا اس میں عجیب و غریب اور جدید شرائط کا اضافہ تھا۔ جس کا اختصار یہ ہے۔

آپ نے میرے خط کا مطالعہ نہیں کیا۔ کیونکہ اول اس عاجز نے اپنے خط مطبوعہ کے مخاطب وہ لوگ ٹھیرائے ہیں جو اپنی قوم میں معزز علماء اور مشہور اور مقتدر ہیں جن کا ہدایت پانا ایک گروہ کثیر پر موثر ہو سکتا

---

۱ مگر افسوس کہ کوئی حسب منشاء مرزا صاحب قادیاں میں نہ آیا۔

ہے۔ مگر آپ اس حیثیت اور مرتبہ کے آدمی نہیں۔ اگر آپ ایسے ہی ہیں تو پانچ آریہ سماجوں سے رفادیاں۔ لاہور۔ لدھیانہ۔ امرتسر۔ پشاور) میں جس قدر ممبر ہیں۔ سب کی طرف سے ایک اقرار نامہ حلفاً اس مضمون کا پیش کریں کہ پنڈت لیکھرام صاحب ہم سب لوگوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں اگر وہ اس مقابلہ میں مغلوب ہو جائیں گے اور کوئی نشان آسمانی دیکھ لیں گے تو ہم سب لوگ بلا توقف شرف اسلام سے مشرف ہو جائیں گے۔

اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ قابل خطاب نہیں۔ عام ہے۔ کیا اس جگہ کے بعض آریہ سماج کے ممبروں کی شہادت سے جنہوں نے بچشم خود بعض نشانوں کو دیکھا ہے مسلمان ہو جاوینگے اور اس اقرار نامہ پر دس یا بیس مسلمانوں اور بعض پادریوں کے دستخط بھی ہوں۔

خاکسار غلام احمد قادیان اپریل ۱۸۸۵

اِن خطوط پر کوئی خاص حاشیہ آرائی اور کسی قسم کی تنقید کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے ہر ایک خط کا اختصار اس کے اصل مفہوم کے ساتھ ہی درج کر دینا کافی ہے۔ یہ تمام خطوط کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۰۸ سے لیکر ۴۱۴ تک درج ہیں وہاں مفصل ملاحظہ فرماویں۔

اس کا جواب شری پنڈت جی نے اسطرح دیا

ف ۲۔ مرزا صاحب نے اسی جگہ پر جان بوجھ کر ٹالنے کی کوشش کی ہے کیونکہ انہوں نے خود ہی تسلیم کیا ہے کہ وہ آریوں کا ایک بڑا ایڈوکیٹ اور لیکچرار تھا نزول المسیح صفحہ ۱۴۰

آپ کا خط جو ۹ راپریل ۱۹۰۵ء کو میرے جواب میں آیا۔ اس کے پڑھنے سے اور ہی کیفیت نظر آئی۔ سچ ہے ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں اور دکھانے کے اور۔ میرا خیال تھا کہ آپ بموجب مضمون خط وعدے کے بھی ایسے ہی اچھے ہوں گے۔ مگر وہ غلط نکلا۔ بیشک یہ آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ کہ جو داعی کے پیچھے نہ چلے وہ گم ہے۔

مگر آریہ سماج کا اعتقاد اس سے مختلف ہے وہ لکیر کے فقیر نہیں ہماری پاک سوسائیٹی کا اصول یہ ہے ؎

کہ نادر دوزخ کے ارادے نقش گئے ؛ جو کوئی بندوں کے بندے بن گئے

ایک معزز کے ایمان لانے سے جاہل قوم تو مائل ہو سکتی ہے۔ مگر عاقل اور مہذب قوم ایسا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ کبھی نادان لڑکا بھی تیر نشانہ پر مارتا ہے اور کبھی روشن رائے سے بھی تدبیر درست نہیں آتی۔ اور آپ کا پانچ آریہ سماجوں کے مسلمان ہونیکا مطالبہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ حیلہ جورا بہانہ بسیار۔

کیا آپ مندرجہ ذیل مسلمانوں کی شہادت کو کافی سمجھ کر جنہوں نے کامل تحقیقات کر کے آریہ دہرم کو اختیار کیا ہے ویدک دہرم قبول کرنے پر مجبور ہو سکتے ہیں۔ مولوی محمد عمر۔ مولوی عبداللہ صاحب مولوی غلام شاہ صاحب قاضی نظام الدین صاحب حافظ غلام مصطفےٰ صاحب۔

نیز میرے جیسے آدمی کا خدانخواستہ مسلمان ہو جانا دین اسلام کی خوارق عادت کا ایک بہتر دبرتر معجزہ ہوگا۔ دیگر قادیاں میں کوئی آریہ سماج بھی نہیں محض دو تین آریہ ہیں۔ آپ کا یہ تحریر کرنا کہ پانچ سماجوں کے ممبروں سے اقرارنامہ حلفاً تحریر کرا کر ارسال کریں صرف ٹال مٹول حیلہ پردازی

وظاہر آرائی معلوم ہوتی ہے۔

ورنہ جس سماج سے بھی آپ چاہیں براہ راست یا میری معرفت اور اس کے سوا بھی تسلی کر سکتے ہیں۔

میں اس طمع نفسانی سے پاک ہوں محض تحقیق حق منظور ہے۔ میں عام آریوں میں سے نہیں ہوں (یہ خیال آپ کا درست نہیں)

اپریل ۱۸۸۵ء از لاہور۔ نیازمند لیکھرام

جواب مرزا صاحب

آپ نے خط میں تہذیب سے تجاوز کیا ہے۔ اور اسلام کی نسبت تمسخرانہ طور سے توہین اور ہتک کے کلمات تحریر کئے ہیں۔ میں نے سات سو خط اتمام حجت کے لئے مخالفین مذاہب کی طرف روانہ کئے ہیں۔ میرا ارادہ بڑے بڑے آدمیوں کے لئے یہ خیال تھا۔ کہ ان کی نوکری اور تجارت وغیرہ سے آمدنی جس سے وہ موجودہ معاش حاصل کرتے ہیں ۲۰۰ روپیہ ماہوار کے قریب ہوگی۔ اگر آپ دو سو روپیہ ماہوار پاتے ہیں تو مجھے دینے میں عذر نہیں آپ جو تنخواہ نوکری کی حالت میں پاتے رہے۔ وہی حسب شرائط مندرجہ خطوط مطبوعہ آپ کو دونگا۔ اور اگر ہر ایک ادنےٰ اور اعلےٰ کے لئے دو سو روپیہ ماہوار دینا تجویز کروں۔ تو اس قدر روپیہ کہاں سے لاؤں۔

بہتر ہے کہ آپ دو تین دن کے لئے قادیاں آجاویں اور بالمواجہ

لہ افسوس کہ آپ کا خیال غلط ثابت ہوا۔

ٹہ وہاں نوحجانہ اور جرمانہ دو باتیں لکھی تھیں۔ مگر یہاں تنخواہ کا بہانہ بنا کر ٹال مٹول کرنے لگے۔

گفتگو کرکے تصفیہ کرلیں۔ میں کوئی حیلہ بہانہ نہیں کرنا چاہتا۔ آپ نے لکھا ہے کہ قادیاں کے آریہ لوگوں سے آپ کی کرامات کی قلعی کھل چکی ہے اگر آپ راستی کے طالب تھے تو قادیاں میں آکر میرے سامنے ان سے پوچھتے۔ آپ پر لازم ہے کہ آپ اس ظن فاسد سے مخلصی حاصل کرنے کے لئے قادیاں آویں۔

۱۶/اپریل ۱۸۸۶ء مرزا غلام احمد

پنڈت جی کی طرف سے جواب

مہربان مرزا غلام احمد صاحب میں نے بغور خط کا مطالعہ کیا ہے مگر کوئی کلمہ اس میں دور از تہذیب و ادب اس میں نہیں دیکھا۔ جس طرح آپ نے اتمام حجت کے لئے خطوط ارسال کئے ہیں اسی طرح میں نے بھی تردید حجت پر کمر باندھی ہے آپ کے پہلے خط کا مطلب اور تھا۔ دوسرے سے کچھ اور ہی ظاہر ہوتا ہے اور تیسرے سے کچھ اور ہی نتیجہ نکلتا ہے قادیاں کے آریوں پر میں نے تہمت نہیں لگائی۔ بلکہ میرے پاس قوی دلائل اور ثبوت ہیں

لہ دیکھئے اشتہار واجب الاظہار۔ اس میں لالہ شرمپت رائے اور ملاوامل جی دونوں ہر ایک قسم کے الہامات کے لئے جو براہین احمدیہ وغیرہ میں ان کے متعلق لکھے ہیں۔ ان کی صحت سے انکاری ہیں اشتہار بہت لمبا ہے اس لئے بخوف طوالت درج نہیں کیا کلیات آریہ مسافر صفحہ ۱۶ ۱۱م پر ملاحظہ فرمائیں

منجملہ اس قادیان کے آریوں کا ایک خط یہ ہے۔ جناب مکرم و معظم بندگان لیکھرام صاحب نوازش نامہ دربارہ استفسار و احوال کرامات وغیرہ جو مرزا غلام احمد صاحب نے مایاں کی نسبت براہین احمدیہ میں لکھا ہوگا۔ پہنچا۔ جناب من یہاں پر سماج نہیں ہے

جو تکذیب براہین احمدیہ میں عنقریب چھپ جائیں گے۔ مجھے تحقیق حق منظور ہے اور بفضل ایزدی چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کو جو راہ راست سے بے خبر ہیں صراط مستقیم یعنی ہدایت وید اقدس کی تعلیم دوں۔

قرآن۔ انجیل۔ توریت۔ زبور وغیرہ کتب ہائے ادیان مختلفہ کو بخوبی مطالعہ کیا ہے اور دلائل عقلی و نقلی سے ان پر بحث کرنے کے لئے موجود ہیں آپ اگر درحقیقت وعدہ کے سچے اور اصلاح خلق کے لئے مامور ہیں تو مبلغ ۲۴۰۰ روپیہ خزانہ سرکار میں داخل کر کے اقرارنامہ تحریر کر دیں۔

اگر آپ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے بقول اپنے مامور ہیں تو اس اقرارنامہ اور ادخال روپیہ سے کیوں گریز فرماتے ہیں جب سانچ کو آنچ نہیں۔ اور آپکو اپنے کراماتی سکہ پر امید ہے کہ قلب ہنیں ہے تو کل عذر و معذرت اور حیلہ جوئی بیکار ہے جب خدا نے پیشینگوئی فرمائی اور علاوہ بریں آپ نے کئی مرتبہ آزمائی تو ہم کو ملزم و لا جواب اور مغلوب ہونا ہی پڑے گا۔ خدا نے وعدہ آپ سے فرمایا ہے اور آپ ہی وعدہ پورا کرنے سے پہلو تہی فرما رہے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے خطوط سے ظاہر ہے پس کس طرح مانا جاوے کہ اس میں تخلف کا امکان ہنیں ہے جب کہ آپ کو بھی اس کا کامل امتحان ہنیں۔ ہیں ایک سال قادیان کی حاضرباشی

حاشیہ بقیہ:۔ ہم صرف چار پانچ اشخاص آریہ ہیں سو ہم میں سے کوئی کسی قسم کی کرامات وغیرہ یا عدا تنتیں انکی کا قائل ہنیں ہم لوگوں کے جو اصول آریوں کے ہیں وہی ہیں

نیازمندان

کلیان آریہ سماج فرضی ۔ پت رائے داچھر دمل دکشن سنگھ و دیارام وغیرہ

ازمقام قادیاں ضلع گورداسپور

صد تہ دل سے منظور کرتا ہوں اگر اب بھی حیلہ بہانہ ہی رہا۔ تو زیادہ خط و کتابت فضول ہوگی۔

۲۹ اپریل ۱۸۸۵ء لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے ایک اور نئی شرط کا اضافہ کیا اور کہا کہ تم روپیہ جمع کرانے پر اصرار کر رہے ہو۔ اور چند اخبارات میں بھی چھپوا کر مجھے بدنام کرنا چاہا ہے۔ کہ میں ذی عزت آدمی ہوں اور طالب حق بھی ہوں تو پھر کیوں روپیہ جمع کرا کر مجھے آسمانی نشان دیکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ چونکہ آپ کا اصرار اپنے اس دعوے پر غایت درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ پشاور سے لیکر بمبئی تک تمام سماجیں مجھے معزز اور بزرگ اور سرگروہ سمجھتی ہیں۔ تو ہم آپ کی درخواست منظور کرتے ہیں۔ اور چوبیس سو روپیہ جمع کرانے کو تیار ہیں۔ مگر اس شرط پر کہ آپ بھی درحالت انکار اسلام بطور تاوان اسی قدر (۲۴۰۰) روپیہ جمع کرا دیں کیونکہ جیسے آپکو یہ اندیشہ ہے کہ بصورت مغلوب ہونے اس عاجز کے چوبیس صد روپیہ جبراً وصول نہیں کر سکتے۔ علی ہذا القیاس مجھے بھی شک ہے کہ میں بھی بعد مغلوب ہونے آپکے آپ کو جبراً مسلمان نہیں کر سکتا۔ اگر آپ اسلام کو قبول کرنے میں صادق النیت ہیں۔ تو آپ کو روپیہ جمع کرنے میں کچھ نقصان اور اندیشہ نہیں ہے۔

اور آپ نے ان شرائط کو جو عین انصاف اور حق پسندی[1] پر مبنی ہیں قبول نہ کیا تو بیس روز کے بعد اخبارات میں چھپوا دیا جائیگا۔ کہ یہ محض آپ کی لاف و گزاف تھی۔ بیکس نیت نہ تھی۔ ۹ جولائی ۱۸۸۵ء خاکسار غلام احمد

---

[1] حق پسندی پہ یا گریز پر ۔

اس خط کا جواب جو شری پنڈت جی نے دیا اس کو ذرا
بوضاحت تحریر کرنے کی ضرورت ہے وہ حسب ذیل ہے۔

بجواب تحریر کیا جاتا ہے کہ ہمارے خط و کتابت کے سلسلہ کی بنیاد مطبع تر تفائی میں چھپا ہوا خط ہے جس کے لئے آپ کو خدا کی طرف سے غیر مذاہب والوں کو دین اسلام کی دعوت کیلئے بھیجنے کا حکم ہوا تھا (جو آپ کے دعوی کے جس میں مرقوم تھا) جو کوئی ایک سال قادیان میں رہ اور نشان آسمانی و خوارق عادات و صداقت دین اسلام کے مشاہدہ سے تسلی نہ پاکر اسلام قبول نہ کرے تو آپ اُسے دو سو روپیہ ماہوار دینگے مگر اس خط میں آپ (برخلاف اس کے) ایک نئی حجت پیش کرتے ہیں کہ بالمقابل میں بھی چوبیس صد روپیہ جمع کرا دوں۔ یہ آپکا اپنے وعدہ سے اعراض ہے۔ کیا دینداروں اور راستبازوں کے یہی کام ہوتے ہیں اور زیادہ تر لطف یہ ہے کہ آپ اس انحراف قطعیہ کو نہایت عمدہ اور مستحسن فرماتے ہیں۔ چونکہ آپ کا پہلا وعدہ قائم نہ رہا۔ اس لئے آپ اشتہار دیدیں کہ میرا پہلا اشتہار بوجہ ذیل باطل ہے۔

جب کہ آپ نے معجزہ کا دعوے بذریعہ اشتہار شایع کیا تھا تو آپ کو یقین نہایت مضبوط ہونا چاہیے تھا کہ ضرور معجزہ دکھائیں گے اور تاثیر اس کی تیر بہدف ہوگی اور مشاہدہ کنندہ بھی ضرور اسلام اختیار کرے گا کیونکہ معجزہ کے لغوی معنے عاجز کر دینے کے ہیں۔ آپکو اپنے دعوے پر خود ہی شک پیدا ہو گیا کہ میں آپ کے معجزہ سے عاجز نہیں ہو سکتا اور اسلام قبول نہیں کروں گا اس کے عوض میں آپ نے روپیہ ہرجانہ کے لینے کی تمنا کی ہے۔ دروغ گو را تا بدروازہ باید رسانید (کے مصداق

میں آپ کی نئی حجت کے لئے بھی حاضر ہوں جس وقت آپ چاہیں چوبیس سو روپیہ جمع کرا سکتا ہوں مگر مجھ کو آپ کے استقلال پر شک ہے اس لئے اس امر کی بھی صراحت ہونی چاہئے کہ کون سا آپ نشان آسمانی مجھے دکھائینگے آسمانی نشان یعنی سورج۔ چاند۔ ستارے ہیں پس علاوہ ان قدرتی نشانات کے آپ کوئی ذیل کا آسمانی نشان دکھادیں یعنی دوسرا آفتاب جس کا طلوع غروب سے اور غروب مشرق ہو۔ یا شق القمر کا معجزہ ہی اعادہ کر کے دکھادیں یعنی پورنماشی کی رات کو چاند دو ٹکڑے ہو جاوے اور اماوسیہ کی رات کو مثل پورنماشی کے پورا چاند ہو جاوے اس میں جو بھی آپ دکھا سکیں۔ تاریخ وقت مقرر کرلیں تاکہ عوام میں مشتہر کردیا جاوے اگر اب بھی آپ نے صاف جواب نہ دیا۔ تو خط و کتابت فضول ہوگی۔ نیز آپ نے اپنے خط میں تہذیب سے گری ہوئی طرز اختیار کی ہے۔ ۲۰ جولائی ۱۸۸۵ء نیاز مند لیکھرام امرتسر

اس کا جواب مرزا صاحب کی طرف سے موصول ہوا[1] اس کے متعلق شری پنڈت جی نے لکھا ہے۔

یادداشت

جو خط مرزا صاحب کا اس کے جواب میں آیا تھا وہ مطبع آفتاب پنجاب لاہور سے پیش دستیش ہوگیا ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ ہم یہ شرائط

---

[1] مرزا صاحب کے خط کا بہت سا حصہ جو خط پنڈت جی نے جواب میں لکھا ہے آگیا ہے اس لئے خط کے گم ہو جانے سے کوئی فرق نہیں آئیگا۔

ہیں کر سکتے اور نہ مطلوبہ نشانات بتلا سکتے ہیں۔ بلکہ ہم کو معلوم نہیں کہ کیا کچھ ظاہر ہوگا یا نہ ہوگا۔ غرضیکہ اس بلائے ناگہانی (دعوئے کرامات) سے پلہ چھوڑانا چاہتے ہیں بہت سا اس خط کا حصہ جواب میں بھی موجود ہے ناظرین ملاحظہ فرما دیں۔

چونکہ مرزا صاحب کا خط گم ہوگیا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت جی کے جواب کا بہت سا حصہ نقل کر دیا جاوے تاکہ گم شدہ خط کے مفہوم کا پتہ لگ سکے۔

مشفقی مرزا غلام احمد صاحب۔

بجواب خط مرقومہ ۲۱ جولائی آپ کے ہر ایک عذر کے مقابلہ پر مدلل تردید لکھتا ہوں۔

عذر اول۔ پہلے خط میں ۲۴۰۰ روپیہ دینے کا وعدہ ضرور تھا مگر پیشگی جمع کر دینے کی شرط نہیں تھی چونکہ آپ نے میرے وعدے کو معتبر نہ سمجھا سرکاری بنک میں روپیہ جمع کرنے کی زائد شرط لگا دی اس لئے میرے لئے بھی بالمقابل ۲۴۰۰ روپیہ جمع کرانے کا استحقاق پیدا ہوگیا۔

(تردید) آپ کو واجب تھا کہ اول اشتہار میں ہی صاف طور سے بطور قماربازاں دو بدو ۲۴۰۰ روپیہ کی شرط باندھ دیتے۔ تاکہ ترمیم تنسیخ کرنی پڑتی۔ اگر صاف طور سے پہلے ہی یہ شرط مرقوم ہوتی۔ تو کوئی عقلمند اس کا جواب نہ دیتا اور نہ مجھے تکلیف اٹھانے کی ضرورت ہوتی۔ مگر افسوس کہ آپ بجائے خجالت اٹھانے کے اپنی بھول کی حجت کرتے ہیں۔

(۲) وعدہ پر اعتبار نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ آپ نہ کوئی اہلکار نہ جاگیردار نہ پنشن خوار نہ تجار۔ نہ حرفت کار نہ کارخانہ دار نہ زمیندار نہ صاحب جائداد

اسلئے میں صرف قادیان کی ملکیت زمینداری کے بہت سے حصہ داروں میں سے
ایک حصہ دار ہیں. حیثیت تو یہ اور لاف وگزاف یہ کہ آٹھ ہزار دو سو چالیس خطوط
بطور اشتہار معززین کو ارسال کر دیئے. اگر سب روپیہ کا حساب کیا جاوے تو
دو کروڑ روپے کے قریب ہوتا ہے ماسوائے اس کے براہین احمدیہ کے جواب
لکھنے والے کو بھی دس ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ ہے (۳) جب کہ آپ گنج
قارون کے مالک ہیں تو اپنی کتاب کی اشاعت کے لیئے بھیک کیوں مانگتے
ہیں وغیرہ (۴) سچ تو یہ ہے کہ آپ نے اس لاف زنی سے ذریعہ معاش
کا پیدا کر لیا ہے لہذا میری طرف سے جو درخواست پیشگی زر معہود کی ہوئی. تو
کچھ بے جا نہیں ہے (۵) آپ کا یہ گمان غلط تھا کہ بسبب سختی شرائط کے آپ کے
پاس ایک گاؤں میں کوئی شخص ایک سال تک قید بے زنجیر رہنا قبول نہ
کریگا. تو بصورت خاموشی معترضین آپ کا دعوے بطور ڈگری یکطرفہ کے
ثابت ہوگا. مگر جب کہ آپ کا دعوے پر بندہ ایستادہ ہوگیا. اور بوجوہ شرط
عدم زر معہود پیشگی امانت رکھانا چاہا تو آپ نے برخلاف اشتہار کے
ایک نیا حیلہ اختراع کیا. یعنی مجھ سے ہی بالمقابل ۲۴۰۰ روپیہ مانگا. مگر بندہ
نے اس حیلہ جدیدہ سے بھی آپ کو بھاگ جانے کی فرصت نہ دی یعنی ۲۴۰۰ روپیہ جمع
کرانا منظور کر لیا پس جب کہ زر مشروط طرفین سے مساوی جمع ہوگا تو شرائط بھی مقبول
و مساوی طرفین ہونی واجب ہوئیں. نظر براں آپکے اس دعوے پر کہ نشان
آسمانی خوارق عادات مشاہدہ کرا دیں گے. میری طرف سے نہایت مناسب
یہ سوال پیش ہوا. کہ آسمانی نشان قدرتی تین قسم کے موجود و مشہود ہیں سورج
چاند ستارے ان کی نسبت خرق عادت یعنی خلاف قانون قدرت کوئی
معجزہ مشاہدہ کرا دیجیئے. اور معجزہ نمائی کا وقت تجویز کر کے مشتہر کیجیئے. اس کے

جواب میں جو عذرات آپ نے لکھے بمقابلہ ہر ایک عذر کے تردید لکھتا ہوں
عذر اول۔ آپ ستاروں۔ آفتاب۔ ماہتاب کے تغیر و تبدل وغیرہ پر مشتمل
نشانات کو قبول کرتے ہیں۔ **تردید**۔ آپ نے اپنے اشتہار میں صاف
الفاظ میں لکھا ہے کہ ایک سال اس عاجز کی صحبت میں رہکر آسمانی نشانوں
کو بچشم خود مشاہدہ کریں۔ تو اگر چاند۔ سورج۔ ستارے موجودہ نشانوں میں
خرق عادت نہیں دکھادیں گے۔ یا علاوہ اس کے دوسرا سورج یا دوسرا
چاند یا اعادہ معجزہ شق القمر نہیں دکھائیں گے تو آسمانی نشان چہ معنے دارد
(عذر دوم) پنڈت صاحب ہمارا کام یہ ہرگز نہیں کہ ہم جس طور سے کوئی
شخص زمین و آسمان میں انقلاب[1] پیدا کرنا چاہے۔ اس طور سے انقلاب
کر کے دکھادیں۔

[1] یہاں پر مرزا صاحب انقلاب سے انکار کر رہے ہیں۔ مگر ان کی کتب کے مطالعہ
سے کچھ اور ہی رنگ نظر آتا ہے۔ آپ کہتے ہیں اعطیت صفۃ الافناء و
من الرب الفعال خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۳ مجھے فنا کرنے اور زندہ کرنے کی
صفت خدا کی طرف سے دی گئی ہے انما امرک اذا اردت شیئا
ان تقول لہ کن فیکون حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۵ تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے
تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے الارض والسماء معک کما ہو معی
آسمان اور زمین تیرے ساتھ ہیں جیسے کہ میرے ساتھ۔ حقیقت الوحی صفحہ ۷۵
تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں تیرے لئے میں نے رات و دن
پیدا کئے جو چاہے کر کہ تو مغفور ہے۔ اربعین صفحہ ۲/۲ تو مجھ سے ہے اور میں
تجھ سے ہوں دافع البلا صفحہ ۸۔ اگر یہ دعاوی مرزا صاحب کے سچے ہوں۔ تو
انقلاب کیوں نہیں ہو سکتا۔

تردید - جب کہ آپ اس قسم کے لائق نہیں تو مشاہدہ نشان آسمانی کا جھوٹا کیوں لکھ مارا۔ ص٥

چراکارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

جب کہ آپ نے آسمانی نشانوں کا مشاہدہ کرانا لکھا تو اسی پر بحث کی گئی۔ اگر زمین کے نشان یا اربعہ عناصر میں سے یا موالید ثلاثہ سے کسی قسم کی چیز پر خرق عادت کا دعوے ہوتا تو اسی پر بحث ہوتی۔ اگر زمین و آسمان کا انقلاب آپ ناممکن سمجھتے تھے تو آسمان کا لفظ کیوں لکھا...... کراماتوں کے ادعائے بے معنی سے سوائے پشیمانی کے اور نتائج کیا نکل سکتے ہیں۔ ۱

عذر سوم۔ ہم صرف بندہ مامور ہیں۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ کہ خدا تعالے اکس طور کا نشان ظاہر کریگا۔

تردید۔ اس کلمہ سے کہ ہم بندۂ مامور ہیں اور زیادہ تر آپکے اشتہار کی سطر اول و دوم کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے پیغمبری کا دعوےٰ

---

۱ مرزا صاحب کے ادعادی دیکھیئے اور یہاں بے لبی۔ یا احمدی انت مرادی و معی سرک سری حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۰

جب مرزا صاحب کا بھید خدا کا بھید ہے تو پھر مرزا صاحب کی عدم واقفیت کے کیا معنے یا قمر یا شمس انت منی وانا منک اے مرزا چاند و سورج تو مجھ سے ظاہر ہوا اور میں تجھ سے۔ حقیقت الوحی صفحہ ۷۴

اب اس قدر دعادی کی بھرمار ہونے پر مرزا صاحب کا انکار سوائے اس کے کیا کہا جاوے کہ ہاتھی کے دانت کھانیکے اور دکھانیکے اور ہوتے ہیں نیز جب اسقدر کثرت سے مرزا صاحب خدا سے ہمکلام ہوتے تھے تو پوچھ کر ہی بتادیتے کہ کیسا نشان ظاہر ہوگا۔

کیا ہے اور حضرت عیسے کا نام مبارک لکھکر ان کے برابر آپ کو ظاہر کیا ہے۔
یہ عذر کہ ہم کو معلوم نہیں۔ کہ خدا تعالی کس طور کا نشان ظاہر کریگا۔ نہایت
بے جا ہے۔ جب کہ آپ ایک خاص اور اہم کام پر مامور ہو رہے ہیں۔ تو
اس کام کے سب اسرار سے آگاہی کیوں نہیں۔ اور جب معلوم نہیں۔ کہ
کس طور کا نشان ظاہر ہوگا۔ تو بدوں ارشاد الہی نشان آسمانی کا
دعوے زبانی کیوں لکھ مارا۔ صرف نشان کا لفظ کافی تھا۔ جب کہ
آپ کے الہام کی بسم اللہ ہی غلط ہے۔ تو آگے کیا کام کریں گے۔ آپ
کو واجب تھا۔ کہ وحی آسمانی سے جو آپ کے پاس قادیان میں نازل
ہوتی ہے۔ نشان آسمانی کا صحیح صحیح پتہ معلوم کر کے اشتہار میں لکھ
دیتے۔ باینہمہ ناواقفی اعلیٰ ترین درجہ نبوت پر مامور کرنا خدائے ہمہ دان
کا کام نہیں۔

عذر چہارم:۔ ہم جانتے اور سمجھتے ہیں۔ کہ نشان اسی شئے کا نام ہے۔ کہ
انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔ تردید:۔ ہم نے بھی ایسے ہی نشان مانگے تھے
جو طاقت انسانی سے بالاتر ہیں۔ فروتر نہیں۔ مگر اس سے بھی آپ گریز کر گئے
عذر پنجم:۔ ہمارا دعویٰ صرف اس قدر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ضرور
ایسا نشان دکھائے گا۔ جس کے مقابلہ سے انسانی طاقتیں عاجز ہوں
تردید:۔ اب آپ نے اپنے دعوے کا نصف[ل] حصہ چھوڑ دیا۔ کہ

[ل] یعنی آسمان کا لفظ چھوڑ دیا اور صرف نشان کا لفظ ہی رکھا۔

نشان آسمانی سے صرف ایک جز و نشان کا باقی رکھا اور دوسرا حصہ یعنی غلط نشان بھی بے نشان و معدوم کر دیا۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہی نہیں۔ کہ وہ کیا اور کیسا ہوگا۔ پس بھلی آپ کا دعوے ٹوٹ گیا عذر شیم میں معجزہ وغیرہ کی تعریف ہے (اور آخر پر یہ الفاظ تحریر ہیں) آخری اپنا فرض دوستانہ ادا کرنا بھی واجب جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ سچا مذہب خدا کی طرف سے عالمگیر ہے۔ جس کی صداقت کی شعاعیں ہمیشہ آفتاب کی طرح جہان کو روشن کر رہی ہیں۔ وہ آریہ دہرم ہے۔ اور وہ کتاب الٰہی جو بالکل مکمل و افضل و معقول ہے۔ وہ وید مقدس ہے ... آپ کو بھی اگر صراط المستقیم پر چلنے کی دلی تمنا ہے۔ تو صدق دل سے آریہ دہرم کو قبول کرو ..... خدا آپ کو صداقت حقیقی کے چشمہ سے (جو وید مقدس ہے) سیراب کرے ۔

ما نصیحت بجائے خود کردیم — روزگارے دریں بسر بردیم
گر نیاید بگوش رغبت کس — بر رسولاں بلاغ باشد و بس

۵ اگست ۱۸۸۵ء۔ راقم لیکھرام از امرتسر آریہ سماج

اس خط کا جواب نہیں آیا

یادداشت: اس آخری خط کا جواب جب عرصہ تین ماہ تک کوئی نہ آیا۔ تو پھر میں نے ایک پوسٹ کارڈ بطور یاددہانی کے ارسال کیا۔ اس کے جواب میں مرزا جی کا کارڈ آیا۔ کہ قادیاں کوئی دور تو نہیں ہے خود آکر کے

ل یہ بات غور طلب ہے۔ کہ کیوں مرزا صاحب جیسے وید کے کٹر مخالف کو وید کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔

ملاقات کر جاؤ - امید کہ یہاں آ باہمی ملنے سے شرائط طے ہو جاوینگی

غور طلب۔ یہ خطوط ملاحظہ فرما کر مرزا صاحب کے الہامی وعدوں، خوارق عادات. نبوت و شرطیہ انعامات و دولت مندی و جاگیرداری و زبان درازی و حیلہ سازی و مغالطی اشتہارات کی نسبت رائے لگائے اور نتیجہ نکالنے کے تصفیہ کو ہم (ناظرین) تکذیب براہین احمدیہ کی ذمہ داری پر چھوڑتے ہیں. کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۱۴

یہ تحریر ماہ نومبر ۱۸۸۵ء کی معلوم ہوتی ہے. کیونکہ پنڈت جی کا آخری خط ماہ اگست کا ہے. اور تین ماہ جواب نہیں آیا.

اس خط و کتابت سے ہر ایک حق پسند اس نتیجہ پر پہنچیگا. کہ کس طرح مرزا صاحب اپنے اقراروں سے حیلہ بہانہ ٹال مٹول اور پہلو تہی کرتے رہے اور ہر خط میں کوئی نہ کوئی نئی شرط لکھکر گریز کا راستہ نکالتے رہے. یہاں تک کہ پنڈت جی کے لیئے بالمقابل ۲۴۰۰ روپیہ جمع کرانے کی نئی شرط بھی ایزاد کی. جس کو پنڈت جی نے منظور کرلیا. مگر پھر بھی کسی بات کو طے نہ کیا. بالآخر جب کوئی بھی طریقہ مخلصی نہ دیکھا. تو ناچار کورا جواب دیدیا. کہ نشان دکھانا تو خدا کا کام ہے ہم صرف بندہ مامور ہیں ہمیں کچھ معلوم نہیں. کہ خدا تعالیٰ کس طور کا نشان ظاہر کریگا وغیرہ یہ کہکر پیچھا چھڑانا چاہا. مگر پنڈت جی کب چھوڑنے والے تھے. اور بہانہ بازی سے کب نہ موڑنے والے تھے. سہ

بند باتو نہیں کسی سے نہیں ہیں ہنسنے والے ہمتو ۔ اے غنچۂ دہن منہ پہ ہیں کہنے والے

پنڈت جی نے پھر یاد دہانی کرائی. جسپر مرزا صاحب نے قادیاں میں

آکر شرائط طے کرنے کو لکھا۔ تب وہ عاشق صادق سچائی کا متوالا اور سچے دہرم کا شیدا خلق خدا کو گمراہی کے گڑھے سے نکالنے والا برائے تصفیہ شرائط قادیان میں تشریف لے گیا۔

یہ تو ہم پیشتر مرزا صاحب کے خطوط سے ثابت کر چکے ہیں کہ مرزا صاحب نے شری پنڈت جی کو برائے تصفیہ شرائط قادیان میں بلایا۔ شری پنڈت جی کے دل میں اس بات کا اگرچہ پورا یقین تھا کہ یہ سب کچھ حیلہ سازی اور محض دوکانداری ہی ہے۔ مگر وہ بقول (دروغ گو را تا بدروازہ باید رسانید کلیات آریہ مسافر کے قادیان میں تشریف لے گئے۔ تاکہ مرزا صاحب کو لوگوں کے بہکانے کیلئے ذرہ بھر بھی گنجائش نہ رہے ایک بات جو ضرور ہی یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ آج تک

ہر دو اصحاب کے خطوط سے یہی ثابت ہوا ہے کہ اگر خدانخواستہ پنڈت جی مغلوب ہو جاویں تو مذہب اسلام کو اختیار کریں۔ موت کے متعلق تو کوئی کسی قسم کا اشارہ اور وہم و گمان بھی نہیں۔

قادیان میں جانے اور رہنے کے متعلق

شری پنڈت جی نے کلیات آریہ مسافر صفحہ ۱۵۴ پر تحریر فرمایا ہے کہ ناچار بندہ دو ماہ قادیان میں رہ کر اور آریہ سماج ستھاپت کر کے چلا آیا۔

نیز اس کا اقرار مرزا صاحب کو بھی ہے کہ وہ تقریباً دو ماہ میرے پاس قادیان میں رہا تھا۔ حقیقت الوحی صفحہ ۲۸۸۔

اس عرصہ دو ماہ قادیان میں رہنے کے متعلق کوئی تفصیلی حالات ہمیں پنڈت جی کی کتب سے نہیں ملتے لہذا جو حالات مرزا صاحب نے رقم کئے ہیں اگرچہ دیکھنے سے وہ بالکل بیہودہ معلوم ہوتے ہیں مگر انہیں کو یہاں درج

کرکے امید کرتا ہوں کہ طالبان حق کے لئے مرزا صاحب کا اپنا بیان ہی پنڈت جی کی سچائی کے لئے کافی ہوگا۔

نیز مرزا صاحب نے حالات لکھتے وقت اصول کو بالکل بالائے طاق رکھدیا اور جو حصہ اپنے مطلب کا معلوم ہوا۔ اُسے تحریر کر دیا اور باقی حصہ چھوڑ دیا ایمانداری اور نیک نیتی کا تقاضا تو یہ تھا کہ جس طرح شری پنڈت جی نے جو بھی خط و کتابت باہم ہوئی تھی تمام و کمال بجنسہ کلیات میں درج کر دی۔ مگر مرزا صاحب نے اس اصول کو ترک کرکے کسی مصلحت کے سبب سے تمام باہمی خط و کتابت کو شایع نہیں کیا۔ جیسا کہ آگے چل کر آپ ملاحظہ فرمائیں بلکہ بعض خطوط بالکل چھوڑ دیئے اور بعض کا کچھ حصہ حذف کر دیا۔ اس میں کیا راز ہے یہ مرزا صاحب جانیں۔ مگر بہر حال کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں

اب ان تمہیدی امور کو یہاں تک لکھ کر اول پنڈت لیکھرام کے ان خطوط اور خلاصہ عہد نامہ کو معہ جوابات خود درج کرتے ہیں جو اس پیشگوئی سے پہلے بطور باہمی خط و کتابت ظہور میں آئے اور وہ یہ ہیں۔ استفنا صہ۵

پنڈت جی کی طرف سے خط

بخدمت فیض درجت مرزا صاحب نمستے۔

ه آگے چل کر پتہ لگ جائیگا کہ مرزا صاحب کا دعوے کہاں تک درست ہے اور وہ کس قدر جوابات والے خطوط درج کرتے ہیں۔

جیسے ہیں یہاں (قادیان میں) آیا ہوں۔ پیشتر بھی خطوکتابت باہم ہو چکی ہے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ اب چونکہ مجھے بخیال احقاق حق کوئی عمدہ فیصلہ کرنا فرض ہے اس واسطے متصدع خدمت ہوں کہ آج دن کو کوئی وقت مقرر فرما کر مدرسہ میں آپ تشریف لاویں۔ یا کوئی اور جگہ علاوہ دولت خانہ تجویز کرکے مطلع فرماویں تاکہ بندہ حاضر ہو کر معہ بھائی کشن سنگھ و حکیم دیارام و پنڈت نہال چندجی کے آسمانی نشانات و الہامات و بحث کی بابت آپ سے کچھ فیصلہ کر لیوے ورنہ آپ بخوبی یاد رکھیں کہ اب میری طرف سے اتمام حجت ہو گئی۔ صداقت کے مقابلہ سے منہ چرانا عقلمندوں سے بعید ہے۔

زیادہ نیاز طالب حق لیکھرام ۵ دسمبر ۱۸۸۵ء استغفا صہ

اس خط کا جواب مرزا صاحب نے جو دیا۔ اس کو یہاں درج نہ کرکے پنڈت جی کا اس کے بعد کا لکھ دیا۔

بقول،

دونوں کا ایک حال ہے یہ مدعا ہو کاش

وہ ہی خط اس نے لکھ دیا پھر کیوں جواب میں

دوسرا خط پنڈت لیکھرام۔ عنایت فرمائے بندہ جناب مرزا صاحب سلمہ زبانی بھائی کشن سنگھ کے مجمل و زبانی مولوی دین محمد و محمد عمر کے مفصل طور پر آپ کا پیغام بجواب میرے خط کے بدیں مضمون پہنچا۔ کہ آریہ دھرم اور مذہب اسلام کے دو تین مسائل پر بحث کی جاوے۔ اور قواعد

له افسوس کہ یہ بہت سی خط و کتابت مرزا صاحب گم کر گئے اور اس کے اندراج سے کسی غرض کے سبب مانع رہے۔

مباحثہ حسب پسند فریقین مقرر کئے جاویں پس بجواب اس کے متصدعہ خدمت ہوں کہ میرا مدعا پشاور سے چلکر قادیاں میں آنے سے صرف یہی تھا اور اب تک بھی اسی امید پر یہاں مقیم ہوں. کہ آپ کے معجزات وخرق عادات وکرامات والہامات وآسمانی نشانات کی تصدیق کر کے مشاہدہ کروں اور پیشتر اس کے کہ کسی اور اصول پر بحث کی جاوے ـ یہی معاملہ ایک معزز لوگوں کی مجلس میں بخوبی طے ہو جانا چاہئے اور اس کے اثبات کرنے میں آپکے پہلو تہی زیادہ تو اور بحث سے بھی مجھے کسی طرح کا انکار نہیں ـ مگر یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے معتقدوں کے سامنے ثبوت کر دینا اور بات ہے اور مجلس علما وفضلا میں تصدیق ہونا اور چیز ہے ـ امید کہ آپ جواب باصواب سے سرفراز فرماویں اور عذر معذرت درمیان نہ لاویں ـ

نیازمند لیکھرام از آریہ سماج قادیاں ـ مکرر سہ کرر آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ اگر ذرہ بھر آثار صداقت رکھتے ہو ـ تو دکھلایئے ـ ورنہ خدا کے واسطے باز آیئے

بر رسولاں بلاغ باشد وبس ـ لیکھرام ـ استفتادہد ۵ ـ

اس خط سے ہی ظاہر ہے کہ کس طرح شری پنڈت جی مرزا صاحب سے ان کے اقرار کا ان سے بزور مطالبہ کر رہے ہیں. مگر مرزا صاحب ہیں کہ ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی ـ

اس خط کا جواب بھی جو مرزا صاحب نے دیا وہ بھی یہاں نذر ہے بقول کسے

کچھ طرز ستم بھی ہے عادت سے بھی کچھ ہیں مجبور
کھلتا نہیں حال اُن کی طبیعت کا ذرا بھی

۵ نشانات کا دکھانا ہضم کر گئے اور بحث کی طرف بات ٹال رہے ہیں. مگر پنڈت جی کو اس سے بھی انکار نہیں آگے چل کر مرزا صاحب یہاں سے بھی کھسکینگے ـ

تیسرا خط بنڈت لیکھرام۔ مرزا صاحب بندگی۔ مجھے طول و طویل الف لیلہ کے فسانوں سے نفرت ہے اس واسطے تکرار الفاظ سے بھی خط کو لمبا کرنا نہیں چاہتا خلاصہ غرض خدمت ہے کہ وہی شرائط نشان الہی کے دیکھنے کے بارے ہیں، جو میں نے طیار کر کے ارسال کئے تھے جن کی نقل آپ کے پاس موجود ہے۔ مع شرائط خود کے چار منصفوں کے پاس روانہ ہونی چاہئے۔ جو منصفوں سے طے ہو کر آوے ہر دو کو ان پر عمل کرنا چاہئے۔ کسی حکیم کا قول ہے ؎

کر یکے در گیر و محکم گیر

میرا اس پر عمل ہے۔ مگر افسوس کہ آپ کسی بات پر ٹھہرتے نظر نہیں آتے اے بھائی یہ تو ضرور رہو گا کہ نشان آسمانی کے صدق یا کذب ظاہر ہونے کے وقت) اگر میرے واسطے دین محمدی کی شرط ہے تو آپکے واسطے آریہ دھرم بھی ضروری ہے بصورت ثانی عوض تین سو روپیہ ہوگا۔ اگر خداوند کریم نے صداقت کی فتح کی تو روپیہ لے لونگا۔ ورنہ آپ کا روپیہ آپ کے حوالے اور میری محنت برباد۔ اور آپکی آمدنی کی ترقی ہم خرما و ہم ثواب۔ آپکی تو ہر طرح پانچوں گھی میں ہیں۔ گھبراتے کیوں ہو۔ آپ کا مجیب[1] الدعوات ہونے کا دعوے ہے۔۔۔۔ اور اگر اسی طرح زبانی جمع خرچ کرنا منظور خاطر ہے تو خوب مزا ہے۔ خیالی پلاؤ پکایئے۔ اور تمام دنیا میں کسی کو خاطر شریف

[1] دراصل مستجاب الدعوات ہوگا۔ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے ویسے مرزا صاحب تو مین الدیمی تھے اس لحاظ سے یہ بھی کوئی غیر موزوں نہیں اور زندہ اور فنا کرنے کی صفت سے بھی موصوف تھے۔

میں نہ لایئے۔ آپ کا اختیار ہے۔ دست خود۔ زبان خود۔ مجھے آج یہاں آئے پچیس یوم کا عرصہ گذر گیا۔ میں کل پرسوں تک جا نیوالا ہوں اگر کچھ بحث کرنی ہے تو بھی۔ اور اگر شرائط یعنی نشان دکھانے کا عہد نامہ منصفوں کے پاس روانہ کرنا ہے تو بھی طے[1] فرمایئے۔ ورنہ بعد ازاں یاروں میں لاف وگزاف کا کچھ فائدہ[2] نہ ہوگا لیکن بہت بہتر ہوگا کہ آج ہی مدرسہ کے میدان میں تشریف لادیں شیطان وشفاعت وشق القمر کا ثبوت دیں۔ انتظامی منصف بھی مقرر کرلیجیئے۔ میری طرف سے مرزا امام الدین صاحب منصف تصور فرمادیں اگر اس پر بھی آپ کو قناعت نہیں ہے تو خدا کے واسطے باز آیئے۔ نیاز مند لیکھرام ۲۰ دسمبر ۱۸۸۵ء استفتاء

اس خط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب حیلہ بہانہ سے پس وپیش اور راہ گریز ہی اختیار کر رہے ہیں کیونکہ پنڈت جی نے اسمیں مناظرہ کے لئے مضمون اور منصف کا نام بھی لکھ دیا۔ تاکہ شرائط طے کرنے میں دیر نہ ہو۔ اور جلدی کام شروع ہو جاوے مگر مرزا صاحب کی حالت اس شعر کے مطابق ہے ؎

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

افسوس اس خط کا جواب بھی مرزا صاحب نے درج نہ کیا۔ اگر لکھ دیتے تو ناظرین کو بہت کچھ پتہ لگ جاتا۔ کیونکہ پنڈت جی کا اگلا خط اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ آپ نے ناممکن شرائط پیش کی ہیں۔

---

[1] اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت جی مرزا صاحب کی لیت ولعل سے کس قدر اکتا گئے ہیں۔ یہی وہ عہد نامہ ہے جس کا مرزا صاحب آگے ذکر کریں گے۔

[2] اب تو پنڈت جی نے کچھ طے ہوتا۔ دیگر مضامین بھی لکھ دیئے۔

چوتھا خط۔ جناب مرزا صاحب نمستے۔ آپ کا دو ورقی سلسلہ ورود ہوا جس سے صاف طور پر یہ واضح ہوا کہ قرآن شریف محض ابراہیم۔ موسیٰ و عیسیٰ۔ وغیرہ کے قصہ جات ہیں ۔ ۔ ۔ مجھے دیروزہ خط کی شرائط پر بحث کرنا منظور ہے اور آپ صریحاً حیلہ و حوالہ ٹال مٹال و محبت انگیزی کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب افسوس افسوس آپکو تصفیہ منظور نہیں ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

عذر نامعقول ثابت میکند تقصیر را

علاوہ بریں آپ مسیح ثانی ہیں۔ دعوے خود کو اثبات کر دکھایئے ورنہ بیہودہ شور و شر نہ مچایئے۔ لیکھرام از قادیاں ۹ بجے دن کے۔

اس کا جواب بھی درج نہ کیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے عدیم الفرصتی کا بہانہ بنا کر ٹالنا چاہا ہے[۱] اور سکول تک قدم رنجہ فرمانے کی جرأت نہیں کی بمصداق ؎

وہ جان بوجھ کر ٹھنڈی لگائے بیٹھے ہیں
خوف کھا کر بہانہ بنائے بیٹھے ہیں ۔ ۔

پانچواں خط۔ مرزا صاحب کندن کو راس کے آگے ایک شکستہ نقطہ سے جو پڑھا نہیں جاتا) افسوس کہ آپ اسپ خود کو اسپ اور اوروں کے اسپ کو گدھا قرار دیتے ہیں۔ میں نے ویدک اعتراض کا عقل سے جواب دیا۔ اور آپ نے قرآنی اعتراض کا نقل سے۔ مگر وہ عقل سے بسا بعید ہے اگر آپ فارغ نہیں تو مجھے بھی کام بہت ہے اچھا آسمانی نشان تو دکھا دیں۔ اگر بحث کرنا نہیں چاہتے تو رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان تو مانگیں۔ تا

[۱] معلوم ہوتا ہے کہ کم فرصتی کا بہانہ مرزا صاحب نے بنایا ہے۔

فیصلہ ہو. لیکھرام صفحہ ، استفتاء
اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے مباحثہ کرنے سے بھی کورا جواب دے دیا۔

اس کے آگے مرزا صاحب لکھتے ہیں

کہ ان تمام خطوط کے جواب میں مفصل خط لکھے گئے تھے جن کا نقل کرنا اس جگہ ضروری نہیں۔

کیوں جناب کس لئے ضروری نہیں۔ جب کہ پنڈت جی کے خطوط کو آپ نے لکھا تو ان کا لکھنا بھی آپ کے لئے ضروری تھا۔ تاکہ بآسانی صحیح نتیجہ اخذ کیا جاسکتا۔ آپ کا اپنے خطوط کو نقل کرنا ہر ایک حق پسند کو شبہ میں ڈالتا ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ آپ ان کو درج نہ کرتے۔ بہر حال کچھ نہ کچھ اس صیغہ راز میں ضرور پوشیدہ ہے۔ کتاب کی ضخامت میں بھی زیادہ سے زیادہ ایک ورق اور بڑھ جاتا جس سے کسی قسم کا نقصان نہیں تھا۔

اس کے آگے اسی کتاب کے صفحہ ۸ پر مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں غرض اس جگہ ہم اپنا آخری خط نقل کر دیتے ہیں جو اس کے آخری رقعہ کے جواب میں لکھا گیا

جناب پنڈت صاحب۔ آپ کا خط میں نے پڑھا۔ آپ یقیناً سمجھیں کہ ہمیں نہ بحث سے انکار ہے اور نہ نشان دکھانے سے مگر آپ سیدھی نیت سے طلب حق

ٹ دیکھئے مرزا صاحب خود ہی لکھتے ہیں اور وہ دو ماہ میرے پاس قادیان میں رہا تھا اور پہلے اس کی ایسی طبیعت نہیں تھی مگر شریر لوگوں نے اس کی طبیعت کو خراب کر دیا۔ اس نے بڑی خواہش کے ساتھ یہ قبول کیا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور امور غیبیہ کھلتے ہیں تو میں اسلام قبول کرونگا یہاں پر پنڈت جی کی نیت کے صاف ہونیکا مرزا کا اقرار ہے۔

نہیں کرتے۔ بیجا شرائط زیادہ کرتے ہیں۔
مزے سے اپنے گھر بیٹھے ہوئے باتیں بناتے ہیں۔ قیامت انکے وعدے ہیں نہ آتے ہیں نہ جاتے ہیں اپنی زبان بدزبانی سے رکتی نہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ اگر بحث کرنا نہیں چاہتے۔ تو رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان مانگیں۔ یہ کس قدر ہنسی ٹھٹھے کے کلمے ہیں۔ گویا آپ اس خدا پر ایمان نہیں لاتے جو بے باکوں کو تنبیہ کرسکتا ہے۔ باقی رہا خدا عرش پر ہے اور مکر کرتا ہے۔

---

۱۴ ۔ کاش آپ کوئی بے جا شرائط پیش کرتے اور دعوے بلا دلیل کرنے سے کچھ خوف خدا کرتے تو ہم بھی آپ کی ہاں کے ساتھ ہاں ملاتے۔ مگر آپ نے کوئی شرط تحریر نہیں کی۔ کہ جو بیجا نہیں۔ کیا اس بات کے لئے ہی آپنے خطوط آپ نے شایع نہیں کئے پنڈت جی کے خطوط میں کوئی شرط بھی ایسی نہیں جسے بے جا کہا جاسکے۔ یہ سب آپ کی بہانہ بازی ہے بلکہ صاف انکار ہے۔

۱۵ واضح ہو کہ پنڈت جی نے اس خط میں صرف رب العرش اور خیر الماکرین لکھا تھا۔ کوئی اس کے معنے نہ لکھے نہ تشریح کی اور نہ مرزا صاحب سے یہ سوال کیا نہ جانے پھر خواہ مخواہ ہی جناب کیوں جامے سے باہر ہو گئے اور اپنی عربی دانی جتانے لگ گئے۔ کوئی مرزا صاحب سے پوچھے کہ آپ بلا وجہ ہی کیوں تلملا اٹھے۔ جب کہ اس کے معنے بہت اچھے ہیں۔ تو آپ کیوں اس پر غضبناک ہو گئے اور کون سا ایسا اشتعال تھا جس نے آپ کو اس قدر برانگیختہ کر دیا کہ آپ بغیر سوال کئے ہی جواب دینے لگ گئے۔

یہ خود آپ کی ناسمجھی ہے (آگے مرزا صاحب نے عرش اور کرسی کے معنے لکھے ہیں
جن کا تعلق میرے موضوع سے نہیں ہے لہذا اس کو نہیں لکھا) اور نشان
خدا کے پاس ہیں[۱] وہ قادر ہے جو آپ کو دکھلا دے۔ خاکسار مرزا غلام احمد تاریخ
اس آخری خط میں بھی ناظرین نے دیکھ لیا۔ کہ ادھر اُدھر کی باتوں میں
ہی وقت ضایع کیا۔ اور نشان دکھانے سے تو کورا جواب دیدیا۔ کوئی
مرزا صاحب سے پوچھے۔ کہ اگر نشان خدا کے پاس ہیں تو آپ نے پنڈت
جی کو قادیاں میں بلایا کیوں تھا اور بحث کے لئے صرف اسی پر ہی اکتفا کی
کہ ہمیں انکار نہیں۔ مزا تو تب تھا کہ جیسے پنڈت جی نے مضامین اور مصنف کا نام
وغیرہ کہدیا تھا۔ آپ بھی کوئی علمی صورت پیش کرتے۔ مگر ان تلوں میں تیل کہاں ۔

صاف انکار ہے آنے کا بہانہ کیا ؛ رنگ لائے ہیں وہ مہندی کا لگا کیا
یہاں تو صرف دم اور لفاظی اور فقرہ آرائی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
آپ کی ہر بات میں یہ بات ہے۔ چال ہے فقرہ ہے دم ہے گھات ہے

ان خطوط کے مطالعہ سے بھی ہر ایک حق پسند یہی نتیجہ اخذ کریگا کہ مرزا
صاحب نے صریحاً ٹال مٹال اور پہلو تہی کی ہے مقام تعجب ہے کہ پنڈت
جی کے یہ لکھنے پر بھی کہ مجھے دیرینہ خط کی شرائط پر بحث کرنا منظور ہے
مرزا صاحب نے اپنے دولت خانہ سے سکول تک آنے کی تکلیف گوارا نہ کی
بمصداق ؎ غضب آنے میں بھی ہے اور بلاتے بھی نہیں
باعث ترک ملاقات بتاتے بھی نہیں

---

۱ جب نشان محض خدا کے پاس تھے اور آپ کا کچھ بھی دخل نہیں تھا تو اسی قدر
مبالغہ آمیز دعوے خواہ مخواہ کیوں کر مارا۔

جائے غور ہے کہ ایک شخص اپنا تمام کاروبار اور اہل و عیال کو چھوڑ کر برابر دو ماہ تک قادیاں میں مرزا صاحب کے دروازہ پر ڈیرہ لگائے پڑا رہتا ہے اور اپنا اس قدر نقصان برداشت کرتا ہے مگر مرزا صاحب کے پتھر دل پر اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔

الغرض وعدہ تو درکنار انہوں نے تو تقاضائے انسانی کا بھی لحاظ نہ رکھا اور پنڈت جی کو خواہ مخواہ تکلیف اٹھانی پڑی۔ ع

لکنہ خلت فیہ سیط من دمہ
فجع وولع واخلاف وتبدیل

یعنی اگرچہ وہ دوست ہے لیکن ایذا رسانی اور تحریص اور وعدہ خلافی اور تلون مزاجی اس کی فطرت میں داخل ہے۔

اس قدر خطوط لکھنے کے بعد مرزا صاحب نے ایک معاہدہ کے چند فقرات لکھے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

وہ معاہدہ جو نشانوں کے دیکھنے کے لئے اس راقم اور لیکھرام کے مابین تحریر پایا تھا اس کا عنوان جو لیکھرام نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا یہ ہے۔

اوم پرماتمنے نمہ۔ ہے سچدانند سروپ پرماتما ست کا پرکاش کر اور اسّت کا ناس کر۔ تاکہ تیری ست ودیا وید ودیا سب سنسار میں پرورت ہووے

پھر بعد اس کے طول طویل معاہدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی پیشگوئی لیکھرام کو بتائی جاوے اور وہ جھوٹا ہو تو وہ ہندو مذہب کی سچائی کی دلیل ہوگی اور نیز پیشگوئی کرنے والے پر لازم ہوگا کہ آریہ مذہب اختیار کرے یا تین سو ساٹھ روپیہ لیکھرام کو دیدے جو پہلے سے شرمپت ساکن قادیاں کی دوکان پر جمع کرا دیا ہوگا اور اگر پیشگوئی کرنے والا سچا نکلے تو اسلام کی سچائی کی یہ دلیل ہوگی اور پنڈت لیکھرام پر واجب ہوگا کہ مذہب اسلام قبول کرے

پھر بعد اس کے وہ پیشگوئی بنائی گئی۔ جس کی رو سے ۶ رمارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھرام کی زندگی کا خاتمہ ہوا۔

مذکورہ بالا عبارت پڑھکر ہمیں ایک لطیفہ یاد آگیا جو ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے لکھتا ہوں۔ مرزا صاحب کا حال بعینہٖ اس کے مطابق ہے کوئی اندھا برلب سڑک اپنا ہاتھ پھیلائے بھیک مانگ رہا تھا۔ اور ہاتھ پر دو پیسے رکھے ہوئے تھے اچانک ایک آدمی اس کے پاس سے گذرا اور اس نے اندھے کو پیسہ دینے کی بجائے جو دو پیسے اس کے ہاتھ پر تھے وہ بھی اٹھا لئے اور چل دیا اندھے بچارے نے نہایت مضطرب ہو کر بلند آواز سے کہا کہ میاں حاجی میرے پیسے تو خدا کے لئے دے جاؤ۔ اس پر وہ رہگذر واپس آگیا اور اس نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ یہ تو بتا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں حاجی ہوں۔ اندھے نے جواب دیا۔ کہ اس قدر جرأت کا کام سوائے حاجی کے اور کوئی کر ہی نہیں سکتا۔

اسی مثل کے مطابق اس جگہ یہ جس قدر مغالطہ مرزا صاحب نے دیا ہے وہ ان کی شان کے ہی شایاں تھا کیونکہ دعوئے پیغمبری کرنے والے کے سوا اور کوئی آدمی بھی اسقدر خلق کو گمراہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہے اس لئے کہ جب لوگوں کو . . . . یہ یقین ہوتا ہے کہ خدا کے بندے کذب بیانی نہیں کر سکتے۔ تو ان کی جگہ پر فرضی دعویدار اسی یقین سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

مغالطہ نمبر ا۔ سب سے اول مرزا صاحب نے لکھا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جو نشان دیکھنے کے لئے میرے اور پنڈت جی کے درمیان تحریر پایا تھا۔

کس قدر سچائی کا خون ہے گویا کہ اس معاہدہ سے مرزا صاحب نے یہ ثابت

کرنے کی کوشش کی ہے کہ کوئی باہم نشانات کے دیکھنے کے لئے فیصلہ ہو گیا تھا اور اسپر یہ معاہدہ لکھا گیا تھا حالانکہ پنڈت جی دو ماہ قادیان میں رہکر واپس آگئے اور مرزا صاحب نے کوئی سمجھوتہ نہ کیا جس کا اقرار مرزا صاحب کو خود بھی ہے اور ابھی خط نمبر ۳ میں بھی اس کا ذکر آچکا ہے کہ یہ سب مسودہ مضمون کے پاس بھیجنے کے لئے لکھا گیا تھا۔ نہ کہ کوئی بات فیصل ہو چکی تھی۔ اسی کو مرزا صاحب نے لکھ کر مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ کیا کوئی احمدی سچے دل سے یہ کہہ سکتا ہے کہ کوئی معاہدہ مطے ہوا تھا۔ اور لالہ شرمپت کی دکان پر روپیہ جمع کرایا گیا تھا۔ اگر نہیں تو اس قدر مغالطہ دینے والے شخص کے لئے آپ ہی فیصلہ کریں ؎

آپ ہی انکے ذرا جور و جفا کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

مغالطہ ۲۔ اگر کوئی پیشگوئی لیکھرام کو بتلائی جائے وغیرہ۔

یہ یاد رہے کہ یہ پیشگوئی وہی ہے کہ جس کے سلسلے میں شری پنڈت جی قادیان میں گئے تھے اور ایک سال قادیان میں رہنے اور بعد دیکھنے نشان کے مغلوب ہونے کی صورت میں اسلام لانے کی شرط تھی جیسا کہ اسی میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ لیکھرام پر واجب ہو گا کہ مذہب اسلام قبول کرے۔ استفتاء ص ۹

ہم احمدی حضرات سے پوچھتے ہیں کہ کیا اس ضمن میں پنڈت جی کو کوئی پیشگوئی بتائی گئی تھی؟ ابھی مرزا صاحب اپنے خط میں لکھ چکے ہیں کہ نشان خدا کے پاس ہیں وہ قادر ہے جو آپ کو دکھلا دے۔ استفتاء ص ۹ اور اس سے چھ سطور آگے ایک فرضی معاہدہ کا حوالہ دیکر پیشگوئی کے معین کرنے

کہ کچن گار نگ گئے ہیں۔ راس میں بھی ایک راز ہے جس کو ہم آگے لکھتے ہیں۔ یہ دوسرا مغالطہ ہے۔ کیونکہ پنڈت جی سے نہ کوئی تمسخر ہوا۔ اور نہ کوئی پیشگوئی بتائی گئی۔

مغالطہ نمبر ۳۔ اگر پیشگوئی کرنیوالا سچا نکلے تو اسلام کی سچائی کی یہ دلیل ہوگی اور پنڈت لیکھرام پر واجب ہوگا کہ مذہب اسلام قبول کرے۔ پھر بجائے اس کے وہ پیشگوئی بتائی گئی جس کے رو سے ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھرام کی زندگی کا خاتمہ ہوا۔ استفتاء صفحہ ۹

احمدی دوستو! اپنے سلطان القلم کی مضمون نگاری پر شادیانے بجاؤ اب تو ہمیں بھی اس واقعہ سے یقین ہوتا جاتا ہے کہ مرزا صاحب ضرور نبی اور رسول ہی تھے اور خدا سے بلاشبہ ہمکلام ہوتے تھے کیونکہ اس قدر مغالطہ دینے کی کسی ایرے غیرے کو جرات نہیں ہو سکتی۔

دیکھئے کہاں کی اینٹ اور کہاں کا روڑا۔ اور مرزا صاحب نے کنبہ جوڑا ایک طرف تو یہ لکھتے ہیں کہ لیکھرام پر مذہب اسلام قبول کرنا واجب ہوگا۔ دوسری طرف لکھتے ہیں کہ پیشگوئی بتائی گئی کہ جس سے ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھرام کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا واہ قربان جائیں آپکی جدت طرازی پر شرط اسلام قبول کرنے کی اور پیشگوئی موت کی خبر حیران ہونے کی بات نہیں یہ ... نبی کی فہم و فراست کا ایک کرشمہ ہے۔ مرزائی دوستو! اپنے پیر و مرشد کو اس گورکھ دھندے سے نکالو۔ مگر ہمارا دعوے ہے کہ آپ اس الجھن سے کسی طرح بھی مرزا صاحب کو نکال نہیں سکتے

دراصل معاملہ کیا ہے اور مرزا صاحب کیوں اس الجھن میں پڑے ہیں

دنیا میں عموماً دیکھا جاتا ہے کہ انسان اپنی ایک غلط بات کو ٹھیک ثابت کرنے کیلئے کئی بنادیں بناتا ہے غلط بات تو ٹھیک نہیں ہوتی لیکن اُلٹا آدمی اُلجھن میں پڑجاتا ہے یہی حال بعینہ مرزا صاحب کا اس جگہ پر ہے وہ چاہتے تھے کہ اس ۲۴۰۰ روپے والی چٹھی کے واقعہ کو جس میں ایک سال قادیاں میں رہنے اور بصورت مغلوب ہو جانے کے اسلام قبول کرنے کی شرط تھی۔ اس ۱۸۹۷ء والے واقعہ سے ملا دیا جائے اور اس کے ملانے میں یہ راز تھا۔ کہ اس فرضی معاہدہ میں ایک فقرہ ہے کہ کوئی پیشگوئی لیکھرام کو بتائی جاوے۔ بس اس فقرہ کے سبب سے انہوں نے مغالطہ دیا ہے۔ چونکہ اس وقت پنڈت جی کے بار بار سخت اصرار پر بھی مرزا صاحب پیشگوئی نہ بتا سکے۔ اب اس ندامت کو دھونے کے لیئے دونوں واقعات کو ایک کرکے اور پیشگوئی بتانے کے لیئے کوئی سہارا تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ جو اس کے آٹھ سال بعد ۱۸۹۳ء میں بتائی گئی۔ لیکن دراصل امر واقعہ یہ ہے کہ ان ہر دو امور کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے۔ کہ وہ مرتضائی پریس والی چٹھی کے متعلق ہے جس میں مرزا صاحب کے لیئے نشان سے تسلی نہ پانے کی صورت میں ۲۴۰۰ روپیہ جرمانہ اور تسلی پانے سے اسلام کا قبول کرنا تھا مگر ۱۸۹۷ء والا معاملہ اس کے ۱۲ سال بعد کا ہے اس کا اور اسکا ذرہ بھر بھی تعلق نہیں۔ احمدی دوستو کیا ایمانداری اسی کا نام ہے کہ جب ایک بات سے شکست ہوئی تو اس کو دوسرے کے ساتھ ملا کر مغالطہ دیا جاوے اور خلق خدا کو گمراہ کیا جاوے نیز یہ یاد رہے کہ تین سو ساٹھ روپیہ [illegible] کرانے والا معاملہ

؎ دیکھئے خط نمبر ۳۔

اسی چیلنج کے متعلق ہی بات چیت کرتے وقت یہاں تک آٹھیرا۔ مگر کوئی باہم فیصلہ نہیں ہوا۔ اور اگر احمدی بھائیوں کو اس پر اصرار ہے تو ہم کہیں گے کہ ایسا ماننے سے بھی صاف مرزا صاحب کو شکست فاش ہوئی اور انکا دعوےٰ بالکل باطل ہوا کیونکہ اس میں شرط ایک سال کی تھی جو ۱۸۸۶ء میں ختم ہو گئی۔

لیکن ہم اپنی پوزیشن پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہ دونوں معاملے بالکل جدا جدا ہیں۔ اگر ایسا نہیں۔ تو کیا موت کے بعد اسلام لانے کی شرط پوری ہو سکتی ہے۔ اگر نہیں تو پھر اسلام قبول کرے اس کے کیا معنے۔ بہر حال وہی ماننا پڑے گا جو ہم نے لکھا ہے۔

مرزا صاحب کی ایک بے معنے تاویل

مقابلہ میں مرزا صاحب نے اسلام قبول کرنے والی شرط پر ایک حاشیہ چڑھایا جو اسی کتاب استفتا صفحہ ۹ کے حاشیہ پر اس طرح ہے

یہ شرط جو لیکھرام اسلام کو قبول کرے یہ اس وقت کی شرط ہے جب کہ کچھ معلوم نہ تھا کہ جو پیشگوئی خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوگی۔ اس کا مضمون کیا ہوگا۔ استفتا حاشیہ صفحہ ۹

قادیانی پیمبر کی صفائی ملاحظہ ہو۔ کہ کس انداز سے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں۔

اول۔ کوئی آپ سے پوچھے کہ جب آپ کو معلوم ہی نہیں تھا۔ تو اس قدر لاف و گزاف ہانک کر لوگوں سے غلط شرائط کیوں طے کیں۔ اور پھر آپ کا یہ دعوےٰ کہاں رفو چکر ہو گیا کہ انما امرہ اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون۔

وما ینطق عن الھوٰی۔ سڑک سری

وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا تیرا بھید میرا بھید ہے۔ تو پھر آپ تو اپنی خواہش سے بولتے تک نہیں . . . . . . جس وقت کسی شے کے لئے کہتے ہیں (ہو جا) پس وہ ہو جاتی ہے تو پھر اس قدر لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہ مغالطہ کیوں دیا۔ پہلے معلوم کر لیتے پھر شرطیں لگاتے۔ اس قدر جلد بازی کی کیا ضرورت تھی کہ جس سے آپ دشوار گھاٹ کے خواہ مخواہ مجرم بن گئے کیونکہ جب ایک شخص کو آپ یقین دلاتے ہیں کہ اسلام سچا مذہب ہے اور تم اس کے کھلے ہوئے آسمانی نشانوں کو دیکھ کر مسلمان ہو کر اپنی اصلاح کرو گے۔ اور بیچارہ اس یقین میں بیٹھا ہے مگر آپ اس کے برعکس اس کی زندگی کے ہی خاتمہ کا حکم سناتے ہیں کیا یہ کھلا ہوا دھوکا نہیں ہے پھر نبی اور رسول کے لئے

احمدی دوستو بخود کرو۔ اور اب بھی سچائی کو مان کر اپنی عاقبت کو درست کرو۔

دیکھو مرزا صاحب نے یہاں ایک اور بڑا مغالطہ دیا ہے وہ یہ کہ معلوم نہیں تھا کہ پیشگوئی کیا ہوگی۔ مگر جس جگہ کے متعلق پنڈت جی سے اس قدر لمبا چوڑا جھگڑا ہوا اتنی خط و کتابت ہوئی۔ اور پنڈت جی قادیان آگئے اس میں مرزا صاحب کیا لکھتے ہیں۔

یہ تجویز اپنے فکر و اجتہاد سے قرار پائی ہے بلکہ حضرت مولا کریم کی طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے۔ تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۱

قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانوں کا بچشم خود ملاحظہ کریں۔ لیکن اس شرط نیت سے جو طلب صادق کی نشانی ہے کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ قادیان میں بشرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے اسی شرط نیت سے آپ آویں گے تو ضرور انشاء اللہ آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے۔

جس میں تخلف کا امکان نہیں۔ تبلیغ رسالت جلد اول ص۱۲
اب اس میں کس قدر باوضاحت لکھا گیا ہے کہ یہ چٹھی خدا کے حکم سے ہی بھیجی گئی ہے اور نشان دیکھکر اسلام سے مشرف ہو جانے کا وعدہ بھی خدا کی طرف سے ہی ہو چکا ہے اس میں تخلف نہیں ہوگا۔
تو پھر یہ کہنا کہ معلوم نہیں تھا کہ خدا کی طرف سے کیا پیشگوئی ہوگی۔ بالکل غلط اور صریحاً خلق خدا کو گمراہ کرنا دھوکے میں ڈالنا ہے۔
اب ہم پنڈت جی اور مرزا صاحب نے فیصلہ نہ ہونے کے متعلق جو کچھ خود تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ تا کہ معلوم ہو جائے کہ کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔

پنڈت جی تحریر فرماتے ہیں

مرزا غلام احمد قادیانی کے وہم میں عرصہ سے یہ دھن سمائی ہوئی ہے کہ الہام وخوارق عادات کے ساتھ میری دعا کی درگاہ ایزدی میں رسائی ہے۔ رب العرش مجھے ہمیشہ اسرار غیبیہ اور لطائف مخفیہ سے آگاہ کرتا ہے اور انتظام عالم کے بھی احکام میرے ذریعے صادر ہوتے ہیں۔ انبیاء بنی اسرائیل سے اپنا رتبہ مسیح سے کم نہیں جانتے ہیں اور سامان موجودہ دنیا کو راس زمانہ سے اپنا نظیر کسی کو نہیں گردانتے ہیں پھر ایک اور داؤ پیچ کھیلا کہ جو میرے پاس قادیاں میں ایک سال تک رہے وہ ضرور آسمانی نشانات ومعجزات دیکھکر اسلام سے مشرف ہوگا ورنہ دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے ہم ہرجانہ وجرمانہ دینگے اس پر اول میں نے خط وکتابت شروع کی جو کہ وہ نور افشاں آفتاب پنجاب میں گذشتہ سال چھپتی رہی ہے جس سے ناظرین مرزا صاحب کی ابلہ فریبی بخوبی جان گئے ہوں گے۔۔۔۔ غرضیکہ مرزا صاحب نے ایک سال رہنے کی شرط کو بھی مبلغان کے نادار ہونے کے سبب سے حیلہ وحوالہ غصہ وفریب سے

ٹال دیا۔ ناچار بندہ دو ماہ قادیاں میں رہکر اور آریہ سماج ستھاپن کر کے وہاں سے چلا آیا۔ کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۱۵۔

مرزا صاحب کا بیان

ہاں ایک صاحب پنڈت لیکھرام نام پشاوری قادیاں میں ضرور آئے تھے اور اُن کو بار بار کہا گیا کہ اپنی حیثیت کے موافق بلکہ اس تنخواہ سے دوچند جو پشاور میں نوکری کی حالت میں پاتے تھے ہم سے بحساب ماہواری لیا کرکے ایک سال تک ٹھیرو۔ اور اخیر یہ بھی کہا گیا کہ اگر ایک سال تک منظور نہیں تو چالیس دن تک ہی ٹھیرو۔ تو انہوں نے اِن دونوں صورتوں میں سے کسی صورت کو منظور نہ کیا۔ سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۲۱

مذکورہ بالا حوالجات سے یہ ثابت ہے کہ جب پنڈت جی قادیاں تشریف لے گئے تو باہم کوئی بات طے نہیں ہوئی۔

اب اس عیادت کے ساتھ استغفار کی اس عبارت کو کہ معاہدہ .... مرزا غلام ... ی ... رائم اور لیکھرام کے مابین تحریر پایا تھا۔ ملا کر پڑھیے۔ اور مرزا صاحب کی ایمانداری کی داد دیجئے۔ ؎

سنے وعدے ہزاروں ہم نے ان سے اس تمنا پر۔ کہ صدہا جھوٹ میں ایک آدھ سچا ہو ہی جاتا ہے

لہ ہم تمام حالات کو واضح طور سے لکھ کر ثابت کر چکے ہیں کہ کس نے منظور نہیں کیا اور حیلہ بہانہ سے ٹال دینے کی کوشش کی ہے۔ یہاں پر مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ پنڈت جی نے منظور نہیں کیا۔ یہ بالکل غلط فہمی ہے۔

ایک نہایت ہی قابلِ یاد بات

مرزا صاحب نے اپنی تمام کتب میں جہاں پر کہ شری پنڈت جی کا ذکر کیا ہے ایک چالاکی کی ہے جس کا سمجھ لینا نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ۔ اِن تمام واقعات کو جو مختلف حالات اور نوعیت رکھنے کی وجہ سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں انہیں ایک ہی سلسلہ میں اس طریقہ سے ایسا قلمبند کیا ہے کہ پڑھنے والے کے دل پر ایسا اثر پڑتا ہے کہ یہ بالکل ایک ہی واقعہ ہے جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے حالانکہ وہ تمام واقعات بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں اور ان میں ذرہ بھر بھی تعلق نہیں ہے جن لوگوں نے مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ کیا ہے اُن کو معلوم ہے کہ کس طرح انہوں نے لوگوں کو بہکانے کے لئے اپنی تحریر کا جال بچھایا ہے مگر ہم بھی بفضل ایزدی اس طلسمی فسوں سازی کے جال کو تار تار کر کے ناظرین کے سامنے رکھ دینگے۔ تاکہ کوئی بھولا بھالا شکار اس کے حلقہ ہائے تزویر میں اسیر نہ ہو جاوے وہ واقعات اس طرح ہیں۔

(۱) مرتضائی پریس والی چٹھی جو تبلیغ رسالت صفحہ ۱۱/۱ پر ہے جس میں نشان سے تسلی نہ پانے کی صورت میں مرزا صاحب کو ۲۴۰۰ روپیہ ہرجانہ/جرمانہ اور عرصہ ایک سال میں تسلی پانے کی صورت میں قبول اسلام شرط ہے

(۲) تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۵۵ والا اشتہار جس میں لکھا ہے کہ رسالہ سراج منیر عنقریب چھپنے والا ہے اس میں منشی اندرمن و پنڈت لیکھرام پشاوری کی قضا و قدر کے متعلق بقید وقت و تاریخ کچھ تحریر ہوگا۔

۱ اس کے متعلق ہم لکھ چکے ہیں ۲ اس کا ذکر آگے آئیگا

(۳) جو مباحثہ سرمہ چشم آریہ کی بنا پر ہے اور وہ بھی ایک سال کے لئے ہٹا اور شرط اسلام لانے کی ہے اس کا ذکر بھی آگے آئیگا۔

(۴) ۱۸۸۶ء میں چھ سال والا اندرجال۔ یہ چاروں بالکل علیحدہ حیثیت رکھتے ہیں جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا اور آگے بھی واضح طور سے لکھیں گے اور یہ ثابت کریں گے کہ ان کا باہم کوئی تعلق نہیں۔ سردست ہم نے ایک واقعہ کا جو ۲۴۰۰ روپے والی چٹھی کا تھا ذکر کیا ہے اور وہ پنڈت جی کے قادیان سے واپس آنے پر ختم ہو گیا اس کا آگے کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے مرزا صاحب کے اس مغالطہ سے بچنا ضروری ہے لہذا ہم نے اسے یہاں لکھا۔ تاکہ اسے یاد رکھا جاوے۔

یہانتک ہم نے دو امور کا ذکر کیا۔ ایک تو براہین احمدیہ دوسرا سرمہ چشم آریہ کا جواب جس کے لئے اس قدر مرزا صاحب نے لمبے چوڑے وعدے کئے ہوئے تھے پنڈت جی نے اس کا جواب لکھ کر مرزا صاحب کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ یہ پہلی فتح تھی جو پنڈت جی کو مرزا صاحب کے مقابلہ پر حاصل ہوئی دوسرا ۲۴۰۰ مرتضائی پریس والی چٹھی تھی جس کے متعلق ہم نے مفصل طور پر لکھدیا ہے کہ کس طرح خط و کتابت ہوئی اور کس طرح مرزا صاحب نے فرار اختیار کیا۔

یہ پنڈت صاحب کی دوسری فتح تھی

جس نے کہ مرزا صاحب کو بہت ہی حیران اور مضطرب کر دیا۔ مناظرہ کرنا اور نشان دکھانا تو درکنار رہا۔ شرائط طے کرنے کیلئے بھی اپنے حجرہ سے باہر انکے قدم رنجہ نہ فرما سکے۔

اب اس شکست کے بعد مرزا صاحب نے اپنے اثر کو قائم رکھنے کیلئے
ایک اور چال چلی کیونکہ جب لوگوں پر یہ ظاہر ہو گیا کہ پنڈت جی برابر دو ماہ
قادیاں میں رہ کر واپس آ گئے اور مرزا صاحب نے کوئی بھی فیصلہ نہ کیا
تو قدرتی طور پر اس کا نتیجہ لوگوں میں بدظنی پھیل جاوے۔ یہی ہونا تھا
اس لئے اس کو دور کرنے اور لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرنے
کیلئے مرزا صاحب نے ایک اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو نکالا جو تبلیغ
رسالت جلد اول کے صفحہ ۵۵ پر درج ہے اور ہر ایک ہوشیار آدمی کا
یہی قاعدہ ہے کہ جب ایک بات میں کمزوری آ جاوے تو فوراً اس سے بڑھ
چڑھ کر لوگوں کو سبز باغ دکھاوے تاکہ اس کا اثر پبلک پر جما رہے اور
لوگوں کی آنکھیں نئی بات کی طرف لگ جاویں۔ اور وہ پچھلی بات بھول جاویں
ایسا ہی مرزا صاحب نے اس موقعہ پر کیا۔ اب میں شری پنڈت جی کی کلیات ہی
ہی تحریر کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کا کیا جواب دیا

ناچار بندہ دو ماہ قادیاں رہ کر اور آریہ سماج کو قائم کر کے وہاں
سے چلا آیا۔ اب ایک اور فریب سوچا کہ حضرت کو اس شیانند اور منشی
اندرمن صاحب کی وفات و حیات و شادی و غمی کی نسبت الہام ہوئے ہیں
مگر نہیں بتلاتے۔ جب تک ہم ان کو اجازت نہ دیں۔ کلیات آریہ مسافر ص ۱۵
ہم آگے چل کر ثابت کریں گے کہ قضا و قدر کے متعلق کوئی الہام نہیں
ہوا محض دوکانداری ہے لیکن پہلے اس اشتہار کے ان مضمون کو جس کا
تعلق ہماری کتاب کے ساتھ ہے۔ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ یہ اشتہار
مسلم کا ہے اس کا عنوان ہے

رسالہ سراج منیر مشتمل بر نشانہائے رب قدیر

یہ رسالہ اس احقر مؤلف براہین احمدیہ نے اس غرض سے تالیف کرنا چاہا ہے تا منکرین حقیقت اسلام و مکذبین رسالت حضرت خیر الانام علیہ و آلہ الف الف سلام کی آنکھوں کے آگے ایک ایسا چمکتا ہوا چراغ رکھا جاوے جس کی ہر ایک سمت سے گوہر آبدار کی طرح روشنی نکل رہی ہو .... چنانچہ خداوند کریم نے .... اس ناکارہ کو بعض اسرار مخفیہ[ل] و اخبار غیبیہ پر مطلع کر کے بار عظیم سے سبکدوش فرمایا ہے .... اب یہ رسالہ قریب الاختتام ہے اور انشاء اللہ القدیر صرف چند ہفتوں[ع] کا کام ہے اس میں تین قسم کی پیشگوئیاں ہیں اول جو اس احقر کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں ....

جو بعض احباب یا عام طور پر کسی ایک شخص یا بنی نوع سے متعلق ہیں اور ان پیشگوئیات سے ابھی کچھ کام باقی ہے .... تیسری وہ پیشگوئیاں جو مذہب کے غیر پیشواؤں[ع] یا واعظوں یا ممبران سے تعلق رکھتی ہیں اور اس قسم میں ہم نے صرف بطور نمونہ چند آدمی آریہ صاحبوں اور چند قادیاں کے ہندوؤں کو لیا ہے .... اس لئے ہم بانکسار تمام اپنے موافقین و مخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں اگر وہ کسی آئندگی کی اپنی نسبت ناگوار طبع (جیسے خبر موت فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت) پا دیں تو بندہ ناچیز کو معذور تصور فرما دیں بالخصوص وہ صاحب جو باعث مخالفت و مغایرت مذہب اور بوجہ نامحرم اسرار ہونے کے حسن ظن کی طرف بمشکل رجوع کر سکتے ہیں جیسے منشی اندرمن صاحب

ل یہاں پر اسرار مخفیہ و اخبار غیبیہ پر اطلاع پانے کا اقرار ہے۔

ع معلوم ہوتا ہے کہ ہفتوں سے غالباً خدا کے ہفتے مراد ہیں کیونکہ رسالہ سراج منیر اس تحریر سے تقریباً ۱۲ سال بعد چھپا۔ غل لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچنا مقصود تھا۔

ع۔ غالباً غیر مذہب کے پیشواؤں ہوگا۔

مراد آبادی و پنڈت لیکھرام صاحب پشاوری وغیرہ جن کی قضا و قدر کے متعلق غالباً اس رسالہ میں بہ قید وقت و تاریخ کچھ تحریر ہوگا۔ ان صاحبوں کی خدمت میں دلی صدق سے ہم گذارش کرتے ہیں کہ ہمیں فی الحقیقت کسی کی بدخواہی

دل میں نہیں ہے روا کیسے نا پارسا ان کے ریاض آئے ہیں میخانہ میں
اند بیٹھے ہیں بچائے ہوئے دامن کیا — مولف

بلکہ ہمارا خداوند کریم خوب جانتا ہے کہ ہم سب کی بھلائی چاہتے ہیں اور بدی کی جگہ نیکی کرنے کو مستعد ہیں۔ اور بنی نوع کی ہمدردی سے ہمارا سینہ منور و معمور ہے۔

رہ شنگ ما خوب ہے شناہم پیران پارسا را (مولف)

بایں ہمہ اگر کسی صاحب پر ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ ۱۸۹۳ء سے ۲۰ مارچ تک جو کسی اخبار میں یہ مضمون شائع ہو۔ ٹھیک ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا وہ پیشگوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی جاوے۔ تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۵۵ تا ۵۸۔

رسالہ سراج منیر جس کے لئے مرزا صاحب نے اعلان کیا کہ چند ہفتہ تک چھپ جائیگا وہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۳ء تقریباً گیارہ سال بعد چھپا اور ئه چونکہ وہ پنڈت جی کی شہادت کے بعد شائع ہوا اس میں اس بات کا تذکرہ کرنا عبث ہے ؎

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کریں گے
کیا وعدہ انہیں کرکے مکرنا نہیں آتا (مولف)

ئه کوئی مضائقہ نہیں یہ پیغمبری رعونت ہے۔

لیکن ہم اپنے احمدی دوستوں سے سوال کریں گے کہ مرزا صاحب تو اس وقت موجود نہیں ہیں آپ ہی براہ نوازش وقت اور تاریخ کا پتہ کسی مقام پر دکھلا دیجیے اور مرزا صاحب کو اس بار عظیم سے سبکدوش فرمایئے۔

مگر ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ ہرگز ایسا نہیں کر سکیں گے کیونکہ خود ہی مرزا صاحب نے اپنے اس دعوے کی تردید کی ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئی کی زیادتی عظمت اور ہیبت دنوں اور وقتوں کے مقرر کرنے کی محتاج نہیں اس بارے میں زمانہ نزول عذاب کی ایک حد مقرر کر دینا کافی ہے۔ تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۱۵ اول پر تو مرزا صاحب نے بڑے طمطراق سے تحریر کر دیا کہ خدا نے مجھے اسرار مخفیہ و اخبار غیبیہ پر مطلع کر کے بار عظیم سے سبکدوش فرمایا۔ اور پنڈت اندرمن اور لیکھرام جی کے متعلق یہ نیز وقت و تاریخ تحریر کریں گے۔ یہ تحریر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی ہے مگر اس کی حقیقت آپ پر بخوبی منکشف ہو جائے گی جب آپ مرزا صاحب کی دوسری کتب کا مطالعہ فرماویں گے۔

دیکھیے اسی پیشگوئی کے متعلق مرزا صاحب کیا لکھتے ہیں۔

"اس کی جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ عجل جسد له خوار له نصب و عذاب۔

یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بد زبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔ اور اس کے بعد آج ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ

سے جو ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء سے چھ برس کے عرصہ تک ۔۔۔ عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ آئینہ کمالات اسلام آخری ٹائٹل پیج اسی طرح دیگر کتب میں بھی لکھا ہے ابھی خدا تعالےٰ کی طرف سے پیشگوئی کی میعاد نہیں کھلی تھی اور لیکھرام کا اصرار تھا میعاد کی قید سے پیشگوئی بتلائی جائے۔ آخر ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء کو بہت توجہ اور دعا اور تضرع کے بعد معلوم ہوا کہ آج کی تاریخ سے یعنی ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء سے چھ برس کے درمیان لیکھرام پر عذاب ۔۔۔۔ نازل کیا جائیگا۔ استفتاء صفحہ ۱۰۔

اب دیکھئے ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں تو لکھتے ہیں کہ مجھے اسرار مخفیہ اور امور غیبیہ حاصل ہوئے ہیں اور رسالہ سراج منیر چند ہفتوں میں شائع ہو جائے گا جس میں منشی اندرمن اور پنڈت لیکھرام جی کے متعلق بہ تعین وقت و تاریخ لکھا جائیگا اس مذکورۃ الصدر عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنڈت جی کے متعلق انہیں معلوم ہو چکا ہے مگر آئینہ کمالات جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء اس تحریر سے پورے سات سال بعد شائع ہوئی اور استفتاء جو اس کے گیارہ سال بعد چھپا ان کی عبارت جن کا ہم نے اوپر حوالہ لکھا ہے اس سے کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔ کہ مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار میں بالکل مغالطہ دیا ہے کیونکہ جب آئینہ کمالات اور استفتاء سے ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء کو وقت معلوم کرنے کے لئے دعا کی گئی اور اس میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ ابھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر پیشگوئی کی میعاد نہیں کھلی تھی اور ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء کو بہت توجہ اور دعا اور تضرع کے بعد معلوم ہوا ۔ اب احمدی دوست خود ہی سوچ لیں کہ ۱۸۸۶ء والے اشتہار کو قادیانی گپ کے سوائے اور کیا وقعت دی جاسکتی ہے کیونکہ جو بات اس سے سات سال بعد

معلوم ہوئی ہے وہ اس سے پہلے کس طرح شایع کی جا سکتی تھی۔ ایسے صریح متضاد بیان کو دیکھ کر بھی احمدی بھائی اگر کوئی نصیحت نہ حاصل کریں تو یہ ان کی قسمت اور اس پر طرہ یہ کہ وعدہ تو وقت اور تاریخ لکھنے کا تھا مگر یہ دونوں ہی ندارد ہیں محض ۶ سال کی حد معین کردی۔ جو ہر قسم کی حیلہ سازی کے لئے کافی وقت تھا۔

کیا یہ مرزا صاحب کا اپنے دعوے میں کاذب ہونے کا بین ثبوت نہیں ہے؟ اگر نہیں تو دکھاؤ اس میں وقت اور تاریخ کہاں ہے اور ۱۸۹۳ء سے پہلے مرزا صاحب کو پنڈت جی کے قضا و قدر سے متعلق یہ قید وقت مع تاریخ پتہ تھا اگر پتہ تھا تو ثابت کرو۔ اگر نہیں تھا تو چند ہفتے بعد اس کو کیسے شایع کر دیتے بہر حال یہ غلط بیانی بھی مرزا صاحب کی جلد بازی کا نتیجہ ہے۔

اسی کے متعلق مرزا صاحب نے آئینہ کمالات صفحہ ۲ پر رقم فرمایا ہے (کہ میں نے) اندرمن مرادآبادی اور لیکھرام پشاوری کو ان کی قضا و قدر کے متعلق بعض پیشگوئیاں کرنے کی دعوت کی تھیں لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شایع کردو میری طرف سے اجازت ہے۔

اب ذرا اس اجازت کی حقیقت بھی سن لیجئے

اس میں شک نہیں پنڈت جی نے یہ لکھ دیا تھا کہ میری طرف سے اجازت ہے مگر وہ اجازت کن الفاظ میں تھی اس کو یہاں مرزا صاحب کی اپنی ہی تحریر سے لکھتا ہوں۔

مگر لیکھرام نے بڑی شوخی اور دلیری سے .... ایک کارڈ اپنا دستخطی میری طرف روانہ کیا کہ میں آپ کی پیشگوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں میرے

حق میں جو چاہو شایع کرو میری طرف سے اجازت ہے۔ استفتا صفحہ ۹ د حیات احمد جلد دوم صفحہ ۳۴۲۔

اب ناظرین بہ نظر انصاف غور فرماویں کہ آ اجازت سے یا بے تعلقی یہ کیا پنڈت جی اب لکھ سکتے تھے کہ میرے متعلق پیشگوئی نہ کرنا۔ اور کیا اس کا صاف اور صریح مطلب یہ نہ ہوتا کہ پنڈت جی مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کی صداقت کے قائل ہو گئے ہیں اور اُس سے ڈر گئے جب مرزا صاحب نے صاف تبلیغ رسالت صفحہ ۵۸ پر لکھا ہے (وہ پیشگوئی جس کے اظہار سے وہ ڈرتے ہیں)۔

جب مرزا صاحب کی یہ شرط ہے کہ جس پیشگوئی سے کوئی ڈرتا ہے اس کے متعلق وہ اطلاع دے تاکہ اس کا اندراج نہ کیا جائے تو جب پنڈت جی کسی پیشگوئی سے ڈرتے ہی نہیں تھے تو اپنی بے تعلقی کا اظہار کرنے کے لئے اس سے زیادہ اور کیا لکھ سکتے تھے (کہ میں آپ کی پیشگوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں) مگر افسوس کہ مرزا صاحب نے پنڈت جی کی بے تعلقی کو لیڈر کی راہداری کا پروانہ سمجھ لیا اور دیدہ و دانستہ لوگوں کو مغالطے میں ڈالا اب پنڈت جی نے جو الفاظ اس اشتہار پر اجازت کے متعلق تحریر فرمائے ہیں ان کو بھی ذرا ملاحظہ کر لینا چاہئے تاکہ مرزا صاحب کے اس غلط استدلال کا بخوبی علم ہو جائے۔ جہاں پر مرزا صاحب کا لفظ لکھا ہوگا وہاں اس اشتہار کی عبارت اور جہاں پر جواب لکھا ہوگا وہاں مراد پنڈت جی ہوں گے۔

(نیز ہم انہیں حصوں کو نقل کریں گے جن کا تعلق پیشگوئی کے ساتھ ہے)

(مرزا) ہم نے صرف بطور نمونہ چند نامی آریہ صاحبوں اور چند قادیاں

کیسے بندوں کو دیا ہے جن کی نسبت مختلف قسم کی پیشگوئیاں ہیں۔

جواب: رحیم نامی آریہ صاحبان وہ ہونگے جنہوں نے مرزا کا مکر و فریب بذریعہ اشتہار شائع کیا ہے اور قادیاں کے ہندو وہ ساہوکار فرضی معاہدہ کرنیوالے ہونگے جنہوں نے علیحدہ اشتہار چھپوا دیا تھا کہ نہ ہم نے وعدہ ایک سال تک الہام دیکھنے کا کیا نہ ہم اس کے الہام کو درست جانتے ہیں۔ یہ سب مرزا کی جعلسازی ہے خود ہی مسودہ بنایا خود ہی نام لکھ دیا خود ہی چھپوا دیا۔ اگر اپنی ذات کو بیتے تو بہتر تھا۔ کیونکہ جگ بیتی سے آپ بیتی کا قصہ معتبر ہوگا۔

(مرزا) اس لئے ہم بانکسار تمام مخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیشگوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع پاویں جیسے کہ بربوت فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت ہو تو اس بندہ ناچیز کو معذور تصور فرماویں۔

جواب۔ عجز و انکسار کا کیا موقعہ ہے عقلاً موت و فوت کی خبر سے ناراض نہیں ہوتے۔ بلکہ احسان مانتے ہیں۔ مگر مکاروں سے ضرور نفرت کرتے ہیں آپ کسی کی وفات ثمات کا حال اگر درج رسالہ کریں تو بسم اللہ مگر پہلے اپنی اور اپنی اولاد[1] اور تمام کنبہ کو بھی اس خبر میں شامل کر لیں تاکہ درست سمجھی جاوے

---

[1] اپنی اولاد کے متعلق مرزا صاحب نے پیشگوئی کی کہ لڑکا ایسا پیدا ہوگا (دیا) مگر بدقسمتی سے لڑکی پیدا ہوئی اور مر گئی پھر بڑے زور شور سے کہا کہ لڑکا پیدا ہوگا گویا کہ خدا آسمان سے خود اترا ہے مگر قسمت کی بات جب ایک لڑکا پیدا ہوا تو مرزا صاحب نے کہا وہ لڑکا پیدا ہوگیا ہے جس کے لئے کہا تھا۔ مگر افسوس کہ وہ لڑکا ابھی زندہ نہیں رہ سکا۔ آخرکار یہ کہکر پیچھا چھڑایا کہ ہمارے اجتہاد میں غلطی تھی۔ الہام میں نہیں اور نبیوں کے اجتہاد میں غلطی ہونا درست ہے۔

اور اگر مخالفوں کی ہی نسبت دریدہ دہنی کی۔ تو پھر ہمارے حلیے بھی آپ
جانتے ہی ہیں۔ قبر تک پیچھا چھوٹنا مشکل ہوگا۔

(مرزا) بالخصوص منشی اندرمن صاحب مرادآبادی۔ پنڈت لیکھرام
صاحب پشاوری وغیرہ کی نسبت بہ تعیین و تاریخ کچھ ہوگا۔

جواب ؎ چوں حجت نماند جفا جوئے را
بہ پرخاش در ہم کشد روئے را

پس حضرت جناب منشی اندرمن صاحب رام اتباہم سے مباحثہ تو کر چکے
اب جیٹاریوں کی طرح دست و گریبان ہونے پر آمادہ ہو جاؤ گے اور دشنام دہی اور بداندیشی پر
آمادہ ہو جاؤ گے ؎ مہ نور مے فشاند و سگ بانگ مے زند
ہر کسے بر خلقت خود مے تند

اگر آپ کو مخالفین کے بارے میں خبر ہوتی۔ تو اہل اسلام میں سے ملا
عبدالرحمٰن قصوری اور لودہیانہ و دیوبند کے چند علماء جنہوں نے آپ کے
حق میں کفر کا فتوے لگایا۔ اور محضرنامہ بھی بہ ثبت مولویاں تیار کیا۔ آپ
کی پیشگوئی حیات و ممات سے کیوں محروم رہے۔ یہ آپ کی پبلک کو
صاف دھوکہ دہی ہے آپ میں یہ قدرت ہرگز نہیں۔ کہ کسی کے بارے
میں صریح خبر بتقیید وقت و تاریخ لکھ سکیں۔ محض طول و طویل پیچدار
عبارتیں لکھنا آپ کا شیوہ ہے۔

---

۱ کیا یہ پیشگوئی کے لئے اجازت ہے یا اس کی مخالفت ہے۔
۲ منشی اندرمن صاحب سے بھی انہوں نے وہی حکمت عملی کی اور ان کی
سی شرط کو منظور نہ کیا۔ بلکہ ایک جعلی اور فریبانہ اشتہار بطور درخواست مباحثہ

(مرزا) اور ہر ایک کے لئے ہم دعا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ اگر تقدیر معلق ہو تو دعاؤں سے ٹل سکتی ہے اس لئے رجوع کرنیوالے مصیبتوں کے وقت مقبولوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

جواب:- آپ تو مقبولوں کے سرغنہ ہیں اور آپ کی دعا تو تقدیر معلق کو بالکل ہی تمام ٹال سکتی ہے۔ اب ہم بھی چند نامی اشخاص کے نام لکھتے ہیں۔ ذرا ان کی مراد بھی پوری کیجئے۔

نواب صاحب کوٹلہ کو تھوڑے دنوں سے خلل دماغی ہے۔ رامپور کے نواب صاحب کو پتھری وغیرہ کی بڑی مرض ہے۔ صدیق حسن خان بھوپال معزول ہیں۔۔۔ جناب بیگم صاحبہ والئے بھوپال صدیق حسن خاں معزول کو تین لاکھ روپیہ دیکر خارج کرنا چاہتی ہیں ان کا ارادہ فسخ کیجئے ایک ریاست کے ایک معزز مشتاق ہیں کہ ممبر کونسل ہو جاویں۔ دعا کا لٹکا دکھلایئے تاکہ خزانہ ریاست سے آپ کی خوب مدد کریں ایک نائب ناظم پٹیالہ کی آنکھیں آپکی غایت مطیع ڈاکٹر صاحب کے معالجہ سے جاتی رہی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب پر احسان کیجئے۔ آپ نے ان سے نمبردار ایک سال کا وعدہ بھی کیا تھا۔ کہ ہم نمبردار دعا کرتے ہیں۔ ایک سال کامل ہو گیا ہے اس کا نمبر اب تو آگیا ہوگا وغیرہ۔

مرزا صاحب نے تحصیل زر کی ترکیب تو خوب سوچی ہے کہ پہلے لوگوں

(بقیہ حاشیہ ص۸۴) قادیاں سے لکھا کر ان کے پاس بھیجا اور اخباروں میں چھپوایا تھا پر اہلکار خود نے مطلع ہو کر ایک ٹریکٹ عظیم الشان قادیاں چھپوا کر عام مشتہر کر دیا۔ کہ یہ مرزا صاحب کا سراسر فریب ہے ہم نے منشی اندرمن صاحب کو نہیں بلایا۔ کلیات آریہ مسافر ص۱۵

کو ڈراویں اور پھر دعا کے بہانے ان کو لوٹیں۔

پنڈت جی کا مذکورہ بالا بیان پڑھ کر کون شخص یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ انہوں نے اجازت دی ہے۔ بلکہ اس سے اور پنڈت جی کی چٹھی سے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ میں آپ کی پیشگوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں بے تعلقی کا اظہار بالکل صاف طور سے عیاں ہے۔

مگر مرزا صاحب ان کے برعکس خواہ مخواہ لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں اور اس کو اجازت ظاہر کر رہے ہیں حالانکہ اس میں اجازت کا نام و نشان تک نہیں۔

پنڈت جی کے اس جواب کو پڑھ کر مرزا صاحب ایسے دم بخود ہوئے کہ تقریباً سات سال ان کے لب پر مہر سکوت لگ گئی اور وہ وقت و تاریخ وغیرہ کے سب فسانے بھول گئے۔

یہ ۱۸۸۶ء والا اشتہار ہے جس کا یہاں خاتمہ ہو گیا ہم نے اس میں ثابت کر دیا ہے۔ کہ اس پیشگوئی کے وقت مرزا صاحب کو کوئی الہام نہیں ہوا یہ سب ڈرانے دھمکانے اور دعاؤں کے بہانے تحصیل زر کی جدت تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو چند ہفتوں میں کتاب چھپنے کے وعدہ میں اگر کسی طرح تاخیر واقع ہو گئی تھی تو علیحدہ اشتہار چھپ سکتا تھا مگر مرزا صاحب نے ۱۸۹۳ء تک پنڈت جی کے لئے کچھ نہیں لکھا اور اس کو یہاں ہی ختم کر دیا۔ اس لئے ہم بھی اس کو اسی مقام پر ختم کر کے جس طرف کہ مرزا صاحب نے اپنا رخ کیا ہے اپنے ناظرین کو اسی تماشا گاہ میں لے چلتے ہیں۔ تاکہ اس پردہ کے پیچھے جو مخفی منظر ہے ہویدا ہو کر مرزا صاحب کی اس نئی چال کا راز بھی طشت از بام ہو جائے۔

یہ پنڈت جی کی تیسری فتح تھی جس نے کہ مرزا صاحب کو اتنی مدت رسالہ سراج منیر شایع کرنے سے باز رکھا اور خاموش کر دیا۔

ایک اور نئی چال

مرزا صاحب خدا ان پر رحم کرے بڑے زندہ دل اور عجب شغل کے بندے واقع ہوئے ہیں پبلک کو نئی نئی باتوں کی طرف توجہ دلاتے رہنا اور اس کو کسی نہ کسی الجھن میں پھنسائے رکھنا اور اپنے حلقہ بگوشوں کے یقین کو متزلزل نہ ہونے دینا اور ایسے اسباب مہیا کرنا جس سے لوگوں کی توجہ پرانی باتوں سے ہٹ کر نئی باتوں کی طرف لگ جائے آپ کے بائیں ہاتھ کا کرتب تھا۔ اگر ایک بات میں شکست ہوئی۔ تو فوراً لوگوں کی توجہ ایک نئی بات بنا کر دوسری جانب منعطف کر دی۔ اور اگر اس میں بھی ہار ہوئی۔ تو ایک اور ہی نیا پانسہ ڈال دیا۔ داؤ بھی خوب جی بھر کر لگایا۔ ہزاروں روپوں کی شرائط مقرر کیں۔ مگر کیا مجال کہ کسی کو ایک پیسہ تک دکھایا ہو۔ سب زبانی جمع خرچ۔ حیلہ حوالہ داؤ پیچ

اسی سنت نبوی کی تقلید کرتے ہوئے بیچارے میر قاسم علی تین صد روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے پاس ہار بیٹھے وہ نوگرفتاروں کی مانند نہ سمجھ سکے۔ کہ سنت تو زبانی جمع خرچ کی تھی۔ نہ کہ سچ مچ روپیہ بھی جمع کرا دینے کے متعلق ذرا سا قدم اکھڑا۔ بس چاروں شانے چت گر گئے۔ نقصان کا نقصان اور بدنامی جدا۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ
اے اسیران قفس میں نوگرفتاروں میں ہوں

دم گھات اللہ اللہ اور خیر صلاّ ۔ ےـ

بمصداق ریاست میں کبھی شامل ریاست میں کبھی داخل

ہمارے مولوی بھی فی الشل تھالی سے بینگن ہیں

ابھی ادہر سے مرزا صاحب کہ ہم نے بیان کیا ہر ایک امور میں منہ کی کھا چکے تھے اور کسی بات میں بھی پنڈت جی کا مقابلہ نہ کر سکے ۔ ان پے در پے شکستوں کے اثر کو زائل کرنے کے لئے جھٹ ایک نیا داؤ اور لگا دیا ۔ اور لوگوں کی نگاہوں کو اس طرف پھیر دیا ۔

وہ یہ کہ ۱۸۸۶ء کے اختتام پر مرزا صاحب نے ایک کتاب "سرمہ چشم" آریہ نامی شایع کی اور حسب معمول اس میں بھی پانصد روپیہ کا داؤ لگا دیا ۔ جنکے فقرات ذیل میں درج کرتا ہوں ۔

اور اگر پھر بھی باز نہ آویں تو آخرالعلاج مباہلہ ہے جس کی طرف ہم پہلے اشارت کر آئے ہیں ۔ مباہلہ کے لئے زید خوان ہونا ضروری نہیں ۔ ہاں باتمیز اور ایک باعزت اور نامور آریہ ضرور چاہیے جس کا اثر دوسروں پر بھی پڑ سکے ۔ . . . . اگر وہ وید کی ان تعلیموں کو جن کو کسی قدر ہم اس رسالہ میں تحریر کر چکے ہیں ۔ فی الحقیقت

ےـ اب مرزا صاحب نے سب باتوں سے شکست کھا کر آخری اذن اللہ نکال لیا ۔ خدا خیر کرے ؎

یا الٰہی خیر کرنا عاشق ناشاد کی

آج رخ بدلا ہوا ہے اس بت بیداد کا

صحیح اور سچ سمجھتے ہیں۔ اور ان کے مقابل جو قرآن شریف کے اصول اور تعلیمیں اسی رسالہ میں بیان کی گئی ہیں ان کو باطل اور دروغ خیال کرتے ہیں تو اس بارہ میں ہم سے مباحثہ کریں۔

اور مقام مباہلہ کا برضامندی فریقین قرار پا کر ہم دونوں فریق تاریخ مقررہ پر اس جگہ حاضر ہو جائیں اور ہر ایک فریق مجمع عام میں ... مضمون مباہلہ کی نسبت ... قسم کھا کر تصدیق کرے کہ اگر ہمارا بیان راستی پر نہیں تو ہم پر اسی دنیا میں وبال اور عذاب نازل ہو۔ اور پھر فیصلہ آسمانی کے لئے ایک برس کی مہلت ہو گی۔ پھر اگر ایک برس گذرنے کے بعد مولف رسالہ ہذا پر کوئی عذاب اور وبال نازل ہوا۔ یا حریف مقابل پر نازل نہ ہوا۔ تو ان دونوں صورتوں میں یہ عاجز قابل تاوان پانسو روپیہ ٹھہریگا جس کو برضامندی فریقین خزانہ سرکار میں یا جس جگہ باسانی وہ روپیہ مخالف کو مل سکے داخل کر دیا جائے گا ... اور اگر ہم غالب آئے تو کچھ بھی شرط نہیں کرتے۔

سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴۔

اس کے آگے مرزا صاحب نے مضمون مباہلہ لکھا ہے جس کا ماحصل تقریباً وہی ہے جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں چونکہ اس مباہلہ کو جسے ... پنڈت جی نے تسلیم کیا ہے آگے چل کر ہم نے تحریر کرنا ہے اور یہ اسکا تمام مضمون آریہ سماج کے عقاید کے مطابق بھی نہیں ہے اس لئے اسے درج نہ

لہ یہ نیا مباہلہ یاد رکھنے کے قابل ہے کیونکہ آگے چل کر اس کے متعلق بحث کی جائیگی اور یہی ایک زبردست بات ہے جس سے کہ مرزا صاحب کی ساری حقیقت واضح ہو جائے گی۔

کر کے آگے چلتے ہیں۔ مزید بر آں خواہشمند سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۴۱ تا ۲۱۹ ملاحظہ فرماویں اس مباحثہ میں مندرجہ ذیل امور ہیں۔

(۱) وید مقدس کی تعلیم اور اصول کا مقابلہ قرآن شریف کی تعلیم اور اصولوں کے ساتھہ۔

(۲) ایک سال میں عذاب کا آنا اس دنیا میں

(۳) بصورت نہ آنے عذاب ایک سال کے اندر مرزا صاحب کا پانسو روپیہ بطور تاوان کے دینا اور اس روپیہ کو خزانہ سرکار وغیرہ میں جمع کرانا۔

(۴) بحسب رضامندی فریقین معین مقام پر جمع ہو کر تین بار باہم حلف اٹھا کر تصدیق کرنا ہم نے یہ چار باتیں جن پر کہ یہ مباہلہ مشتمل ہے اس لئے لکھ دی ہیں۔ تاکہ آگے چل کر یہ معلوم ہو سکے کہ یہ کہاں تک پوری ہوئی ہیں

یہ مباہلہ جس کا تعلق کہ سرمہ چشم آریہ کے ساتھ ہے اور فریقین پر اسی دنیا میں ایک سال کے اندر وبال اور عذاب کے نازل ہونے کی شرط ہے اور ساتھ ہی مرزا صاحب کے مغلوب ہو جانے کی حالت میں پانسو روپیہ تاوان مقرر ہے۔ اس میں کسی کے مرنے کیلئے نہ کوئی اشارہ ہے اور نہ کوئی گنجائش ہے کیونکہ فریقین کے لئے وبال اور عذاب کی شرط مساوی ہے نہ مرزا صاحب کے مرنے کی اور نہ مخالف کی موت کیلئے کوئی بات ہے کیونکہ مرزا صاحب ۱۴۹ سرمہ چشم آریہ میں لکھتے ہیں اور اگر ہم غالب آئے تو کوئی بھی شرط نہیں کرتے۔ کیونکہ شرط کے عوض میں

اب اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں موت کا کوئی دخل نہیں اور نہ اشارہ ہے کیونکہ شرائط کا مرطالبہ مردہ سے نہیں کیا جاتا۔ اور پھر اس میں صرف ایک سال کی شرط ہے اور یہ تحریر ۱۸۸۶ء کی ہے۔

اس سے پیشتر کہ ہم اس کی اصلیت اور حقیقت کا انکشاف کریں ضروری ہے کہ جو کچھ اس کے متعلق شری پنڈت جی نے تحریر فرمایا ہے لکھا جاوے

تاکہ معلوم ہو سکے کہ مرزا صاحب نے اس میں کہاں تک خیانت کا ارتکاب
کیا ہے اور کس طرح کاٹ چھانٹ کر کے اصلی مدعا کو بالکل اس کے
برعکس کر دیا ہے۔

شری پنڈت جی نے اس مباہلہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ کلیات
آریہ مسافر صفحہ ۵۸۴ پر درج ہے جہاں پر کہ نسخہ خبط احمدیہ ختم ہوتا ہے

خاتمہ و مباہلہ

سب سے اول سرمہ چشم آریہ کی کچھ عبارت نقل کی ہے
جس کا اختصار یہ ہے ، اگر اب بھی باز نہ آئیں تو آخر الحیل مباہلہ ہے اس
کے لئے وید خوان ہونا ضروری نہیں۔ معزز آریہ ضرور ہو۔ سب سے پہلے
لالہ مرلیدھر پھر لالہ جیون داس صاحب پھر کوئی دوسرے جو آریوں
میں معزز اور ذی علم تسلیم کئے گئے ہوں مخاطب کئے جاتے ہیں :

(اس پر پنڈت جی نے یہ جواب دیا)

(آریہ) چونکہ ہمارے مکرم و معظم ماسٹر مرلیدھر صاحب و منشی جیونداس
صاحب بسبب کثرت کام سرکاری کے عدیم الفرصت ہیں۔ بنا براں اپنے
اتساہ اور ان کے ارشاد سے اس خدمت کو بھی نیاز مند نے ہی اپنے ذمہ
لیا ہے پس کسی دانا کے اس مقولہ پر۔
کہ دروغ گو را تا بدروازہ باید رسانید عمل کر کے مرزا صاحب کی اس
آخری التماس کو منظور کرتا ہوں اور مباہلہ کو یہاں پر طبع کرا کے مشہور

اب مرزا صاحب نے جس مباہلہ کے لئے دعوت سرمہ چشم آریہ میں دی
تھی اس کو شری پنڈت جی نے منظور کیا۔ اور جو مضمون مباہلہ مرزا صاحب
نے لکھا تھا اس کو کچھ فرق کے ساتھ پنڈت جی نے تحریر فرمایا۔ کیونکہ وہ مضمون
تمام و کمال آریہ سماج کو مسلم نہیں تھا اب ہم پہلے وہ مضمون درج کرتے ہیں

پھر مرزا صاحب کی خیانت کا ذکر کریں گے جو انہوں نے کی۔ اور جو الفاظ یا فقرات مرزا صاحب نے کاٹے ہیں ان پر لکیر ڈال دیں گے۔

مضمون مباہلہ

میں نیاز الشیام لیکھرام ولد پنڈت تارا سنگھ شرما مصنف تکذیب براہین احمدیہ و رسالہ ہذا اقرار صحیح بدرستی ہوش وحواس کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اول سے آخر تک رسالہ سرمہ چشم آریہ کو پڑھ لیا اور ایک بار نہیں بلکہ کئی بار اس کے دلائل کو بخوبی سمجھ لیا۔ بلکہ اس کے بطلان کو بروئے ست دھرم خود رسالہ ہذا میں شائع کیا۔ میرے دل میں مرزا جی کی دلیلوں نے کچھ بھی اثر نہ کیا اور نہ وہ راستی سے متعلق ہیں۔ میں اپنے جگت پتا پرمیشور کو ساکھشی جان کر اقرار کرتا ہوں کہ جیسا کہ چہار وید مقدس میں ارشاد ہدایت بنیاد ہے اس پر میں پختہ یقین رکھتا ہوں کہ میری روح اور تمام ارواح کو کبھی نیستی یعنی قطعی ناش نہیں ہے۔ اور نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔ میرے روح کو کسی نے نیست سے ہست نہیں کیا بلکہ ہمیشہ سے پرماتما کی انادی قدرت میں رہا اور رہیگا۔ ایسا ہی جسمی مادہ یعنی پرکرتی یا پرمانو بھی قدیمی یا انادی پرماتما کے قبضہ قدرت میں موجود ہیں کبھی مفقود نہیں ہوں گے اور تمام جگت کا سرجن ہار ایک ہی کرتا ہے۔ دوسرا کوئی نہیں۔ میں پرمیشور کی طرح تمام دنیا کا مالک یا صانع نہیں ہوں۔ اور نہ سرب بیاپک ہوں اور نہ انتریامی۔ بلکہ اس مہان شکتیمان کا ادنیٰ سیوک ہوں گا۔ اس کے گیان اور شکتی میں ہمیشہ سے ہوں معدوم کبھی نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی عدم خانہ کہیں ہے بلکہ کسی چیز کو عدم نہیں۔ ایسا ہی وید کی اس انصاف تعلیم کو بھی میں

تسلیم کرتا ہوں کہ مکتی یعنی نجات کرموں کے مطابق پھر جسم انسانی لینا پڑتا ہے محدود کرموں کا بے حد پھل نہیں ہے۔ میں ویدوں کی ان سب تعلیموں کو دلی یقین سے مانتا ہوں کہ پرمیشور جڑ نہیں اور نہ جڑ جگت پرمیشور ہے اور نہ پرمیشور کی ذات سے یہ جگت بطور حصہ کے بنا ہے اور نہ کن فیکون سے۔ بلکہ پرمیشور کے قبضہ میں سرو شکتیمان ہونے سے۔ مادہ جگت کا ہمیشہ سے ہے اور رہیگا کبھی کوئی شے ناش مطلق نہیں ہوتی۔ ہاں رنگتیں حالتیں اور کیفیتیں بدلتی ہیں اور اصلیت مادہ کی کبھی نیست نہیں ہوتی۔ اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ پرمیشور گناہوں کو بالکل نہیں بخشتا۔

بلکہ انصاف قدیم کے سبب سے سب کو مطابق اعمالوں کے جزا و سزا دیتا ہے۔

میرا کسی کی شفاعت یا سفارش پر بھروسا نہیں کیونکہ میں خدا کو راشی یا ظالم نہیں جانتا اور میں وید کی رو سے اس بات پر کامل و صحیح یقین رکھتا ہوں کہ چاروں وید ضرور ایشور کا گیان ہے۔ ان میں ذرہ بھی غلطی یا جھوٹ یا کوئی قصہ کہانی نہیں ان کو ہمیشہ ہر نئی دنیا میں پرماتما جگت کی ہدایت عام کے لئے پرکاش کیا کرتا ہے اس سرشٹی کے آغاز میں جب انسانی خلقت شروع ہوئی پرماتما نے ویدوں کو شری اگنی شری وایو شری آدتیہ شری انگرا جیسے چار رشیوں کے آتماؤں میں الہام دیا۔ مگر جبریل یا کسی اور جیسی رسول کی معرفت نہیں۔ بلکہ خود ہی۔ کیونکہ وہ آسمان یا عرش پر نہیں بلکہ سرو دیاپک ہے۔ میں یہ بھی مانتا ہوں۔

کہ پرمیشور کامل ہے۔ پس اس کا الہام بھی کامل زبان میں ہونا چاہئے یہ صدہا فضلاء علماء غیر ممالک کی

شہادت سے ثابت ہو چکا ہے کہ سنسکرت سب سے
کامل ہے۔

پس وید ہی سب سے کامل اور مقدس گیان کی پستک ہے آریہ ورت سے ہی تمام دنیا نے فضیلت سیکھی۔ آریہ لوگ ہی سب کے استاد اول ہیں کیونکہ تواریخ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ آریہ ورت سے باہر جو بقول مسلمانوں کے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر (۵-۶ ہزار سال میں) آئے ہیں اور توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن وغیرہ کتب لائے ہیں۔ میں دلی یقین سے ان پستکوں کو مطالعہ کرنے سے اور سمجھنے سے (ماسوائے ان باتوں کے جو وید مقدس اپنشدوں یا شاستروں میں درج ہیں) ان کی تمام مذہبی ہدایتوں کو بناوٹی اور جعلی اصلی الہام کو بدنام کرنے والی تحریریں خیال کرتا ہوں۔ میرا پورا یقین ہے کہ ایشور کا الہام یا گیان نہیں بدلتا۔ اور اس میں غلطی یا دھوکا یا ظلم نہیں ہوتا ہے اس واسطے اس میں کمی بیشی کو بھی راہ نہیں۔ مگر چونکہ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن باہمی ناسخ و منسوخ اور تغیر و تبدل سے بھری ہوئی غلطیوں سے مملو اور جور و ستم کے ہادی ہیں۔ ان کی سچائی کی دلیل سوائے طمع یا نادانی یا تلوار کے ان کے پاس کوئی نہیں۔ اس واسطے وہ سچے نہیں۔ کیونکہ راستی لاتغیر ہوتی ہے اور ان میں صدہا مقام پر تغیر و تبدل ہے۔ پس ناراستی کو پھیلانے والا اور جھوٹ کو ترقی دینے والا سچا کبھی نہیں ہو سکتا۔ چونکہ سچائی وید ہی سے نکلتی ہے اور وید آریہ ورت میں ظہور پذیر ہوئے پس سچدانند پرماتما کا کامل گیان ہی سب سے پہلے آریہ ورت میں ہوا۔ بعد ازاں اور ملکوں میں پھیلا اور رشی لوگ بھی متفرق اوقات دور دراز ملکوں میں جا کر ست دھرم کا

اپدیش سناتے اور غیر آبادیوں کو آباد بناتے رہتے جیسا کہ اب سوامی دیانند جی مہاراج نے کیا۔ ملک امریکہ میں بھی جانے کا ارادہ تھا مگر آریہ ورت کی مذہبی اصلاح نے انہیں فرصت نہ دی جس طرح میں اور راستی کے برخلاف باتوں کو غلط سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں قرآن اور اس کے اصولوں و تعلیموں کو جو وید کے مخالف ہیں ۔

یار راستی اور علمیت کی قطعی ورودھ

ان کو غلط اور جھوٹا جانتا ہوں لیکن میرا دوسرا فریق مرزا غلام احمد ہے وہ قرآن کو خدا کا کلام مانتا ہے اور اس کی سب تعلیموں کو درست اور صحیح سمجھتا ہے۔

خواہ وہ راستی اور معقولیت اور علمیت کے کس قدر برخلاف ہیں

جس طرح میں قرآن وغیرہ کو پڑھ کر غلط سمجھتا ہوں ویسے وہ امی شخص سنسکرت اور ناگری سے محروم مطلق عربی کے گھمنڈ میں پھولا ہوا بغیر پڑھنے یا دیکھنے ویدوں کو غلط سمجھتا ہے

جس طرح میں فضلاء اسلام کے ترجمہ سے اسے ملزم بناتا۔ اور قرآن کی اصلی عبارت کو سنداً لاتا ہوں۔ ویسے ہی وہ غیر مذاہب کے غیر مستند ترجموں کو خود بخود نہیں بلکہ سنے سنائے یا افواہی طور پر لکھ کر بے بنیاد حوالوں سے چھپواتا ہے۔ اور لوگوں کو دھوکے میں پھنساتا ہے۔ اے پرمیشور ہم دونوں[1] میں سچا فیصلہ کر

---

[1] پنڈت جی کے الفاظ تھے ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر۔ مگر مرزا صاحب نے فریقوں لفظ بڑھا کر یوں لکھا کہ ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر حقیقت الوحی ص ۲۱۹

اور جو تیرا ست دہرم ہے اس کو نہ تلوار سے بلکہ پیار سے معقولیت اور دلائل کے اظہار سے جاری کر۔ اور مخالف کے دل کو اپنے ستیہ گیان سے پرکاش کر۔ تاکہ جہالت و تعصب وجور و ستم کا ناش ہو۔

کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پا سکتا۔

راقم آپ کا ادنیٰ بندہ لیکھرام شرما سبھاسد آریہ سماج پشاور

اس کے آگے پنڈت جی نے مباہلہ کی عبارت جو مرزا صاحب کی طرف سے ہونی چاہئیے۔ وہ درج کی ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے دونوں مضامین درج کئے تھے۔ اس میں کچھہ صراحت کے ساتھہ وہی مضمون ہے۔ جو کہ مذکورہ بالا عبارت میں ہے اور آخر پر لکھا ہے کہ اے قادر کبیر ایک سال تک کوئی اپنا عذاب نازل کر اور محنت سے بھرے ہوئے دکھ کی مار ایسے شخص کو پہنچا۔ جو دانستہ سچائی سے دور اور ناراستی کا دوست بن رہا ہے وغیرہ دیکھئے۔ کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۰۵

اس تحریر کی تاریخ ۱۸۸۸ء معلوم ہوتی ہے۔

نوٹ۔ جو عبارت مرزا صاحب نے عمداً ترک کر دی ہے اور اس کے لئے کوئی ڈیش وغیرہ یا کوئی چھوڑنے کا نشان نہیں دیا اس کے نیچے ہم نے خط کھینچ دیئے ہیں یا جلی قلم سے لکھہ یا ہے اور جس عبارت سے ہمنے مقابلہ کیا ہے۔ وہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۸ سے ۳۱۹ تک ہے تک ہے۔ قارئین کرام آپ اس مضمون مباہلہ کو دیکھنے سے اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ کس طرح دیدہ دانستہ اسمیں خیانت کا ارتکاب کیا گیا ہے کیونکہ اگر وہ خط کشیدہ فقرات درمیان سے کاٹے نہ جاتے تو مرزا صاحب کا وہ مطلب حل کہ پھر اس نے اپنی کتاب خبط احمدیہ میں میرے ساتھ مباہلہ کیا۔ یعنی دعا کی۔ کہ ہم

دونوں میں سے جس کا جھوٹا مذہب ہے وہ مر جائے آخر وہ اس دعا کے بعد آپ ہی مر گیا۔ دیکھئے قادیاں کے آریہ اور ہم۔ صفحہ ۷۰

اور نیز اس واقعہ کو ۱۸۹۷ء کے خون ناحق والے واقعہ کے ساتھ کوئی مطابقت نہ ہو سکتی چونکہ ۱۸۹۳ء والی بناوٹ کے لئے ان الفاظ کی موجودگی میں کوئی مناسبت نہیں ملتا تھا۔ کہ وہ قتل کے لئے پیشگوئی کر سکیں اور اس واقعہ کو اس کے ساتھ ملا سکیں اس لئے انہوں نے وہ الفاظ بیچ سے کاٹ دیئے جو اس کے لئے مانع تھے۔ لہذا میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب نے ان فقرات کو کاٹ کر جہاں اپنی ضمیر کا خون کیا وہاں خلق خدا کو بھی گمراہی میں ڈالنے کی کوشش کی کیونکہ وہاں پر تو بقول پنڈت جی معقولیت اور دلائل سے سیتہ گیان کا پرکاش تھا۔ مگر مرزا صاحب کے دماغ میں تو خونی فرشتے کے کرو فریب کا جال تھا۔

پنڈت جی کے مفہوم میں تو محبت اور پیار تھا مگر مرزا صاحب کے زعم میں تو چھری کا وار تھا اس لئے جب تک وہ الفاظ کاٹے نہ جاتے مرزا صاحب کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ لہذا ان کو کاٹ دیا گیا۔

نیز یہ بات بھی قابل یاد ہے کہ مرزا صاحب نے اس مضمون کو نسخہ خبط احمدیہ سے ہی نقل کیا ہے جیسا کہ وہ حقیقۃ الوحی ص ۲۱۲ پر لکھتے ہیں

؎ ہم احمدی بھائیوں سے نہایت ہی عجز و انکسار سے گذارش کریں گے کہ اگر وہ اپنے نبی کو سچا ثابت کرنا چاہتے ہیں تو مذکورہ بالا عبارت یا اس کا مفہوم ہی پنڈت جی کی کسی عبارت سے ثابت کریں ورنہ جھوٹے کو وہی ہدیہ دیں جو مرزا صاحب عشرہ کاملہ کی صورت میں لوگوں کو دیا کرتے تھے ٭

جس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس مضمون کو وہاں سے ہی نقل کیا ہے
اب ہم اپنے احمدی دوستوں سے نہایت ہی ادب کے ساتھ پوچھتے ہیں کہ کیا ایسے شخص کو جو کہ اس قدر مغالطہ دے اور ایک حوالہ لیکر اس میں اس انداز سے کانٹ چھانٹ کرے کہ اس کا مطلب ہی الٹا ہو جاوے اور ایسی بات لکھ دے کہ جو راقم کے مفہوم میں کسی طرح بھی داخل نہ ہو آپ کی ضمیر اسے نبی اور رسول ماننے کے لئے اجازت دیتی ہے اگر نہیں دیتی تو مرزا صاحب کا دامن اور بہشتی مقبرہ کی غلط امید کو چھوڑیے اور اگر آپ کا خیال ایسا نہیں تو ہم آپ سے بزور مطالبہ کریں گے کہ آپ ان فقرات کے کاٹنے کی وجہ تسمیہ بتائیں نیز یہ بھی دکھا دیں کہ پنڈت جی نے کہاں لکھا ہے کہ جو جھوٹا ہے وہ مر جائے جس عبارت کو کہ ہم قادیان کے آریہ اور ہم کے حوالے سے لکھ چکے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کس بات سے مجبور ہو کر مرزا صاحب نے یہ عبارت کاٹ دی۔ ضد اور تعصب کو ایک طرف رکھ کر سچے دل سے سوچئے۔ کہ کیا ان فقرات کی موجودگی میں کسطرح ہی قتل کے لئے پیشگوئی کی جا سکتی ہے تو کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں۔ کہ قتل کی پیشگوئی کرنے کے لئے ہی یہ فقرات کاٹے گئے ہیں۔ اگر آپ ایسا نہیں سمجھتے تو آپ ہی اس کی غرض وغایت بتا دیں۔ سچائی کو قبول کرنے میں کسی کو بھی گریز نہیں کرنا چاہئے

راستی موجب رضائے خدا است
کس ندیدم کہ گم شد از راہ راست

احمدی بھائیو۔ خدا اسل کو نقل کے ساتھ ملاکر پڑھو اور پھر سوچ سمجھ کر جواب دو۔ ہمارا یقین ہے کہ اگر آپ ایسے نہیں۔ ؎

وما انا ممن تاسر النجم لبہ

ویعلک سمیعہ الیراع المشقب

کہ جن کی عقلوں کو مرزا صاحب نے مسند بنا کر مقید کر لیا ہے اور جن کے کانوں کو بنسری کی تان سنا کر گرویدہ کر لیا ہے تو آپ ٹھیک اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ یہ سخت مغالطہ دیا گیا ہے۔ اور یہ نبی رسول اور خدا کے بندوں کی شان کے سخت خلاف ہے۔ ؎

ودع مقال الحق فی نفسک وارضہ

تصدق ولا ترکن الی قول مفتر

افتراپردازوں سے دور رہکر سچائی کی طرف اپنے نفس کو لوٹانا اور اس سے راضی رہنا یہی انسانیت کا تقاضا ہے مگر قبول افتد زہے عز و شرف اس کے ساتھ ہی ایک اور مغالطہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ مرزا صاحب نے ہر مقام پر اس مباہلہ کو جس کی بنا کہ سرمہ چشم آریہ کے مضمون پر ہے اور محض ایک سال کی شرط ہے ۱۸۹۳ء والی بنا دی پیشگوئی کے ساتھ ملا دیا ہے جو چھ سال والی تھی اور تمام کتب جن میں کہ پنڈت جی کی ارتھی کی تصویر دی ہے اس کے سرورق پر اسی مباہلہ کے مضمون سے اسل عبارت میں سے بہت سا حصہ کاٹ کر تھوڑا سا لکھا ہے حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اس معاملہ کا اس کے ساتھ ذرہ بھر بھی تعلق نہیں ہے۔

یہ مباہلہ تو صرف ایک سال کے لئے شرطی تھا۔ اور وہ دوسرا واقعہ اسکے تقریباً پانچ سال بعد چھ سال کی شرط پر موقوف تھا تو پھر ان میں باہم تعلق کیسے ہو سکتا

ہے۔ جیسا کہ آگے لکھا جائے گا۔ کہ ان کا باہم کوئی تعلق نہیں۔ اور نیز مرزا صاحب نے کس قدر یہاں اپنے ایمان کا لحاظ رکھا ہے۔ یہ بھی واضح کیا جائیگا

۵ وہوم سنتی تھی بہت ہم بھی ہتو ہنکی قیمہ۔ جلکے جب بتیحانے میں دیکھا تو پتھر نکلا

اب میں پھر سرمہ چشم آریہ کے اس مضمون مباہلہ کے چند الفاظ کی طرف جن میں شرائط مذکور ہیں۔ ناظرین کی توجہ دلا کر آگے چلونگا۔ تاکہ آپ ورق گردانی کی تکلیف سے بچ جائیں۔ اور اس تمام مفہوم کو جن کا کہ باہم تعلق ہے ایک ہی جگہ سلسلہ کے ساتھ سمجھ لیں۔

وہ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ کہ سرمہ چشم آریہ میں مرزا صاحب نے آریہ سماج کو ایکسال کیلئے مباہلہ کی دعوت دی۔

(۱) پھر فیصلہ آسمانی کے انتظار کیلئے ایکسال کی مہلت ہوگی۔ سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۱۳

قادر بمیر ایک سال تک کوئی اپنا عذاب نازل کر " " ۲۱۹

(۲) بصورت نہ آنے عذاب ایکسال میں مرزا صاحب کا پانصد روپیہ بطور تاوان کے دینا۔ اور اس روپیہ کو خزانہ سرکار وغیرہ میں جمع کرانا۔

(۳) بحسب رضامندی فریقین کسی معین مقام پر جمع ہو کر تین بار حلف اٹھاکر تصدیق کرنا

یہ شرائط تھیں۔ جن کو مرزا صاحب نے تحریر فرمایا تھا۔ مگر ان شرائط میں کوئی بھی شرط پوری نہیں ہوئی۔ نہ مقام حلف کے لیئے معین کیا گیا۔ نہ قسم کھائی گئی۔ نہ روپیہ کسی جگہ جمع کرایا گیا۔ جیسے مرزا صاحب نے مضمون مباہلہ لکھ دیا۔ ویسے ہی پنڈت جی نے لکھ دیا۔ لیکن محض مضمون سے ہی مباہلہ منعقد ہو گیا یہ بات کہاں تک درست ہے اس کو احمدی

بھائیوں کا ایمان ہی جانے۔ دوسرے اگر بالفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ باقی شرائط کے وقوع کو چھوڑ کر محض لکھ دینے سے مباہلہ قرار پا گیا تو بھی اس کی میعاد ۱۸۸۹ء میں ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ پنڈت جی کی تحریر ۱۸۸۸ء کی ہے اور ایکسال کی شرط تھی۔ جو ۱۸۸۹ء میں ختم ہو گئی اور پنڈت جی پر کوئی وبال وغیرہ نہیں آیا۔ مگر بجائے اس کے کہ مرزا صاحب پنڈت جی کو پانسو روپیہ تاوان دیتے۔ الٹا پانچ سال بعد اسی مباہلہ کو ۱۸۹۳ء والی فرضی پیشگوئی کے ساتھ جوڑ دیا جس کے لیئے کوئی وجہ نہیں تھی۔ کیونکہ اسکی میعاد تو ۱۸۸۹ء میں ختم ہو چکی تھی اب اس کے متعلق ایک بات اور لکھکر یہ واضح کرونگا۔ کہ مرزا صاحب کا اس بیانا کس قدر اختلاف ہے کیونکہ جو بناوٹ ہوتی ہے اسی میں اختلاف ہوتا ہے۔ مرزا صاحب کی دو مشہور کتب ہیں اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا موازنہ دیکھیئے۔ کہ کس قدر باہم خلاف ہے اور ساتھ سرمہ چشم کی عبارت کو بھی ملائیے۔

حقیقت الوحی صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴	چشمہ معرفت صفحہ ۱۶۸
۱۳۷. نشان یہ عظیم الشان نشان لیکھرام کا مباہلہ ہے واضح ہو کر میں نے سرمہ چشم آریہ کے خاتمہ میں بعض آریہ صاحبوں کو مباہلہ کیلئے بلایا تھا اور لکھا تھا کہ جو تعلیم وید کیطرف منسوب کیجاتی ہے۔ صحیح نہیں ہے اور جو تکذیب قرآن شریف کی آریہ صاحبان	یہ لیکھرام کا ہی دعویٰ تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک نہیں تھی۔ اور اس کے نزدیک ویدوں کے رشیوں کی زندگی پاک تھی اس نفسانی خیال کیوجہ سے وہ قادیان میں --- ۱؎ حقیقت الوحی میں لکھا ہے کہ اسکی نیت نیک تھی جب قادیاں میں آیا تو ایسا نہیں تھا

کرتے ہیں۔ اس تکذیب میں وہ
کاذب ہیں۔
اگر ان کا دعویٰ ہے کہ وہ تعلیم جو وید
کی طرف منسوب کی جاتی ہے سچی
ہے اور یا نعوذ باللہ قرآن
شریف منجانب اللہ نہیں تو وہ
مجھ سے مباہلہ کر لیں
اور لکھا گیا۔ کہ سب سے پہلے مباہلہ
کے لئے لالہ مرلیدھر مخاطب ہیں
.... پھر بعد اس کے لالہ جیون
داس سیکرٹری آریہ سماج لاہور
ہیں۔ اور پھر کوئی دوسرے
صاحب آریوں میں سے جو معزز
اور ذی علم تسلیم کئے گئے ہوں
مخاطب کئے جاتے ہیں
پنڈت لیکھرام نے اپنی کتاب
خبط احمدیہ جو ۱۸۸۸ء میں اس
نے شائع کی تھی۔۔۔ میرے ساتھ
مباہلہ کیا۔ چنانچہ وہ مباہلہ کے لئے
اپنی کتاب خبط احمدیہ کے صفحہ ۳۴۴
میں بطور تمہید یہ عبارت لکھتا ہے

آیا۔ میں نے اس کو بہت سمجھایا کہ
خدا کے پاک نبی پر حملہ کرنا اچھا
نہیں۔ مگر وہ خدا کی عظمت و قدر
کا منکر تھا۔
اس کو اس بات کی کچھ پرواہ نہ
تھی۔ کہ خدا سے ڈرے اور راہ
راست کو انصاف کے ساتھ دیکھے
اور اس کی شوخی حد سے بڑھ گئی تھی
اور بجز ٹھٹھے اور ہنسی اور گالی کے
کوئی اس کا شیوہ نہ تھا۔
آخر میں نے اسے مباہلہ کے لئے بلایا
یعنی اس بات کیلئے کہ وہ بجائے خود
اور میں بجائے خود دعا کریں کہ
خدا جھوٹے کو ہلاک کرے۔ اور اسی
طرح پر مجھ میں اور اس میں فیصلہ
کر دے۔ پس بد دعا کے وقت

ف۱ مرزا صاحب کی بناوٹ ملاحظہ
ہو کوئی پوچھے کہ قادیاں میں جب پنڈت جی
آئے آپ نے سمجھایا اور کب یہ باتیں ہوئیں
دیدہ تو محض آپ کی اختراع
اور تصنع ہے۔

چونکہ ہمارے مکرم و معظم ماسٹر مرلیدھر
و منشی جیون داس صاحب بسبب
کثرت کام سرکاری کے عدیم الفرصت
ہیں بنابراں اپنے بادشاہ[ملہ] (انساء)
اور ان کے ارشاد سے اس خدمت
کو ہی نیازمند نے ہی اپنے ذمہ لے
لیا۔ بس کسی دانا کے اس مقولہ پر
کہ دروغ گو را بدروازہ باید رسانید
عمل کرکے مرزا صاحب کی اس آخری
التماس کو منظور کرتا ہوں اور مباہلہ
کو یہاں طبع کرا کے مشہور
آگے وہ مضمون مباہلہ ہے

ملہ - یہاں پر مرزا صاحب نے بادشاہ
لکھ دیا جس سے خواہ مخواہ مغالطہ پڑتا ہے
کلیات میں بادشاہ نہیں بلکہ انساء ہے

جبکہ خدا نے اس کی نسبت بشارت دیدی
کہ وہ چھ برس کے اندر قتل کے ذریعے
سے جوانا مرگ مریگا اور عید کے
بعد جو دن آتا ہے اسمیں یہ پیشگوئی
پوری ہوگی۔ ایسا ہی لیکھرام نے میرے
مقابل پر اپنا مباہلہ چھپوا دیا یعنی یہ کہ
سچے کے حق میں خدا فیصلہ کرے اور
جھوٹے پر اپنا قہر نازل کرے یہ دعا
اس نے اپنی کتاب میں ابوجہل کی
طرح بڑے درد دل سے لکھی ہے اور
خدا سے فیصلہ چاہا ہے پس خدا نے
اس کے قتل کئے جانے سے یہ فیصلہ
کر دیا کہ وہ آنحضرت صلعم کی تکذیب
میں جھوٹا ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم درحقیقت پوتر اور پاک
اور صادق ہیں اور نیز یہ کہ موجودہ
ویدوں کی تعلیم صحیح نہیں ہے۔
آگے وہی مضمون مباہلہ ہے

پہلے ان ہر دو مضامین میں فرق ملاحظہ کیجئے اور پھر نتیجہ نکالئے۔

چشمہ معرفت جو ۱۹۰۸ء میں چھپی	حقیقت الوحی جو ۱۹۰۷ء میں چھپی
(۱) اس میں حضرت محمد صاحب و رشیوں کی زندگی کا موازنہ ہے۔	(۱) اس میں وید اور قرآن کی تعلیم کا مقابلہ ہے۔
(۲) اس میں تحریر ہے کہ پنڈت جی اس نفسانی خیال کی وجہ سے قادیان میں آئے کہ رشیوں کی زندگی پاک تھی اور حضرت محمد صاحب کی نہیں تھی۔ یہ واقعہ ۱۸۸۵ء کا ہے۔	(۲) اس میں لالہ مرلیدھر صاحب و لالہ جیون داس جی کو مباہلے کے لئے خطاب ہے اور اس کا وقت ۱۸۸۶ء ہے جس کا تعلق سرمہ چشم آریہ سے ہے یعنی ۲۴۰۰ روپیہ والی چٹھی ہے۔
(۳) ۲۴۰۰ روپے والے خط کا سلسلہ میں تھا نہ کہ سرمہ چشم آریہ کی دعوت مباہلہ پر۔	(۳) یہاں پر لالہ مرلیدھر صاحب اور لالہ جیونداس جی کو بلایا ہے اور پنڈت جی کا نام تک نہیں۔
(۴) یہاں لکھتے ہیں کہ آخر میں نے اسے (پنڈت جی کو) مباہلے کے لئے بلایا یہاں لالہ مرلیدھر و لالہ جیون داس	(۴) بیان ہے کہ لالہ مرلیدھر اور لالہ جیون داس کے علاوہ آریہ

لہ مرزا صاحب کا حافظہ دیکھئے حقیقت الوحی ۲۸۵ پر تو لکھتے ہیں کہ اس نے بڑی خواہش کے ساتھ قبول کیا تھا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور امور غیبیہ کھلتے ہیں تو میں اسلام قبول کرونگا وغیرہ یہاں پر نیت نیک بنائی۔

ہیں سے جو معزز اور ذی علم تسلیم کئے
گئے ہیں (کسی خاص کی تعیین نہیں)
(دیکھئے شرائط مباہلہ سرمہ چشم آریہ
صفحہ ۲۱۲) جس میں برضامندی فریقین
مقام کا فیصلہ کر کے تین بار قسم کھانا
ہے۔
(۵) اگر ہمارا بیان راستی
پر نہیں تو ہم پر اس دنیا میں وبال
اور عذاب نازل ہو (سرمہ چشم آریہ
صفحہ ۲۱۳) ورنہ پانصد روپیہ تاوان
(۶) یہاں پر ہے کہ ہر فیصلہ آسمانی کے
انتظار کے لئے ایک برس کی مہلت ہوگی
سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ واضح ہو کہ
یہ عبارت ۱۸۸۶ء کی ہے اور پنڈت جی
کی ۱۸۸۶ء کی بصورت میں جا ہوگی میعاد میں ۱۸۸۷ء
میں ختم ہوگئی۔ مگر وہ واقعہ ۱۸۹۳ء
سے شروع ہوتا ہے جس کی
میعاد چھ سال ہے۔ اور اس کا
تعلق سرمہ چشم آریہ سے نہیں
ہے (۷) یہاں پر ہے کہ پنڈت
لیکھرام نے ۱۸۸۵ء میں کھیر ساتھ

جی کا نام تک نہیں۔
(۴) یہاں ہے کہ میں نے اسباب
کے لئے بلایا۔ کہ وہ بجائے ...
بجائے خود دعا کروں
(یہاں پر پنڈت جی کی تعیین ہی
دنیز یہ بھی غلط ہے کہ میں بجائے
خود دعا کروں۔ کیونکہ مباہلہ میں
تو ایک مقام پر جمع ہو کر قسم
کھا کر تصدیق کرنا ہے۔ بجائے خود نہیں
(۵) یہاں ہے کہ خدا جھوٹے کو
ہلاک کرے
(۶) یہاں ہے کہ بددعا کے وقت
مجھ کو خدا نے اس کی نسبت بشارت
دی۔ کہ وہ چھ برس کے اندر قتل
کے ذریعے جوانان مرگ مریگا
آخر ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو
بہت توجہ اور دعا اور تضرع
کے بعد معلوم ہوا
مرزا صاحب کی شان رسالت
ملاحظہ ہو۔ کہ آپ ۱۸۸۶ء ور
۱۸۸۶ء و ۱۸۸۸ء و ۱۸۹۳ء

مباہلہ کیا (جس کی میعاد ایک سال تھی)

(۸) یہاں پر لالہ جیون داس والا

ریسیدہ جی عدیم الفرصت ہیں۔ اس لئے اس خدمت کو بھی نیاز مند نے اپنے ذمہ لیا۔

کے مختلف واقعات کو ایک ہی لڑی میں منسلک کر رہے ہیں جن کا آپسیں کوئی تعلق نہیں

(۷) یہاں اس گوشتہ ۱۸۹۳ والی چھ سال کی خبر کے ساتھ ملاتے ہیں

(۸) یہاں پر ہے کہ آخر میں نے اُس کو مباہلہ کے لئے بلایا۔

مذکورہ بالا امتیازی وجوہات کو آپ نے دیکھ لیا۔ کہ کس قدر باہم فرق ہے اور نیز مرزا صاحب کے ان تمام واقعات کو جو بلحاظ اپنی نوعیت کے بالکل مختلف تھے۔ خلط ملط کر کے انتہائی درجہ کا مغالطہ دیا ہے چنانچہ حقیقت الوحی سرمہ چشم آریہ اور چشمہ معرفت کے اقتباسات سے آپ نے اچھی طرح سے معلوم کر لیا ہے کہ مرزا صاحب نے کس قدر حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

اور قادیاں کے آریہ اُور ہم میں کس قدر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ کہ جس کا جھوٹا مذہب ہے وہ مر جائے۔ حالانکہ مباہلہ میں اس کا نام و نشان تک نہیں۔ بلکہ اس میں تو یہ ہے۔

> کہ جو تیرا ست دھرم ہے اس کو نہ تلوار سے بلکہ پیار سے اور معقولیت کے اظہار سے جاری کر اور مخالف کے دل کو اپنے ستیہ گیان سے پرکاش کر تا کہ جہالت و تعصب جو رد ستم کا ناش ہو کیونکہ کاذب صادق کیطرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پا سکتا۔ کلیات صفحہ ۵۸۵

یہ وہ فقرات ہیں۔ جن کو مرزا صاحب نے ایک کو چھوڑ کر باقی سب کو کاٹ دیا ہے۔ جس کا سبب ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا ہم ایک بار پھر اپنے احمدی دوستوں کو زبردست چیلنج دیتے ہیں۔ کہ وہ ثابت کریں کہ کیا مرزا صاحب نے اس میں خیانت کا ارتکاب کر کے نفس مضمون کو بالکل الٹا ظاہر نہیں کیا۔

کیا یہ تمام واقعات علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔ جن کو ملا کر ایک کر دیا ہے
کیا پنڈت جی نے لکھا ہے۔ کہ جس کا مذہب جھوٹا ہے وہ مر جاوے۔

زبانی حال جو تو نے کہا وہ سن لیا ہم نے
مگر تحریر خط کی نامہ بر کچھ اور کہتی ہے

یہ سرمہ چشم آریہ کے مباہلہ کے متعلق ہم نے مفصل طور سے تحریر کر دیا تاکہ کسی قسم کا مغالطہ نہ رہے۔ اور حق و باطل میں تمیز ہو سکے اور جیسا کہ میں مرزا صاحب کے حوالہ سے لکھ چکا ہوں۔ کہ مرزا صاحب خود تسلیم کرتے ہیں۔ کہ پنڈت جی نے میرے ساتھ مباہلہ ۱۸۸۸ء میں کیا۔ اور مباہلہ ایک سال کے لیے تھا۔ اب اس کی میعاد ۱۸۸۹ء میں ختم ہو گئی۔ اور پنڈت جی بالفضل ایزدی ہر قسم کے اثر سے بری رہے اس لئے یہ پنڈت جی کی چوتھی فتح ہے۔

جو مرزا صاحب کے مقابلہ میں ان کو حاصل ہوئی۔ اب اس شکست کے بعد مرزا نے ایک اور نئی چال چلی۔

کیونکہ جب اس آخری حیلہ میں بھی پہلے حیلوں[1] کی مانند مرزا صاحب ناکامیاب

---

[1] اس سے پہلے تحریر و تقریر نشانات دکھانے اور مناظرہ کرنے میں منہ کی کھا چکے تھے جس کا ذکر ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔

اور نامراد رہے اور اس مباہلہ کے بہوت سے بھی کچھ نہ بنا۔ تو ایک اور چال چلی جس کا ذکر شری پنڈت جی نے کلیات آریہ مسافر صفحہ ۳۲ پر اس طرح کیا ہے دوسری طرف اپنے عقل کے دشمن چیلوں کو بھڑکایا اور عدالت انگلشیہ میں ان کا روپیہ برباد کرایا۔ مرزاپور۔ الہ آباد۔ بمبئی۔ پشاور۔ لاہور۔ دہلی میں نالشیں کیں اور شرمسار اور زیر بار ہوئے۔ بفضل الہی و رحمت نامتناہی پیروان ویدک دھرم فتحیاب اور کامیاب ہوئے۔

اسی کے متعلق ایک واقعہ شری سوامی شردھانند جی نے کلیات کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ مرحوم مسٹر کرسٹی صاحب پنجاب پولیس کے مشہور رکن سے جب آریہ مسافر کے قاتل کی تلاش کے بارے میں بات چیت کرنے کے لئے میں دوبارہ ملا تو انہوں نے بتایا کہ گورنمنٹ کی طرف سے دو تین بار مسلمانوں کی شکایت پر پنڈت لیکھرام کی تصانیف کی پڑتال کرائی گئی لیکن ہر مرتبہ یہی نتیجہ نکالا گیا کہ ان تحریروں میں کوئی بات قابل گرفت نہیں ہے۔ ہاں ان کتب کا مصنف اپنے دھرم کا کسی قدر پرجوش محافظ نظر آتا ہے اس پر کچھ حاشیہ آرائی کرنے کی ضرورت نہیں۔ جتنے بھی مقدمات چلائے گئے وہ سب غلط سمجھ کر گورنمنٹ نے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیئے۔ یہ پنڈت جی کی پانچویں فتح تھی۔ جو کہ مرزا صاحب کے گروہ اور زٹلی پروپیگنڈا کے مقابلہ پر حاصل ہوئی۔

جب بات چیت یہاں تک پہنچ گئی اور مرزا صاحب کے سب حیلے حوالے ناکارہ ثابت ہوئے اور تمام منصوبے خاک میں مل گئے کیونکہ اول تحریر و تقریر میں مقابلہ نہ ہو سکا۔ مناظرہ کے لئے سامنے کھڑا ہونا ہی محال معلوم ہوتا تھا معجزہ اور کرامات کا جال بھی مرزا صاحب پر ہی وبال جان ہوا

مباہلہ میں بھی منہ کی کھائی۔ مقدمات میں بھی سب جگہ شکست فاش ہوئی۔ اب بالکل خاموش ہو کر پانچ سال سوچتے رہے اور آخر ایک تدبیر نکالی جو کہ عموماً تنگ آ کر اور مغلوب ہو کر عمل میں لائی جاتی ہے اور اس تدبیر کو خود ہی مرزا صاحب نے اپنے ایک اشتہار جو تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۸۲ پر اور سرمہ چشم آریہ کے خاتمہ پر تحریر کیا ہے۔

ہر ایک مومن اور پاک باطن اپنے ذاتی تجربہ سے اس بات کا گواہ ہے کہ جو لوگ صدق دل سے اپنے مولیٰ کریم جل شانہٗ سے کامل وفاداری اختیار کرتے ہیں وہ اپنے ایمان اور صبر کے اندازہ پر مصیبتوں میں ڈالے جاتے ہیں اور سخت سے سخت آزمائشوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کو بد باطن لوگوں سے بہت کچھ رنج دہ باتیں سننی پڑتی ہیں اور انواع و اقسام کے مصائب و شدائد کو اٹھانا پڑتا ہے اور نا اہل لوگ طرح طرح کے منصوبے اور رنگا رنگ کے بہتان ان کے حق میں باندھتے ہیں اور ان کو نابود کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

یہ عادت اللہ ان لوگوں سے جاری ہے جن پر ان کی نظر عنایت ہے غرض جو اس کی نگاہ میں راست باز اور صادق ہیں وہ ہمیشہ جاہلوں کی زبان اور ہاتھ سے تکلیفیں اٹھاتے چلے آئے ہیں۔

ایسا ہی شحنہ حق کے شروع میں مرزا صاحب نے لکھا ہے

صفحہ تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوگا کہ صدہا صدیق اور راستباز ایسے ہی کور باطنوں کے ہاتھوں سے تکالیف مذکورہ اٹھا کر آخر کسی نابکار کے ہاتھ سے شہادت کے درجہ کو پہونچے اور جس کے اظہار جلال کے لئے بیڑا اٹھایا تھا آخر اسی کی راہ میں جان دیدی پس جس

حالت میں قدیم سے جاہلوں کی یہ عادت چلی آئی ہے کہ جب وہ معقول باتوں سے ملزم اور لاجواب ہو جاتے ہیں تو آخراً نہیں یہ تدبیر سوجھتی ہے کہ اس شخص کو ہر قسم کا دکھ اور تکلیف پونچائیں یا اس کی زندگی کا خاتمہ ہی کر دیں نسخہ حق مذکورہ بالا بیانات کے ساتھ پنڈت جی کا واقعہ بالکل مطابقت رکھتا ہے جیساکہ آپ اس کتاب میں مطالعہ کر چکے ہیں اور آیندہ صفحات پر کرینگے۔

مرزا صاحب نے قادیاں کے آریہ اور ہم کے صفحہ ۷۰ پر لکھا ہے کہ پیشگوئی آریوں کے لئے صیاجال ہے۔

آریہ لوگ تو پہلے سے ہی اسے کسی کمین گاہ میں بیٹھے ہوئے صیاد کی طرف سے صیاجال سمجھتے ہیں جیساکہ پنڈت جی نے بھی اسی وقت صاف صاف لکھدیا تھا کہ کیا یہ ہمارے قتل اور زہر دینے کے منصوبے نہیں ہیں مگر ہم بھی بفضل خدا آپ کے اس صیاجال کی تار تار کو علیحدہ کر کے اس پھندے کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کرینگے تاکہ کوئی اجنبی مرغ دل اس کا شکار نہ ہو سکے۔ کیونکہ

عندی دقد مارست کل خفیۃ

یصدق واشی اویکرم کاذب

کیا میرے نزدیک درانحالیکہ میں نے ہر ایک پوشیدہ چیز کو رگڑ کر رکھ لیا ہے کوئی چغلخور سچا ہو سکتا ہے یا کوئی کاذب عزت پا سکتا ہے۔

اب ہم اس مضمون کو شروع کرتے ہیں جو کہ ہمارا اصل موضوع ہے اس کو ہم نے قدرے وضاحت سے لکھنا مناسب سمجھا ہے کیونکہ مرزا صاحب نے تمام جداجدا واقعات کو خلط ملط کر کے لکھا ہے۔ جس سے مغالطہ پڑنے کا اندیشہ ہے اس لئے ہم اپنے موضوع کو واضح کرنے کے لئے پہلے مضامین کا تھوڑا اعادہ کرینگے تاکہ ایک سلسلہ بنجائے اور سمجھنے میں آسانی ہو

بناء اول

وہ تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۱ والی چھپی ہے جو خود انکی اجازت سے شائع کی گئی اور مختلف مذاہب کے ذی علم اور مقتدر لوگوں کو ارسال کی گئی جس میں آسمانی نشان کا مشاہدہ کرنے پر قبول اسلام اور نہ کرنے پر دو سو روپیہ ماہوار حرجانہ و جرمانہ دینے کا وعدہ تھا جس کے ضمن میں پنڈت جی قادیان میں دو ماہ رہے اور مرزا صاحب نے کچھ فیصلہ نہ کیا اس کے متعلق پہلے مفصل لکھا جا چکا ہے

دوسرا

وہ مباہلہ ہے جو سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۲۱۲ پر درج ہے جس میں ایک سال میعاد والی اور عذاب اسی دنیا میں آنے کی شرط اور نہ آنے عذاب کے پانصد روپیہ مرزا صاحب دینگے اس مباہلہ میں جس قدر ہیر پھیر اور غلط بیانی مرزا صاحب نے کی ہے اس کو ہم لکھ چکے ہیں یہاں پر مرزا صاحب کا ہی ایک قول نقل کرکے آگے چلتے ہیں ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جاوے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ چشمہ معرفت ص

تیسرا [۱]

وہ اشتہار ہے جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو بعنوان رسالہ سراج منیر مشتمل بر نشانہائے رب قدیر ہے جو کہ تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۵۵ اور آئینہ کمالات اسلام کے خاتمہ پر درج ہے۔

یہ وہی اشتہار ہے جس میں تحریر ہے کہ اب یہ رسالہ قریب الاختتام ہے

[۱] ہم نے اپنے سلسلہ کی سہولت کے لئے تیسرے نمبر کو دوسرے پر رکھا ہے۔

صرف چند ہفتوں ؎ کا کام ہے اور بڑی بڑی پیشنگوئیوں پر مشتمل ہے۔ جو ہنوز
وقوع میں نہیں آئیں۔ اس کے بعد ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب نے آئینہ کمالات
میں اس اشتہار کے نیچے فٹ نوٹ میں یہ تحریر کیا۔

؎ یہ تو چند ہفتوں کا کام ہوا اشتہار کی عبارت ہے مگر شحنہ حق جو اس سے ایکسال
بعد شایع ہوا۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ رسالہ سراج منیر اب بہت جلد نکلکر دروغگوؤں کا
منہ کالا کرنیوالا ہے۔ شحنہ حق صفحہ ۱۰ ؎

آپ کی باتوں کا ہو کیونکر یقین   ایک بھی وعدہ کبھی پورا کیا

اور ایسا ہی سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۶۷ میں عنقریب چھپیگا۔
چند ہفتوں کا لفظ الہامی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ الہام میں تو ہر قسم کی گنجائش
مرزا صاحب نے رکھی ہے وہ تو کبھی غلط ہو نہیں سکتا۔ منہ اِس لئے ایک
عیسائی یا مسلمان کے ادب سے دور ہو۔ کہ اگر کسی پیشگوئی کو اپنی صورت میں
پوری ہوتی نہ دیکھے۔ تو نعوذ باللہ ملہم کو کاذب کہہ دے۔ حضرت مسیح کی بعض پیشگوئیاں
وقت پر پوری نہیں ہوئیں۔ بعض وقت کوئی بتایا گیا ہے۔ اور ظہور ان کا کسی
اور وقت میں ہوا۔ جیسے دن سے مراد سال لیا گیا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ بعض وقت
دن یا ہفتہ یا مہینہ سے خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک متناسب حصہ زمانہ کا مراد
ہوتا ہے۔ جس کے تمام اجزا متشابہ اور یکساں ہوتے ہیں۔ تو پھر جب دوسرا زمانہ
آتا ہے ۔۔۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ وہ دوسرا دن یا دوسرا ہفتہ یا دوسرا مہینہ ہے
۔۔۔۔ جیسا کہ بدر کی فتح کے لئے ایک دن کا وعدہ دیا گیا۔ اور مراد اس سے ایک
برس تھا۔ انوار اسلام صفحہ ۴۴ ز وقت کا تمام جھگڑا ختم ہو گیا۔

؎ ہم بھی قائل ہیں تیری نیرنگی کے یاد رہے   اے زمانہ کی طرح رنگ بدلنے والے

کہ یہ رسالہ سراج منیر بعض مصالح کی وجہ سے ۲۸ فروری ۱۸۹۳ء تک
چھپ نہیں سکا۔ مگر متفرق طور پر اس کی پیشگوئیاں شائع ہوتی رہی ہیں
ملخص
آیندہ بھی ہوتی رہیں گی ؛

بقیہ حاشیہ: اصل حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئیوں میں مجاز اور استعارات بھی ہوتے
ہیں تبدیل و تحریف کا بھی امکان ہے اربعین ۲ ص ۲۵ سچ ہے ؎
ہاں وہ کہئے کہ جس بات کے سو پہلو ہوں کوئی پہلو تو رہے بات بدلنے کیلئے مولف
اور حدیبیہ کی پیشگوئی جب بعض نادانوں کے خیال میں پوری نہ ہوئی تو بعض تفسیروں
میں لکھا ہے کہ کئی جاہل مرتد ہو گئے اور خود نبی بعض وقت اپنی پیشگوئی کے معنے
سمجھنے میں غلطی بھی کر سکتا ہے اربعین صفحہ ۲۲ و ۲۳ نمبر ۲ اب تو آپ بری الذمہ
ہو گئے جو چاہیں لکھیں یہ گواہی کافی ہے ؎
میری باتوں کا نہ باور ہو تو نوشتہ لے لو ؛ شاید انسان کے عوض چاہو فرشتے لے لو
اس پیشگوئی کی اصل حقیقت آنحضرت صلعم کو بھی معلوم نہ تھی ازالہ اوہام صفحہ ۳۰ حصہ دوم
پیشگوئیوں کے بارہ میں ۔ ۔ ۔ پاک نبیوں کی رائے اجتہادی غلطی سے معصوم نہیں رہ
سکتی۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۳ حصہ اول صفحہ ۱۶۹۔
ایسا ہی آپ نے اس امت کو سمجھانے کے لئے بعض پیشگوئیوں کے سمجھنے میں خود اپنا غلطی
کھانا بھی ظاہر فرمایا ہے۔ اب کیا یہ تعلیم نبوی کافی نہیں۔ اور کیا یہ تعلیم باآواز بلند نہیں بتلا رہی یہ
پیشگوئیوں پر اجمالی طور پر ایمان لاؤ۔ اور ان کی اصلی حقیقت حوالہ بخدا کرو۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۶۹
علاوہ یہ الفاظ لکھتے وقت نہ مرزا صاحب اور نہ مرزا صاحب کے خدا کو ہی معلوم تھا۔ کہ جن پیشگوئیوں
کے لئے وعدہ دیا جاتا ہے ان کا تحریر کرنا بذریعہ عدالت حکماً بند کر دیا جائیگا اور نیز مرزا صاحب مرحوم کو
ایک اقرارنامہ لکھکر دینا پڑیگا جس سے یہ وعدہ وفا نہ ہو سکیگا اس کے علاوہ مرزا صاحب نے
بڑے طمطراق سے تبلیغ رسالت جلد ششم ص ۲۵ پر لکھا ہے کہ گورنمنٹ خدا کی پیشگوئیوں میں دخل

اور یہ وہی اشتہار ہے کہ جس میں بقید وقت و تاریخ لکھنے کا وعدہ تھا۔ مگر

بقیہ حاشیہ ۱۱۳:۔ اس اقرارنامہ کو مرزا صاحب نے تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۱۲ پر درج کیا ہے
جو کہ ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مجریہ پر اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی پر
عدالت جے۔ ایم۔ ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں دائر تھا بتاریخ ۲۴ فروری
۱۸۹۹ء بروز جمعہ اس طرح پر اس کا فیصلہ ہوا کہ فریقین سے اس قسم کے نوٹسوں پر دستخط
کرائے گئے۔ کہ آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دل آزار مضمون
کی پیشگوئی نہ کرے کوئی کسی کو کافر دجال اور مفتری اور کذاب نہ کہے۔ کوئی کسی کو
مباہلہ کے لئے نہ بلاوے۔ اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جاوے اور نہ بٹالہ
کو طا کے ساتھ اور ایک دوسرے کے مقابل پر نرم الفاظ استعمال کریں۔ بدگوئی اور
گالیوں سے مجتنب رہیں۔ اب تو تمام مرزا صاحب کے مریدوں کو خوشی میں پھولے
نہیں سمانا چاہیے۔ کیونکہ ان کے سلطان القلم مسیح موعود کو عدالت کی جانب سے
بھی شرافت اور تہذیب کا سرٹیفکیٹ مل گیا (خوش) اور ہر ایک فریق اپنے
دوستوں اور مریدوں کو بھی اس بات کا پابند کرے (اب تو اور بھی مقام فخر
ہے کہ مریدوں کو بھی بوسیلہ قادیانی رسول کے اس نعمت غیر مترقبہ سے
کچھ حصہ مل گیا اور وہ بھی اس سرچشمہ سے مستفیض اور مالا مال ہو گئے۔) اور یہ طریق نہ صرف
باہم مسلمانوں ہی بلکہ عیسائیوں سے بھی برتنا چاہیے لہٰذا میں نہایت تاکید سے اپنے ہر ایک مرید کو متنبہ
کرتا ہوں کہ وہ ہدایت مذکورہ بالا کے پابند رہیں۔ تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۴۷
نقل اقرارنامہ مرزا غلام احمد قادیانی بمقدمہ فوجداری اجلاس مسٹر جے۔ ایم ڈوئی صاحب بہادر ڈپٹی
کمشنر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور

(۱) میں مرزا غلام احمد قادیانی بحضور خداوند تعالیٰ باقرار صالح اقرار کرتا
ہوں کہ میں آئندہ ایسی پیشگوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنے

افسوس کہ وہ وعدہ پنڈت جی کی شہادت کے بعد ہی پورا ہوا۔ اسی کے متعلق جناب مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب فاتح قادیاں کی رائے بھی قابل ملاحظہ ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

بس اب مطلع صاف ہے آپ ہم کو فروری ۱۸۹۳ء والے اشتہار سے لیکھرام کی موت بقید تاریخ (بقید وقت دکھا دیں)۔ ہم اس کو مان جائیں گے۔ حکیم از خلیفہ صاحب راست بازی اسی کا نام ہے کہ جو حکایت کریں اس کا محکی عنہ بھی بتلا دیں

خیال کئے جاویں کہ کسی شخص کو یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی ہو وغیرہ ذلک پیشگوئی یا مورد عتاب الٰہی ہوگا (۲) میں خدا کے پاس ایسی اپیل (زرباز و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کرونگا کہ وہ کسی شخص کو (مسلمان ہو خواہ ہندو ہو خواہ عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ عتاب الٰہی سے یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے (۳) میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہونگا جس کا یہ منشا ہو یا ایسا منشا رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں عتاب الٰہی ہوگا الخ

گواہ شد	دستخط
خواجہ کمال الدین۔ بی۔ اے۔ ایل ایل بی	مرزا غلام احمد بقلم خود

آریہ مسافر جالندھر ماہ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۷، ۸

اس اقرار نامہ سے رسالت کی ساری قلعی کھل گئی اور دفعہ ۳ نے پیغمبری کا تمام دعویٰ خاک میں ملا دیا اور وہ سچائی جو خدا تعالیٰ کیطرف سے نازل ہوتی تھی فرمت قانونی شکنجہ کے خوف سے گم ہو گئی نہ خدا کی حمایت رہی نہ فرشتوں کی مدد۔ اور نہ اظہار صداقت کیلئے جرأت۔ ذرا سی دھمکی سے ہی خدائی الہام کی اشاعت بھول گئی سو گرمی کتب اور دھمکی ملاں۔ کار طفلاں تمام خواہد شد۔

لہ کیونکہ پہر حسب عادت مرزا صاحب اپنا الہام متعرف یوم العید رکھ دل بیچے اور غلط معنے بنا کر لوگوں کو بہکایا جس پر ہم آیندہ لکھیں گے لہ اس سے پیشتر کہ میں کوئی حوالہ جناب مولوی صاحب کا نقل کروں اور انکا شکریہ ادا نہ کروں تو یہ نہایت ہی ظلم ہوگا اس لئے میں مولوی صاحب کا جنہوں نے محض سچائی کی حمایت میں اپنے قلم کو حرکت دی تہ دل سے مشکور ہوں اور

ناقل الفضل المتقدم

یہ نہیں کہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہو۔ اور ثبوت کچھ نہیں۔ الہامات مرزا صفحہ ۶۱
ہم اس بات کو پہلے واضح کر چکے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے مختلف واقعات کو ملا کر ایک واقعہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس کا سبب اور غرض میں پہلے لکھ چکا ہوں مگر ایک وجہ اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ مرزا صاحب نے کتاب البریہ صفحہ ۲۴۵ پر لکھا ہے

کہ جب تک کوئی شخص رضامندی ظاہر نہ کرے پیشگوئی نہیں کیجاتی

اب پنڈت جی کی طرف سے کوئی رضامندی سوائے اس خط کے نہیں تھی جس میں کہ انہوں نے تحریر فرمایا تھا۔ کہ میں آپ کی پیشگوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں۔ استفتا صفحہ ۹ و حیات احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۔

اس خط سے پنڈت جی کی بے تعلقی صاف طور پر عیاں ہے کوئی شخص جو کسی چیز کے حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اس کے لیئے ایسے الفاظ استعمال نہیں کیئے جاتے۔ چنانچہ مرزا صاحب خود حصول نشان کے لیئے جو بات لکھتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ

خدائے قیوم و قدوس بازی اور کھیل کی طرح کوئی نشان دکھانا نہیں چاہتا جب تک کوئی انسان پورے انکسار اور ہدایت پانے کی غرض سے اس کی طرف رجوع نہ کرے۔ تبلیغ رسالت ۹/۲ احمدی بھائیو! ایمان سے کہنا۔ کہ واہیات سمجھنا انکساری و حصول ہدایت پر دلالت کرتا ہے۔ یا بے تعلقی پر۔ لیکن اگر بالفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جاوے (جو کسی طرح بھی ممکن نہیں)۔ کہ یہ اجازت ہے تو پھر بھی

سلہ آئینہ کمالات اسلام خاتمہ پر سراج منیر صفحہ ۱۱، تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۲-۵ نزول مسیح صفحہ ۱۷۱ استفتا صفحہ ۹ حقیقت الوحی و تریاق القلوب وغیرہ دیکھئے

دیکھنا ہے کہ یہ اجازت کس غرض میں تھی کیونکہ یہ تمام باتیں اُس وقت سے تعلق رکھتی ہیں جب کہ یہ شرط تھی کہ نشان دیکھیے یا بصورت مغلوب ہونے کے اسلام کو اختیار کرنا ہوگا اس میں جو مرزا صاحب اور پنڈت جی نے تحریر کیا ہے وہ ملاحظہ ہو۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ یہی چالیس روزہ ان کو دعوت دیجاتی ہے بحالت سچا نکلنے پیشگوئی کے بہر حال انہیں مسلمان ہونا پڑے گا۔ سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۲۱ و ۲۲۲ اس پر تاریخ ۲۰ ستمبر ۱۸۸۶ء اور تین ماہ کی مہلت ہے نیز دیکھو سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۲۷ چوٹی کٹانا اور مسلمان ہونا اِن پر واجب ہوگا۔

پھر شحنہ حق میں لکھتے ہیں۔

چالیس دن تک ہماری صحبت میں رہے۔ اگر اس مدت تک کوئی ایسی پیشگوئی ظہور میں آگئی جس کے مقابلہ سے وہ عاجز رہجائے تو اسی جگہ اپنی لمبی چوٹی کٹا دے اور رشتہ بے سود و زنار کو توڑ کر اس پاک جماعت میں داخل ہو جائے شحنہ حق صفحہ ۳۰ مہلت یکم اپریل ۱۸۸۶ء سے آخر مئی ۱۸۸۶ء تک ہے صفحہ ۳۸ (اب مئی ۱۸۸۶ء تک بات پہنچ گئی کہ اسلام لانے کی شرط تھی) تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۹ پھر استفتاء میں لکھا ہے۔

اور اگر پیشگوئی کرنے والا سچا نکلے تو اسلام کی سچائی کی یہ دلیل ہوگی۔ اور پنڈت لیکھرام پر واجب ہوگا۔ کہ مذہب اسلام قبول کرے استفتاء صفحہ ۹۔

اس کے متعلق حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ یہ شرط جو لیکھرام اسلام کو قبول کرے۔ یہ اس وقت کی شرط ہے جب کہ کچھ معلوم نہ تھا کہ جو پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوگی۔ اس کا مضمون کیا ہوگا۔ حاشیہ استفتاء صفحہ ۹۔

اول تو جس سلسلہ میں مرزا صاحب نے یہ بات تحریر کی ہے وہ سلسلہ ۲ برس والی میعاد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس میں تو خدا نے سب کچھ بتا دیا تھا کہ ایک

سال ہی نشان دیکھکر تسلی نہ پانے کی صورت میں ۲۴۰۰ روپیہ اور بحالت دیکھ لینے نشان کے قبول اسلام اور ایک سال کی مدت تھی -

لیکن اگر اس سلسلہ کو تسلیم نہ کیا جاوے تو پھر دیکھنا ہے کہ مرزا صاحب کو کب معلوم ہوا کہ پیشگوئی کی میعاد اور مضمون ٹھیک ہوگا۔ اس کے متعلق مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں

آخر ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو بہت توجہ اور دعا اور تضرع کے بعد معلوم ہوا کہ آج کی تاریخ سے :

یعنی ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء سے چھ برس کے درمیان لیکھرام پر عذاب شدید نازل کیا جائیگا اور اس کے ساتھ یہ عربی الہام ہوا۔

عجل جسد له خوار - له نصب وعذاب اشتہار منہ ۱۰

اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو بقول مرزا صاحب انکو میعاد اور مضمون معلوم ہوا۔

اس سے بلا شک و شبہ یہ ثابت ہوگیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء تک یہی شرط تھی کہ بحالت مغلوب ہو جانے کے پنڈت جی اسلام قبول کریں -

مرزا صاحب کے مختلف حوالجات سے ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ۱۸۹۳ء تک اسلام کی شرط تھی۔ اب پنڈت جی نے بھی اس ضمن میں جو تحریر کیا ہے دیکھئے بعد دیکھنے کسی آسمانی نشان کے بلا توقف قادیاں میں ہی مسلمان ہو جاؤنگا

کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۵ -

اس کے علاوہ پنڈت جی نے بذریعہ ست دھرم پرچارک مطبوعہ ۲۲ جیٹھ ۱۸۵۰ء اور آریہ گزٹ یکم جولائی ۱۸۹۳ء میں تین نشانات کا مطالبہ کر کے لکھا ہے کہ اگر مرزا صاحب ان کو پورا کر دیں تو میں صدق دل سے ان پر ایمان لے آؤنگا۔

اب فریقین کے حوالجات سے یہ خوبی معلوم ہو گیا کہ کم از کم ۱۸۹۱ء تک اسلام لانے کی شرط دونوں اصحاب کے دل میں موجود تھی۔ اور تحریرات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

اب جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا کہ اگر پنڈت جی کی اس چٹھی کو جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ میں واہیات سمجھتا ہوں۔ بالفرض محال اجازت بھی تسلیم کر لیا جاوے۔ تو وہ اجازت اس اسلام لانے والی شرط کے تحت میں تھی نہ کہ خون ناحق گرانے کے ضمن میں۔ اس لئے یہ ثابت ہوا کہ اس چٹھی کا بہانہ بھی حسب معمول مرزا صاحب کی طرف سے سوائے مغالطہ دہی کے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور نہ اسے اس ۱۸۹۱ء والی مفروضہ پیشگوئی پر کسی حالت میں محمول کیا جا سکتا ہے۔

اب مرزا صاحب کا بیان جو ۱۸۹۳ء سے تعلق رکھتا ہے سنئے

سب سے اول اس کا ذکر آئینہ کمالات اسلام کے خاتمہ پر ہے جو ۲۶ فروری سنہ ۱۸۹۳ کو شائع ہوئی۔

اور ایک اشتہار سراج منیر والا ہے جس کے متعلق ہم کافی لکھ چکے ہیں کہ یہ اشتہار ۱۸۹۳ء کا ہے اس وقت اسلام لانے کی شرط بھی۔ اس لئے اس پر اب بحث کرنے کی ضرورت نہیں اس کا جواب دیا جا چکا ہے

اس اشتہار کے بعد ایک نظم ہے جس کے چند اشعار لکھتا ہوں۔

عجب نوریست در جان محمد ؛ عجب لعلے است در کان محمد
چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را ؛ کہ ناید کس بمیدان محمد
الا اے دشمن نادان و بے راہ ؛ بترس از تیغ بران محمد
رہ مولیٰ کہ گم کردند مردم ؛ بجو در آل و اعوان محمد
الا اے منکر از شان محمد ؛ ہم از نور نمایان محمد

کرامت گرچہ بے نام و نشاں نیست ۔ بیا بنگر ز غلمان محمد

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی

واضح ہو۔ کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا۔ اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت[1] کی تھی۔ کہ اگر وہ خواہش مند ہوں۔ تو ان کی قضا و قدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں[2] شائع کی جاویں۔ سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا۔ لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ[3] اس عاجز کی طرف روانہ کیا۔ کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو۔ شائع کرو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اس کی نسبت جو[4] توجہ کی گئی۔ تو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔

---

[1] اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے پنڈت جی کو دعوت دی۔ نہ کہ انہوں نے خود

[2] یہ بعض پیشگوئیاں جن کا چند ہفتوں میں شائع کرنے کا وعدہ تھا ۱۸۹۳ء تک نہ شائع ہو سکیں ہم پہلے اس پر مفصل لکھ چکے ہیں۔

[3] یہ کارڈ وہی ہے جس میں لکھا تھا۔ کہ میں آپ کی پیشگوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں اس پر بھی پہلے لکھا جا چکا ہے۔

[4] توجہ ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو کی گئی اور سات سال تک ہوتی رہی۔ اور وہ چند ہفتے چند سال بن گئے۔ بھلا جب پہلے ہی خدا نے اسرار مخفیہ اور اخبار غیبیہ آپ پر ظاہر کر دئیے تھے تو پھر توجہ کے کیا معنی اور وہ بھی ۷ سال بعد اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ محض ڈرانے اور دھمکانے کیلئے ہی تھا بھلا اگر آپکو منشی اندرمن کی نسبت معلوم ہو چکا تھا۔ کہ وہ فلاں تاریخ کو فوت ہو جائیگا تو کیوں لکھ نہ دیا۔ اسمیں کونسا امر مانع تھا۔ مگر درحقیقت یہ بات نہ تھی۔ آپ کو تو ڈرانا ہی مقصود تھا۔

عجل جسد لہ خوار - لہ نصب وعذاب

یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو کہ ضرور اس کو مل کر رہیگا۔ اور اس کے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے۔ اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی۔ تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا۔ کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے۔ چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں۔ عذاب شدید میں مبتلا ہو جائیگا۔ سو اب میں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں۔ کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا۔ جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الہی ہیبت رکھتا ہو۔ تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا۔ تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے میں تیار ہوں۔ اور اس بات پر راضی ہوں۔ کہ میرے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے۔ اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے۔ کہ کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا[لہ] نکلنا خود تمام رسوائیوں سے

لہ مرزا جی جیوتشیوں کے مانند آپ کی پیشگوئیوں کا حال ہے بھلا عبداللہ آتھم۔ محمدی بیگم۔ علم کتاب مولوی ثناء اللہ وغیرہ کیلئے کیوں آپ سولی پر نہ چڑھ گئے۔ باقی رہا رسوائی ہونا۔ سو جسقدر یہ آپ کے نصیب ہوئی ہے۔ اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے

بڑھکر رسوائی ہے. زیادہ کیا لکھوں وغیرہ .... خاکسار مرزا غلام احمد
از قادیاں

اس کے بعد برکات الدعا جو ۱۲ اپریل ۱۸۹۳ء کو چھپی. اس میں پنڈت جی کے لئے اس طرح ہے. اس کے صفحہ ۲۰ پر ایک فارسی کی نظم ہے جس کے نیچے کے شعر جن کا استدلال اس پیشگوئی پر کیا جاتا ہے جو پنڈت جی کے متعلق بیان کیجاتی ہے جیسا کہ

از دعا کن چارہ آزار انکار دعا — چوں علاج مے ز مے وقت خمار و التہاب
ایکہ گوئی گر دعاہا را اثر بودی کجاست — سوئے من شتاب بنمایم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرتہائے حق
قصہ کوتاہ کن بہ بیں از ما دعائے مستجاب

دیکھو صفحہ ۲-۳-۴- سرورق

اسی سرورق پر انیس ہند میرٹھ نے اس چھ سالی والی پیشگوئی پر کچھ اعتراضات کئے تھے جن کا جواب مرزا صاحب نے لکھا ہے -

اور کتاب کے بالکل خاتمہ پر ایک خبر ہے جو اس طرح پر ہے -

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر

آج جو ۲ر اپریل ۱۸۹۳ء صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرے پر سے خون ٹپکتا ہے. میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا. میں نے نظر اٹھا کر دیکھا. تو مجھے

ف مرزا صاحب کے دل کی حالت کا نقشہ اس خواب سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے گویا کہ ان کے دل کا تمثل خواب میں خونی فرشتہ کی شکل بنکر دکھائی دیتا ہے - اس سے مرزا صاحب کے اس ارادہ کا جو ان کے دل میں پنڈت جی کے لئے موجود تھا بخوبی انکشاف ہوتا ہے۔

معلوم ہوا۔ کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے گویا انسان نہیں۔ ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی۔ اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا۔ کہ اُس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے اور ایک شخص کا نام لیا۔ کہ وہ کہاں ہے۔ تب میں نے اُس وقت سمجھا۔ کہ یہ شخص

لیکھرام اور دوسرے شخص کی سزا دہی کیلئے مامور کیا گیا ہے

مگر مجھے معلوم نہیں۔ کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔ ہاں یہ یقینی طور پر یاد رہا ہے کہ وہ دوسرا شخص انہیں چند آدمیوں سے تھا۔ جن کی نسبت میں اشتہار دے چکا ہوں۔ اور یہ یکشنبہ کا دن۔ اور ۴ بجے صبح کا وقت تھا۔

اس کے آگے کرامات الصادقین جو ۲۴ اگست ۱۸۹۳ء میں طبع ہوئی اسمیں بطور تشریح یہ عبارت ہے ومنہا ما وعدنی ربی واستجاب دعائی فی رجل مفسد عدو اللہ ورسولہ المسمی لیکھرام الفشاوری واخبرنی انہ من الہالکین۔ انہ کان یسب نبی اللہ ویتکلم فی شانہ بکلمات خبیثۃ فدعوت علیہ فبشرنی ربی بموتہ فی ست سنۃ[1] ان فی ذالک لایۃ للطالبین۔ کرامات الصادقین ص۱۰۰

یعنی اور بعض وہ ہیں جو وعدہ کیا مجھ سے میرے رب نے اور قبول کیا میری دعا کو مفسد آدمی کی نسبت جو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے جس کا نام لیکھرام پشاوری ہے اور خبر دی اس نے مجھکو کہ تحقیق وہ ہلاک ہونیوالوں میں سے ہے تحقیق وہ اللہ کے نبی کو گالیاں دیتا تھا۔ اور اس کی شان میں خبیث کلمات کہتا تھا۔ پس بد دعا کی میں نے اسپر اور بشارت دی مجھ کو

---

[1] ست سنۃ کے متعلق ہم کچھ نہیں کہینگے کیونکہ شاید اسکا تعلق الہام کے ساتھ ہو اور الہام کے لئے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ خدا انسانی محاورات اور صرف و نحو کا پابند نہیں ہوتا۔ جیسے قرآن میں ھذان لساحران ہے حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۳۰۴ مزید طالب آئینہ حق نما صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳ ملاحظہ فرمادیں۔

میرے رب نے اس کی موت کے متعلق بیچ چھ سال کے تحقیق یہ اس کے نشان ہے واسطے طالبین کے (ترجمہ از مولف)

اس کے بعد کتاب شہادت القرآن ۲۲ دسمبر ۱۸۹۳ء کو چھپی اس میں ہے

اور پنڈت لیکھرام کی نسبت پیشگوئی

جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے صفحہ ۸۰ ان چار مقام کے بیانات کو ہم مجمل. موؤل بستر اور محکم کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں -

(۱) اس لیئے کہ تفصیل کا محتاج ہے (۲) کشف ہونے سے تاویل کے لائق ہے (۳) عربی میں ہونے سے عوام سے پردہ میں ہے (۴) ظاہر مفہوم پر دلالت کرنے سے - جس قدر عبارت ہم نے اوپر لکھی ہے. وہی اس پیشگوئی کی بنا ہے خواہ وہ اصل الہام ہو. خواہ تشریح ہو. اس میں ایک نہایت ہی باریک نکتہ ہے. جسے سمجھنا ضروری ہے وہ یہ کہ سب سے پہلے جب آپ آئینہ کمالات کی عبارت پر غور کریں گے. تو آپ کو ظاہر طور پر ایسی معلوم ہوگی. کہ ایک معمولی سی پیشگوئی ہے. اور اس کے الفاظ کے عام معنوں میں قتل کے لیئے کوئی گنجائش نہیں -

دوسری عبارت برکات الدعا کا کشف ہے جکی تاویل قتل کے لیئے کیجا سکتی ہے اگرچہ اس کے صریح الفاظ قتل پر دلالت نہیں کرتے

تیسری عبارت برکات الدعا کی ہے جسمیں موت کے لیئے کھلم کھلا لکھا گیا ہے مگر اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا. تاکہ عوام سے کچھ پردہ میں رہے

چوتھی عبارت. شہادت القرآن کی ہے جس میں صاف طور سے ایک فقرہ اردو میں لکھا ہے جس میں موت کا لفظ موجود ہے -

اور یہ کتب فروری سے لیکر دسمبر تک پے در پے شایع ہوتی رہیں. اسیں

نکتہ یہ ہے کہ کس طرح مرزا صاحب نے آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے اپنے خیالات کا اظہار تھوڑا تھوڑا بڑھا کر کیا ہے۔ تاکہ یک لخت لکھدینے سے شور نہ مچ جائے اور اس طرح لکھنے سے لوگ اس کو بآسانی برداشت کر لیں گے۔

اسی طرح کشف کے اندر بھی ایک خاص حکمت عملی معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ آپ کو اس قدر تو یاد رہا۔ کہ ایک دوسرے آدمی کا نام بھی فرشتہ نے پوچھا۔ اور نیز وہ انہیں آدمیوں میں سے ہے جن کے متعلق آنجناب اشتہار دے چکے ہیں اشتہار دینے کا یاد ہے مگر نام یاد نہیں۔ یہ الہامی حکمت عملی ہے کہ ایک کے بجائے دو کا نام لینے سے بوجہ مشتبہ ہو جاتا ہے اور دوسرے اگر کوئی کارے قضا تقدیر الہٰی سے یا کسی اور طرح سے فوت ہو جاتا تو جھٹ زمرہ الہام میں شامل کر لیا جاتا۔ اور اشتہار پر اشتہار نکلنے شروع ہو جاتے۔ کہ یہی شخص ہے خدا نے مجھے پہلے ہی اطلاع دے دی تھی جس کا فلاں فلاں شخص گواہ بھی ہے۔ اور نیز مرزا صاحب نے ایک بڑی عجیب بات اس کے متعلق لکھی ہے جو ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگی وہ یہ کہ آپ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۴ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں اب تک مجھے معلوم نہیں کہ وہ اور شخص کون ہے اس فرشتہ خونی نے اس کا نام تو لیا مگر مجھے یاد نہ رہا۔ کاش اگر مجھے یاد ہوتا تو اُسے میں متنبہ کرتا۔ تا اگر ہو سکتا تو میں اُسے وعظ و نصیحت سے توبہ کی طرف مائل کرتا۔

یہ عبارت کس قدر درد دل اور ہمدردی سے لکھی گئی ہے گویا کہ تمام جہان کا درد آپکے ہی جگر میں ہے۔ گویا

لہ مرزائیوں کا خدا بھی بڑا بھولا معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص پر الہام کرتا ہے کہ جس بیچارے کو یاد ہی نہیں رہتا اور بار بار بھول جاتا ہے۔ دیکھئے البشریٰ

ع کانا کسی کے گر گئے تراپیں ہیں ہم امیر
سارے جہان کا درد ہمارے جگر میں ہے

مگر ذرا آپ غور سے اس کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے تو سارا ہی عقدہ حل ہو جائے گا کہ آخر اس قدر ہمدردی کا راز کیا ہے کسی شاعر نے خوب اس کے حسب حال کہا ہے۔ ع

آپ ہی خلوت میں کاٹیں اپنے بھائی کا گلا
آپ ہی پھر بیٹھ کر احباب میں ماتم کریں

آپ ہی قتل کے لئے در پردہ دعائیں مانگتے ہیں اور آپ ہی اس قدر ملمع سازی کرتے ہیں کہ گویا آپ کے دل میں انسانی محبت کا بڑا جذبہ ہے بھلا مرزا صاحب سے کوئی پوچھے کہ کیوں جناب آپ کو مرتے دم تک اس آدمی کا پتہ نہ لگ سکا۔ کیا اس کے بعد مکالمہ الٰہی کشف دعا وغیرہ سب کا دروازہ ہی بند ہو گیا آپ کا تو دعوٰے ہے کہ تیرا بھید میرا بھید ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ تیری تمام دعاؤں کو قبول کرونگا سوائے تیرے شریکوں کے (انجام آتھم صفحہ ۱۰۱)۔

تو پھر کیا وجہ کہ آپ کو معلوم نہ ہو سکا۔ اس وقت ہزاروں آدمی تو تھے ہی نہیں جن کے متعلق آپ اشتہار دے چکے تھے تو پھر بوقت ہمکلام ہونے خدا سے یا وحی سے کیوں نہ پوچھ لیا اگر یہ ممکن نہیں تھا تو دعا کر کے ہی پوچھ لیتے اس قدر بے چین اور مضطرب ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر ذرہ بین اصحاب اس کشف و الہام کی تمام حقیقت کو جانتے ہیں کہ یہ اپنی اغراض پورا کرنے کے لئے کورا بہانہ ہی ہے۔

نیز انہی ایام میں ایک سرخ چٹھی پنڈت جی کو فارسی میں موصول ہوئی تھی

جس کو یہاں لکھ کر اصل مضمون کی طرف رجوع کرونگا۔ بخدمت پیشوائے گمراہاں را فتخار ہنود واں! پنڈت ہادام فی النار والسقر و غضب اللہ لعنت از منقر ضلالت و مطلوب ہدایت اینکہ مثل کلب ناپاک بکدام اسلحہ شمارا خواہند گشت پس ... منزلت ہنوزاں شمارا بر چہار چوب برداشتہ۔ کہ اول درجہ علامت غضب الہیٰ است و آتش دنیا خواہند سوخت پنڈتا شنیدہ باشد کہ شخصے افغان شیر علی نام گورنر جنرل صاحب بہادر را بے جرم کشتہ بود۔ پس شما چہ منصب، و لیاقت دارید۔ کہ بشما ہمچناں بے در پے نخواہند گشت۔ الا در سوراخ اژدہا دست بہ ہشیاری باید انداخت روزنہ یک روز نیستی تیز کشتہ شد آریہ مسافر مرزائی نمبر ماہ نومبر ۱۹۳۲ء از موہن لال جی یہ چٹھی کس قدر حیوانی جذبات سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے یہ اس کے الفاظ سے ہی عیاں ہے مزید اس پر لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔

آئینہ کمالات، اسلام۔ برکات الدعا۔ کرامات الصادقین و شہادۃ القرآن کے حوالجات اوپر لکھے جا چکے ہیں اور یہی اس موضوع کی بنیاد ہیں

اس کے علاوہ پنڈت جی کی زندگی میں مرزا صاحب کی طرف سے اور کتب بھی شائع ہوئیں۔ مگر کسی میں پنڈت جی کا خاص ذکر نہیں۔ گویا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یاد کو بالکل پس پشت ڈال دیا گیا ہے ہاں جو کتابیں پنڈت جی کی شہادت کے بعد شائع ہوئیں۔ ان میں سے مثلاً سراج منیر دا استفسار ۱۸۹۷ء میں انجام آتھم ۱۸۹۶ء نزول مسیح غالباً ۱۹۰۲ء میں لکھی گئی۔ اور بوجہ کسی مقدمہ کے ۱۹۰۹ء میں طبع ہوئی۔ تریاق القلوب ۱۹۰۲ء حقیقت الوحی ۱۹۰۷ء چشمہ معرفت ۱۹۰۸ء ان کتابوں کے اندر پنڈت جی کا خاص طور سے ذکر ہے ان کے متعلق ہی ساتھ ساتھ حسب مقام و موقع لکھا جائیگا۔ مگر پیشتر اس کے

کہ میں اس پیشگوئی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں۔
یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ پنڈت جی نے اس کے متعلق لکھا ہے اس کو ہدیہ ناظرین کروں۔ جس وقت مرزا صاحب نے اس قسم کے خیالات کا اظہار شروع کیا جن میں کرتشدد کی بو آتی تھی۔

تو شری پنڈت جی نے اسی وقت ان کے متعلق علی الاعلان کہہ دیا۔ کہ یہ نشان نہیں۔ یہ تو ایک منصوبہ ہے چنانچہ ان کی عبارت ملاحظہ ہو۔

ناظرین کیا یہ صاف طور پر ہمارے قتل یا زہر خورانی وغیرہ کے منصوبے نہیں ہیں۔ آریہ گزٹ نمبر ۲۸ جلد ۸ یکم جولائی ۱۸۹۳ء صفحہ ۴۔

چونکہ پنڈت جی نے ان کو منصوبہ خیال کیا تھا اس لئے انہوں نے تین نشان مرزا صاحب سے طلب کئے (۱) اگر ایک ماہ تک اپنے الہامی خدا کی مدد سے فصیح سنسکرت میں وعظ کرنا سیکھ کر آریہ سماج کے دو لائق پنڈتوں دیودت شاستری و پنڈت شیام کرشن ورما کا سنسکرت میں دم بند کر دیں۔ تو ہم ایماناً آپ کے الہام کے قائل ہو جاویں گے۔

(۲) چھ شاستروں میں تین شاستروں کے رشی کرت ترجمے نہیں ملتے۔ آپ اگر وہ تینوں ترجمے اپنے الہام دینے والے کی معرفت منگوا دیں۔ تو میں بلا عذر آپ کی سچائی کا قائل ہو جاؤں گا۔

(۳) اور بھی ایک آسان ترکیب قائل کرنے کی یہ ہے کہ مجھے ۲۰ سال سے بواسیر کی مرض ہے اور تین مسے بھی موجود ہیں اگر آپ اپنی دعا سے ۳ ماہ تک وہ مسے گرا دیں۔ تو میں آپ کی صداقت کا قائل ہو جاؤنگا۔ ستیہ دھرم

۱؎ کس قدر آسان بات پنڈت جی نے پیش کر دی اگر مرزا صاحب کے پاس کچھ

پرچارک ۲۲ چیت سمت ۵۲ پنڈت جی کے مذکورہ بالا بیان سے یہ امر بلا شک ثابت ہے کہ انہوں نے اس کو نشان ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ ایک منصوبہ یعنی سازش قرار دیا۔ اور اُس کے مقابلہ پر اپنے تین نشان پیش کئے جن میں ایک کے حل ہونے پر بھی پنڈت جی مرزا صاحب کی صداقت کے قائل ہو جاتے مگر مرزا صاحب نے ان کے پورا کرنے کی طاقت نہ جان کر اس طرف توجہ تک نہ کی اب مقام غور ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق تو احمدی آسمان سر پر اٹھا رہے ہیں اور بلا ضرورت ہی ان کی منظوری کی تلاش کر رہے ہیں مگر یہاں پر اس اصول کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں کیونکہ پنڈت جی نے اس کی اسی وقت تردید کر دی تھی اور کہہ دیا تھا کہ یہ نشان نہیں بلکہ سازش ہے اور آپ نے تین نشان پیش کئے تھے مگر یہاں تو معاملہ ہی بالکل برعکس تھا باقی رہا خدا اس کا جواب اپنے لکھ چکا ہوں۔

اس موقع پر پنڈت جی نے بھی کچھ اشعار لکھے ہیں جن کو نیچے لکھتا ہوں اور وہ بترس از تیغ بران محمد کے جواب میں تھے ؎

دریں راہ گر کشتہ ور بسوزند نتابم رد ز دین ویدا قدس
فدا گشتم ز سر تا پا برا ہش نصیر و یار دارم آں خدا بس

بقیہ حاشیہ ۔معجزہ وغیرہ ہوتا تو وہ لواسیر کو رفعی کر دیتے مگر مسیح موعود سے یہ معمولی سا کام بھی نہ ہو سکا۔ کیونکہ یہاں تو دو ہی دھن تھی مردوں کو زندہ کرتے کیسے ۔جو وہ تو مر گئے

زندوں کے قتل کو یہ مسیح الزمان ہوئے

جبکہ خدا کا وعدہ ہے ان اللہ بشرنی وقال یا احمد احبیب کل وعائک الا فی شرکائک تو پھر لواسیر بھی نہ ہٹا سکے ؛

ندارم غیر او پرواۓ ہرگز
چہ باکم گر بود ناراضی ہر کس (رسینۂ دہرم پرچارک)

مرزا صاحب نے تیغ سے ڈرایا۔ پنڈت جی نے اس کا جواب دیا کہ دید کے راہ میں اگر یہ جان قربان ہو تو زہے قسمت۔ یہ پنڈت جی کی رائے مرزا صاحب کے منصوبے کے بعد کی ہے جس کو اوپر لکھا ہے۔ جو صاف اور واضح ہے۔

کچھ اخبارات کی راۓ

اس وقت کے اخبارات نے بھی یہی نتیجہ نکالا جس کی بابت مرزا صاحب نے خود ہی اشارہ کیا ہے۔

انیس ہند میرٹھ اور ہماری پیشگوئی پر اعتراض

اخبار ۲۵ مارچ ۱۸۹۳ء میں میری اس پیشگوئی کی نسبت جو لیکھرام پشاوری کے بارے میں میں نے شائع کی تھی کچھ نکتہ چینی کی ہے۔ مجھ کو ملا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض اور اخباروں پر بھی یہ کلمۃ الحق شاق گذرا ہے کہ ایسی پیشگوئی مفید نہیں ہوگی اور اس میں شبہات رہ جائیں گے۔ برکات الدعا ٹائیٹل پیج صد۲

اخبار آریہ سماچار میرٹھ پر اخبار سنگھ سبھا پھاگن ۱۹۴۹ سمت کی راۓ حسب ذیل الفاظ میں ہے جسے قتل کا ایک منصوبہ ہی قرار دیا گیا ہے۔

اس پیشگوئی پر غور کرنے سے ہمیں یہ شبہ ہوا کہ ۶ برس کے مابین اپنے الہام کے اثبات کے لئے مولوی صاحب اپنے کسی مرید یا مرید کے رشتہ دار یا کسی مسلمان کی معرفت پنڈت لیکھرام پر کوئی ایسا حملہ بے رحمانہ نہ کرا دیں جس سے بجاۓ پنڈت صاحب کی جان پر آبنے۔ پنڈت جی کو اس پیشگوئی کا بہت خیال رکھنا چاہیے

پولیس آفیسر پنجاب کی راۓ

پوجیہ شری سوامی شردھانند جی نے کلیات آریہ مسافر کے دیباچہ میں اس کے

بتیجہ پر فرمایا ہے کہ جب میں مسٹر گرسٹی صاحب پنجاب پولیس کے مشہور رکن سے آریہ مسافر کے قاتل کی تلاش کے بارے میں بات چیت کرنے کے لئے دوبارہ ملا تو انہوں نے بتلایا ...... گورنمنٹ کو مدت سے معلوم تھا کہ پنڈت لیکھرام پر مخالفوں کی طرف سے ہر طرح کے حملے ہونگے اور اس لئے پولیس کو خفیہ ہدایت رہتی تھی کہ ہر جگہ ان کی حفاظت مدنظر رکھیں۔ دیباچہ کلیات

مذکورہ بالا اقتباسات سے آپ اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہونگے۔ کہ شری پنڈت جی کا خود اور دیگر ذی فہم لوگوں اور افسران پولیس کا اس پیشگوئی کے متعلق کیا خیال تھا اور انہوں نے اس سے کیا نتیجہ اخذ کیا۔

اب ہم مرزا صاحب کی اس مفروضہ پیشگوئی اور اس کے ضمن میں جس قدر تشریحات وغیرہ ہیں جن کو ہم پہلے چار کتابوں سے لکھ چکے ہیں یا جو کتابیں پنڈت جی کی شہادت کے بعد شایع ہوئیں اُن میں موجود ہے ان کو حسب ذیل عنوانات پر منقسم کرکے باہمی اختلافات کو دکھاتے ہوئے جوابات شروع کرتے ہیں۔

(۱) کیا پنڈت جی نے مرزا صاحب کو اپنی موت کے لئے پیشگوئی کی اجازت دی تھی اور اس پر اصرار کیا تھا اور کیا مرزا صاحب نے بقید وقت وتاریخ کے بتلانے کے اقرار کو پورا کیا۔

(۲) عجل جسد لہ خوار۔ لہ نصب وعذاب کی تشریح۔

(۳) کیا یہ عذاب معمولی تکلیفوں سے نرالا۔ خارق عادت اور اپنے اندر آلہی ہیبت رکھتا تھا کیا چھ سال کے عرصہ میں کسی انسان کا قتل انسانی طاقتوں سے بالا اور بالاتر ہے اور انسان اپنے فعل سے عاجز ہے۔ اور کیا اس فعل کو خدا کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔

(۴) اس واقعہ کی ساری مشابہت اور ہماری تنقید جس میں ۵ سوالات اور ملس

جن کی تشریح آگے نمبروار لکھی ہے

(۵) پنڈت جی کی شہادت کے متعلق مرزا صاحب کے مختلف بیانات۔

(۶) ایک نذیر آیا والے اس کے مختلف مفہوم۔

(۷) پیسہ اخبار کا اتہام اور اس پر مرزا صاحب کا ہی جواب۔

(۸) پیشگوئی کی غایت کیا تھی اور اس کا فیصلہ کس کے حق میں ہوا۔

جوابات

(۱) کیا پنڈت جی نے مرزا صاحب کو اپنی موت کے لئے پیشگوئی کی اجازت دی تھی؟ اور اس پر اصرار کیا تھا؟ اور کیا مرزا صاحب نے بقید وقت و تاریخ کے تبلانے کے اقرار کو پورا کیا۔؟

مرزا صاحب رقمطراز ہیں:۔

ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ اس پیشگوئی کی درخواست لیکھرام نے آپ ہی کی تھی دیباچہ استفتا۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار پر لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ ہمارے نام لکھا تھا کہ جو موت کی پیشگوئی میری نسبت چاہو شائع کردو۔ نزول مسیح صفحہ ۱۹۱ اسی طرح اشتہار مذکور کا ذکر کرتے ہوئے سراج منیر میں لکھتے ہیں۔ پھر بعد اس کے پنڈت لیکھرام کا کارڈ پہونچا کہ میں اجازت دیتا ہوں کہ میری موت کی نسبت پیشگوئی کی جاوے مگر میعاد مقرر ہونی چاہئے۔ سراج المنیر صفحہ ۱۱۔

جب لیکھرام نے نہایت اصرار کیا تو مجھ کو پیشگوئی چاہی تریاق قلوب صفحہ ۲۶ و البریہ صفحہ ۱۸ مذکورہ بالا حوالجات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پنڈت جی نے خود ہی اپنی موت کے لئے اصرار کیا نہ مرزا صاحب سے پیشگوئی طلب کی تھی۔

سلے۔ مرزا صاحب کی ایمانداری دیکھئے کہ دعا بیات لفظ کو موت کیا نہ بدل دیا ۱۸۸۶ء کی بات کو جبکہ مسلمان ہونے کی بات چل رہی تھی ۱۸۹۳ء کیا نہ جوڑ دیا۔

تردید: جس خط کا مرزا صاحب نے حوالہ دیا ہے یہ وہی خط ہے جس میں پنڈت جی نے لکھا تھا کہ میں آپ کی پیشگوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں اور وہ ۱۸۸۶ء کا واقعہ ہے اس وقت موت کے لئے نہ مرزا صاحب اور نہ پنڈت جی کے دل میں خیال تک تھا اور نہ کوئی اس کا ذکر تھا بلکہ بعد مشاہدہ کرنے آسمانی نشان کے اسلام لانے کی شرط تھی. دیکھئے کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۵ اور آریہ گزٹ یکم جولائی ۱۸۹۳ء سرمہ چشم آریہ ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۱۶۷. شحنۂ حق صفحہ ۳۷ - ۳۸. تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۶۷ - ۱۲. استفتاء صفحہ ۹ و حاشیہ صفحہ ۹ وغیرہ. یہ حوالجات ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

ان سے ثابت ہے کہ ۱۸۹۳ء تک اسلام لانے کی شرط پر ہی بات چیت ہوتی رہی موت کے لئے سلسلہ کلام جاری تھا. کیونکہ مرزا صاحب استفتاء حاشیہ صفحہ ۹ پر خود ہی تحریر فرماتے ہیں۔

یہ شرط جو لیکھرام اسلام قبول کرے اس وقت کی شرط ہے جب کہ کچھ معلوم نہ تھا کہ جو پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوگی اس کا مضمون کیا ہوگا۔

پھر معلوم کب ہوا. اس کے متعلق بھی انہیں کا قول ملاحظہ ہو۔

آخر ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو بہت توجہ اور دعا اور تضرع کے بعد معلوم ہوا استفتاء ص ۱۰

اب اس سے صاف عیاں ہے کہ ۱۸۹۳ء ۲۰ فروری کو آپ کے لئے معلوم ہوا. بہرحال تب تک اسلام لانے کی شرط موجود تھی۔

اب آپ غور فرماویں کہ اس خط کا حوالہ دیکر جو اسلام لانے کی شرط کے زمانہ میں اپنی بے تعلقی کا اظہار کرنے کے لئے لکھا گیا تھا. یہ لکھنا کہ مجھے موت کی پیشگوئی کرنے کے لئے اجازت دی تھی اور اس پر اصرار کیا تھا کس قدر غلط اسقدر لال اول درجہ کا لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔

مقام غور ہے کہ جس وقت مرزا صاحب نے یہ دو رنگے تشدد آمیز مضامین لکھنے شروع کئے اسیوقت ۱۸۹۲ء میں ہی پنڈت جی نے لکھ دیا تھا۔

"کہ یہ تو میرے قتل اور زہر دینے کے منصوبے ہیں"

تو پھر کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ پنڈت جی اپنی موت کی پیشگوئی کے لئے اصرار کر رہے تھے کیا کوئی ذی فہم انسان یقین کر سکتا ہے کہ ایک شخص تو خود ہی اپنی موت کی خبر کیلئے بزور مطالبہ کرتا ہے اور جب خبر نکلتی ہے تو پھر اُسے قتل اور زہر دینے کی سازش قرار دیتا ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ اور پھر اس تردید کے نکلنے پر مرزا صاحب چپ سادھ جاتے ہیں اور اس قدر لکھنے کی جرأت نہیں کرتے۔ کہ آپ تو خود ہی موت کی خبر طلب کرتے تھے اور اب ایسا کیوں لکھتے ہیں لیکن پنڈت جی نے صرف اس تردید پر ہی اکتفا نہیں کی۔ بلکہ اس کے مقابلہ پر (اسے سازش قرار دیکر) تین نشانات کا مطالبہ کیا کہ جن کو پہلے صفحہ ۱۲۸ پر لکھا جا چکا ہے۔ اور کہا۔ کہ اگر آپ ایک نشان بواسیر کو آرام کرنے والا بھی دکھا دینگے تو میں صدق دل سے آپ پر ایمان لے آؤنگا۔

ہمارا دعوے ہے۔ کہ پنڈت جی کی کسی بھی تحریر سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے اپنی موت کیلئے خبر طلب کی یا اس پر اصرار کیا۔ بلکہ اس کے خلاف جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ پنڈت جی نے اس کے خلاف لکھا ہے لیکن اگر احمدی دوستوں کے زعم میں ہے کہ مرزا صاحب نے سچ لکھا ہے اور تمام واقعات کو آنکھیں بند کر کے غلط مان لینا چاہئے تو وہ مہربانی کر کے دکھا دیں کہ کہاں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پنڈت جی نے موت کے لئے اصرار کیا تھا کوئی تاویل گھڑ کر ہی [illegible] مرزا صاحب مرحوم کے قول کو سچا ثابت کیجئے خیر! ہم مرزا صاحب والا [illegible] نہیں دینگے۔ آپ جانیں اور آپ کا کام سچائی کو پیش کرنا ہمارا فرض ہے۔

دعوت کس نے دی

پہلی عام دعوت تھی جو ۲۴۰۰ روپے والی چٹھی کے ذریعے سب معزز لوگوں کو دی گئی۔ تبلیغ رسالت صفحہ ۱۱/۱ -

(۲) بذریعہ خط قادیان پنڈت جی کو بلایا۔ کلیات آریہ مسافر ۴۱۴

(۳) سرمہ چشم آریہ وغیرہ میں چالیس روز کی دعوت صفحہ ۱۶۷

(۴) مباہلہ کی دعوت سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۱۳

(۵) ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والا اشتہار ہیں ۔۔۔ نے اندرمن مرادآبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی۔ تبلیغ رسالت صفحہ ۲۵/۱ جلد اول

مرزا صاحب نے ہی دعا کی تھی

بلکہ اس عاجز نے خاص اس مطلب کے لئے دعا کی جس کا یہ جواب ملا۔ آئینہ کمالات خانہ پر میں نے اس پر بد دعا کی۔ نزول مسیح صفحہ ۱۷۱

میں نے سر سید احمد خان کو مخاطب کر کے برکات الدعا میں لکھا کہ لیکھرام کی موت کے لئے میں نے دعا کی ہے نزول مسیح صفحہ ۱۸۱ حقیقت الوحی صفحہ ۲۸۵ و ۲۸۷

میں نے آریوں کو مخاطب کر کے (آئینہ کمالات کے نوٹ میں) لکھا ہے کہ لیکھرام کی موت کی

---

(۱) کیا کوئی احمدی برکات الدعا سے موت کا لفظ دکھا سکتا ہے۔

(۲) احمدی دوستو ہمارے لئے نہیں۔ قادیانی رسول کے قول کو ہی سچا کرنے کے لئے بچھو رحم کر کے آئینہ کمالات کے نوٹ سے موت کا لفظ دکھائیے۔ سچ ہے۔ کسی بھوکے سے پوچھا کہ دو اور دو۔ اس نے کہا چار روٹیاں۔ ایسے ہی مرزا صاحب کے دماغ میں موت بھری ہوئی تھی اس لئے ہر جگہ انکو موت ہی موت نظر آتی تھی۔

نسبت میری دعا قبول ہو چکی ہے۔ حقیقت الوحی صفحہ ۲۸۷

اس سے ثابت ہوا کہ دعوت بھی مرزا صاحب نے ہی دی اور دعا بھی انہوں نے ہی کی۔ پنڈت جی نے نہ اصرار کیا۔ اور نہ موت کی خبر طلب کی۔

دعوت ایک دوسرے طریقے سے

مرزا صاحب کے دل میں ہندوؤں کے لیئے چھوٹی عمر سے ہی خصومت کا مادہ بھر گیا تھا۔ جو کہ ان کو بار بار جھگڑے اور دشمنی کے لیئے ابھارتا تھا جس سے وہ خواہ مخواہ چھیڑ خانی کے لیئے مجبور ہوتے تھے۔ چنانچہ اس بات کو مرزا صاحب نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

وقد حبب الی منذ دنوت العشرین۔ ان انصر الدین واجادل البراھمۃ والقسیس وقد الفت فی ھذہ المناظرات مصنفات عدیدۃ۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴۷

جب میں بیس سال کے قریب ہوا۔ تو نصرت دین کی میرے دل میں محبت ڈالی گئی۔ اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ جھگڑا کرنے کی۔ چنانچہ میں نے اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھیں (اس میں ایک لفظ اجادل آتا ہے جو مزید توجہ کے لائق ہے اور اس سے مرزا صاحب کی صحیح ذہنیت کا علم ہو جائے گا)

جدلاً رجل الذی اشتد الخصومۃ۔ الجدل شدۃ الخصومت والمھارت فیہ (المنجد) المجادلۃ خصومت کردن (صراح) والجدل محرکۃ اللاد فی الخصومت قاموس

یعنی بہت سخت خصومت اور جھگڑا کرنے کو جدل کہتے ہیں

اجادل سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے دشمن ہندوؤں اور عیسائیوں کے

خلاف بیس سال کی عمر سے ہی خصومت کا مادہ بھر گیا تھا چنانچہ اس مادہ سے متاثر ہو کر آنجناب نے مذہبی میدان میں قدم رنجہ فرماتے ہی سب سے اول اس کا تختہ مشق ہندوؤں کو ہی بنایا۔

چنانچہ سب سے پہلے آپ نے ایک اشتہار مارچ ۱۸۷۸ء دوسرا جون ۱۸۷۸ء تیسرا ۱۸۷۹ء اور پھر ۱۸۷۹ء میں پرانی تحریریں اِس نام کی ایک کتاب لکھی جس میں وید اور قرآن کا مقابلہ تھا۔ اس کے بعد براہین احمدیہ کی دو جلدیں ۱۸۸۱ء[1] میں شائع ہوئیں۔ اور پھر دوسری دو جلدیں ۱۸۸۴ء میں۔ سرمہ چشم آریہ ۱۸۸۶ء میں۔ اور شحنہ حق ۱۸۸۷ء میں۔

ان تمام اِشتہارات اور کتب کے اندر ہندوؤں کے خلاف کِسقدر لکھا گیا ہے۔ اِس کی ماہیت وہی شخص جان سکتا ہے جس نے ان کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر ہم نے اِس کتاب میں ایک اِشتہار کے چند اقتباسات لکھے ہیں جن سے آپ صحیح نتیجہ اخذ کرینگے۔ یہ سب کتابیں اور اِشتہارات ایک دھرم کے سیوک کے لیئے کھلی ہوئی دعوت ہیں۔ کیونکہ ان میں ایسے خیالات کا اِظہار کیا گیا ہے۔ جو ایک طالب حق کو اس بات کے لیئے مجبور کرتا ہے۔ کہ وہ غلط فہمیوں۔ اور من گھڑت باتوں کا جواب دینے کے لیئے میدان میں آوے۔ میں کہونگا۔ کہ ہر ایک دین کے حامی کے لئے سب سے زبردست یہ دعوت ہے۔ کیونکہ اس میں خواہ مخواہ اسے دخل دینے کے لیئے مجبور ہونا پڑتا ہے۔ سو یہ دوسری دعوت ہے۔ جو مرزا صاحب

[1] یہ سب کچھ پنڈت لیکھرام جی کے آریہ سماج میں شامل ہونے سے پہلے ہو چکا تھا۔ کیونکہ وہ ۱۸۸۱ء میں آریہ سماج میں داخل ہوئے تھے۔

نے پنڈت جی کو دعوت دی. کیونکہ وہ ایک دہرم کے اپدیشک اور پرچارک تہے۔ اس پر پنڈت جی نے کلیات کے اندر بہت کچہہ تحریر کیا ہے. مگر نمونہ کے لیئے دو فقرات لکہتا ہوں۔

میرا ارادہ اسلام کے متعلق کوئی کتاب لکہنے کا نہ تھا. مگر مرزا صاحب کی کتب نے مجہے اس کے لیئے مجبور کیا. کلمات آریہ مسافر صفحہ ۳۲۶ و ۵۰۲

دعوت کا ایک جدید اور انوکھا طریقہ

اور وہ یہ کہ سخت الفاظ اور گالی گلوچ نکال کر فریق مخالف کو اکسانا اور مقابلہ کے لیئے تیار کرنا. اس کے لئے مرزا صاحب کا حسب ذیل بیان ہے۔

اور سخت الفاظ کے استعمال کرنے میں ایک یہ بہی حکمت ہے کہ خفتہ دل اس سے بیدار ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کیلیئے جو مداہنہ کو پسند کرتے ہیں ایک تحریک ہو جاتی ہے مثلاً ہندوؤں کی قوم ایک ایسی قوم ہے کہ اکثر ان میں سے ایسی عادت رکہتے ہیں کہ اگر ان کو اپنی طرف سے چہیڑا نہ جاوے تو وہ مداہنہ کے طور پر تمام عمر دوست بن کر دینی امور میں ہاں میں ہاں ملاتے رہتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور اس دنیا کے اولیاء کی مدح و ثنا کرنے لگتے ہیں لیکن دل ان کے نہایت درجہ کے سیاہ اور سچائی سے دور رہتے ہیں ان کے روبرو سچائی کو اس کی پوری مرارت اور تلخی کے ساتہہ ظاہر کرنا اس نتیجہ خیز کا نتیجہ ہوتا ہے کہ اس وقت ان کا مداہنہ دور ہو جاتا ہے۔ ازالہ اوہام ۱۵

ان اقتباسات سے مرزا صاحب کی نیت صاف طور سے ظاہر ہو رہی ہے کہ کس قدر ہندوؤں کی نسبت ان کے دل میں برے خیالات ہیں۔

ہندوؤں کا وہ پہلا طریقہ نہیں اہت مایوس کرنیوالا تھا جو اپنے دلوں میں وہ لوگ اس طرز کو زیادہ پسند کے لائق سمجہتے تھے کہ مسلمانوں سے کوئی مذہبی بات

چپ نہیں کرنی چاہئے۔ ہم میں ہل ملا کر گذارہ کرلینا چاہیے لیکن اب وہ مقابلہ پر آکر اور میدان میں کھڑے ہوکر ہمارے تیز ہتھیاروں کے نیچے آپڑے ہیں اور اُن صید قریب کی طرح ہوگئے ہیں جس کا ایک ہی ضرب سے کام تمام ہوسکتا ہے اِن کی آہوانہ سرکشی سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ دشمن نہیں ہیں وہ تو ہمارے شکار ہیں عنقریب وہ زمانہ آنیوالا ہے کہ تم نظر اٹھا کر دیکھوگے کہ کوئی ہندو دکھائی دے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۶

ناظرین کس قدر منافرت پھیلانے والی سختی سے دعوت دینے والی اور کینہ سے بھری ہوئی عبارت ہے۔

حال ہیں جو آریوں نے ہم لوگوں کی تحریک سے مناظرات کی طرف قدم اٹھایا ہے ... اور ہماری تحریکات کا واقعی طور پر کوئی بد نتیجہ نہیں۔ ہاں یہ تحریکات کوتاہ نظروں کی نگاہ میں بدنما ہیں ازالہ اوہام ص۱۶

اس میں مرزا صاحب کا صاف اقرار ہے کہ آریہ سماج کو مناظرات کے لئے ابھارنا اور مقابلہ کے لئے تیار کرنا مرزا صاحب کی ہی مہربانی کا نتیجہ ہے۔

یہ تیسری قسم کی دعوت ہے جس کے ذریعے کہ مرزا صاحب نے پنڈت جی کو مقابلہ کے لئے تیار کیا۔

اب ہر ایک طالب حق کو سچے دل سے غور کرنا چاہیے کہ مرزا صاحب نے پنڈت جی کو ہر طریقہ سے دعوت دی کہ وہ مقابلہ کے لئے کھڑے ہوجائیں۔ اور مجبور کردیا جیسا کہ ہم نے گذشتہ اوراق میں ثابت کیا۔

اب اس پر مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ پنڈت جی نے اصرار کیا اور موت کے لئے پیشگوئی طلب کی کہاں تک درست ہے۔

اب باقی رہا معاملہ وقت اور تاریخ کا۔ اس کے متعلق پہلے ہی لکھا جاچکا ہے

اور اب صرف اسی قدر لکھنا ہے کہ مرزا صاحب کے لکھنے کے مطابق احمدی ایمانی تاریخ اور وقت کا پتہ دکھادیں۔ ہمارا مطالبہ پورا ہوجاویگا۔ مگر ایک بات یہاں بیان کرنے کے قابل ہے کہ کہیں احمدیوں کی امامی ڈکشنری میں چھ سال کا مطلب تاریخ اور وقت سے نہ ہو۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مرزا صاحب نے تاریخ اور وقت کہیں نہیں لکھا۔ ہاں اگر احمدیوں کو اس بات کے لئے دعوے ہے تو وہ دکھادیں کہ تاریخ اور وقت کہاں لکھا ہے۔ یہ پہلے سوال کا جواب مفصل لکھا گیا اب دوسرے کو سنئے

(۲) **عجل جسد لہ خوار۔ لہ نصب و عذاب کی تشریح**

اب ہم نمبر ۲ پر جو بقول مرزا صاحب اس پیشگوئی کے لئے اصل الہام ہے لکھتے ہیں۔ اور ہم اس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کریں گے۔ تاکہ اس کی اصل حقیقت معلوم ہوسکے۔

سب سے پہلے مرزا صاحب کے اقوال[لہ] جو دو قسم کا مفہوم رکھتے ہیں لکھیں گے تاکہ باہم فرق ہی معلوم ہوجائے اور وہ مضمون جس پر کچھ بحث کرنا مقصود ہے سامنے آجاوے۔ مرزا صاحب نے اس کا مفہوم اس طرح ادا کیا ہے۔

"صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے۔ آئینہ کمالات اسلام خاتمہ پر۔ بشری جلد اول ص۵۲ تبلیغ رسالت جلد ۲ ص۵

حاشیہ

[لہ] دو قسم سے مطلب پنڈت جی کی شہادت سے پہلے اور بعد کی کتابیں ہیں یعنی ایک قسم پہلے کی اور ایک قسم بعد کی۔

جو کتب بعد میں شایع ہوئیں۔

یعنی لیکھرام گوسالہ سامری ہے۔ جو بے جان ہے اور اس میں محض ایک آواز ہے جس میں روحانیت نہیں۔ اس لئے اس کو وہ عذاب دیا جائے گا جو گوسالہ سامری کو دیا گیا تھا۔ حقیقت الوحی صفحہ ۲۸۴ و نزول مسیح صد ۱۷۱

یعنی یہ ایک بے جان گوسالہ ہے جس میں مارے جانے کے وقت گوسالہ کی طرح ایک آواز نکلے گی۔ اور اس میں جان نہیں اور اس کے لئے نصیب از عذاب ہے تریاق القلوب صفحہ ۲۶۵۔

ان ہر دو قسم کی کتب میں جس قدر اختلاف ہے وہ ظاہر ہے اس لئے اس کا اعادہ کرنا باعث طوالت ہوگا۔ ناظرین خود ہی سمجھ لیں۔

مگر ان اختلافات سے حیران نہیں ہونا چاہئے۔ مرزا صاحب کی کتب میں تضاد تواتر اور اختلاف اس کثرت سے ہے کہ اس کا شمار محال ہے

حاشیہ اختلاف کے کچھ نمونے یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوگیا۔ مگر یہ ہرگز سچ نہیں کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا پھر زندہ ہوگیا ازالہ اوہام صد ۴۷۳

(۲) تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہوگیا۔ اور کشمیر سری نگر محلہ یار خاں میں اس کی قبر ہے حقیقت الوحی حاشیہ صد ۱۰۱ کشتی نوح صد ۱۶ مسیح ہندوستان میں صد ۵۲ ستارہ قیصریہ صد ۱۱ وغیرہ۔

(۳) ویقول انه توفی و دفن فی ارض شام حمامۃ البشریٰ صد ۱۳

اور وہ (مرزا) کہتا ہے کہ تحقیق وہ (مسیح) مرگیا اور ارض شام میں مدفون ہوا

(۴) اور کیا تعجب ہے کہ حضرت مسیح کی قبر کشمیر یا اس کے نواح میں ہو۔ ست بچن حاشیہ صد ۱۶۴

اس مجمل جب لغوار میں تین الفاظ - خوار، نصیب اور عذاب ہیں جن پر مرزا صاحب نے
کئی قسم کی حاشیہ آرائی کی ہے لہٰذا اس پر روشنی ڈالنا ضروری ہے ۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۔ حضرت عیسیٰ کی قبر بلاد قدس (یروشلم) میں ہے ...... اس میں
ایک گرجا بنا ہوا ہے اتمام الحجۃ حاشیہ صفحہ ۱۹-۲۰-۲۱

ص ۹ سو اس بات کو عقل قبول کرتی ہے کہ انہوں نے (حواریوں نے) ... یسوع
کی نعش کو اس کی قبر سے نکال کر کسی دوسری قبر میں رکھ دیا ہوگا .... اور کہہ دیا ہوگا
... لو یسوع زندہ ہوگیا۔ مگر وہ آسمان پر چلا گیا۔ ست بچن صفحہ ۱۶۲ چھ قول اور چھ
مختلف بیان اور دعوے پیغمبری کا ۔

(۱) مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعوےٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں
تبلیغ رسالت صفحہ ۲۱ جلد ۲

(۲) میں نے یہ دعوےٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں جو شخص یہ الزام مجھ
پر لگا دے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے ازالہ اوہام صفحہ ۸

(۳) وضع لی ربی عیسیٰ ابن مریم حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۳۲ میرا نام رب نے عیسیٰ ابن مریم رکھا

(۴) خدا تعالیٰ نے بتصریح ذکر کر دیا ہے کہ کس طرح اس نے مجھے عیسیٰ بن مریم
ٹھہرایا ..... اس طرح مریم سے عیسیٰ پیدا ہو کر ابن مریم کہلایا حقیقت الوحی حاشیہ صفحہ ۲

(۵) اور اسی طرح پر میں خدا کی کلام میں ابن مریم کہلایا ۔ الحمد للہ الذی
جعلک المسیح ابن مریم ۔ حقیقت الوحی صفحہ ۳۲۹

ف۵ مرزا صاحب نے عجیب و غریب حاشیہ آرائی پنڈت جی کی شہادت کے بعد کی ہے
انہیں ہند میرٹھ کا جواب دیتے ہوئے اگر ایسا لکھتے تو ہم بھی آپ کی سچائی
کے قائل ہو جاتے ۔

مرزا صاحب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں

اس جگہ عذاب سے مراد موت ہی ہے۔ جیسا کہ نصب کا لفظ دلالت کر رہا ہے اگر عذاب اور نصب کا لفظ موت پر دلالت کر رہا ہے تو کیوں نہ آئینہ کمالات

نمبر۳

بقیہ حاشیہ صہ - (۱) اب تک دو لاکھ سے زیادہ میرے ہاتھ پر نشان ظاہر ہو گئے ہیں۔ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۳۴

(۲) میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر صدہا نشان ظاہر ہوئے۔ تذکرۃ الشہادتین صہ ۳۴ مگر اس کتاب میں آگے چل کر صہ ۶۳ پر لکھا۔

(۳) اور ہر ایک قدم میں اس کی تاکید کرے اور دس لاکھ سے زیادہ اس کی تائید میں نشان دکھا دے تذکرۃ الشہادتین صہ ۶۳ صہ ۳۴ سے ۶۳ تک لکھنے کا کام زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹہ میں ختم ہو گیا ہوگا واقعی ۸ لاکھ نشان اتنے عرصہ میں دکھانا خوارق کا ایک چمکتا ہوا ثبوت ہے۔

ھ ۴

(۱) (مسیح کے) پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا ہلنا اور جنبش کرنا بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ ازالہ اوہام حاشیہ صہ ۱۲۸

(۲) اور حضرت مسیح کی چڑیاں، باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے آئینہ کمالات اسلام صہ ۶۸

نمبر ۵

(۱) میں نہ نبوت کا مدعی ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی۔ اور

ہیں اور انیس ہند میرٹھ کے جواب میں صریح طور سے یہی دلالت لکھ دی جب کہ آپ نے آئینہ کمالات میں اس کا مطلب صاف لکھ دیا کہ یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے

حاشیہ بقیہ صـ ۔ جناب رسول اللہ پر ختم ہو گئی۔ تبلیغ رسالت جلد دوم صـ ۲۰

(۲) اور ہیں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ آسمانی فیصلہ صفحہ ۴

(۳) وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام۔ والحق بقوم کافرین۔۔ فکیف ادعی النبوۃ وانا من المسلمین حمامۃ البشریٰ صـ ۹۶ یعنی یہ میرے لئے کیسے ہو سکتا ہے کہ میں نبوت کا دعوےٰ کرکے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافرین کی قوم سے لاحق ہو جاؤں پس کیسے میں نبوت کا دعوےٰ کرسکتا ہوں اس حال میں کہ میں مسلمان ہوں۔

خلاف ۔ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ حقیقت الوحی صـ ۳۹۱ نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا حقیقت الوحی صـ ۳۹ اور دیکھئے تریاق القلوب صـ ۱۵۴ و ۲۵۳

مرزا صاحب نے اپنے نبی ہونے کا دعوےٰ بہت مقامات پر کیا ہے۔ جن کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس قسم کے صدہا اختلاف مرزا صاحب کی کتب میں موجود ہیں جن کے لکھنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ ہم ان کو مکمل طور سے ایک علیحدہ کتاب کی صورت میں لکھیں گے۔

۲۰

یا ذی علی جھنم زمان لیس فیہا احد ونسیم الصبا تحرک ابوابہا

ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب نقد رہے
یہاں تو نصیب کا لفظ سزا اور رنج پر دلالت کر رہا ہے اور وہاں موت پر
یاد رہے۔ کہ قرآن شریف میں ایک جگہ ایک آیت میں یہ دونوں الفاظ اکٹھے

بقیہ حاشیہ ص - یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اس میں کوئی بھی نہیں
ہوگا اور نسیم صبا اس کے کواڑ ہلائیگی۔ . . . اور یہ بات نہایت نامعقول اور خدا تعالے
عزوجل کے صفات کاملہ کے برخلاف ہے کہ دوزخ میں ڈالنے کے بعد ہمیشہ اس کے صفات
قہریہ ہی جلوہ گر ہوتی رہیں اور کبھی صفت رحم اور عفو کی جوش نہ مارے اور صفات
کرم اور رحم کے ہمیشہ کے لئے معطل کی طرح رہیں (اس کے حاشیہ پر لکھا ہے) کہ
یہ بات فی نفسہ غیر معقول ہے کہ ان کو ایسی ابدی سزا دیجائے کہ جیسا خدا ہمیشہ کیلئے
ہے ایسا خدا کی ابدیت کے موافق ہمیشہ دوزخی دوزخ میں رہیں۔ . . . آخر ان کے
قصوروں میں خدا کا بھی دخل ہے کیونکہ اس نے ایسی قوتیں پیدا کیں جو کمزور تھیں
(خوب خدا کی قدوسیت ہے) پس دوزخیوں کا حق ہے جو اس کمزوری سے
فائدہ اٹھاویں جو ان کی فطرت کو خدا کی طرف سے ملی ہے)۔ . . . پس اس حدیث
میں آخرکار سب کی نجات کی طرف اشارہ ہے۔ چشمہ مسیحی ص ۲۹

(مگر ذرا دوسری جگہ ملاحظہ ہو جہاں لکھا ہے کہ دوزخ سے نہیں نکالا جاویگا)
دیکھئے حمامۃ البشریٰ ص ۲۰ وما ہم بخارجین من النار۔ ثم قال مقام آخر
یریدون ان یخرجوا من النار وما ھم بخارجین منہا۔ یعنی وہ
آگ سے ہرگز نہیں نکالے جاویں گے۔ سبحان اللہ ما ینطق عن
الھویٰ کا دعوے اور کلام میں اس قدر تناقض (کوئی حرج نہیں یہ قادیانی
نبی ہے الہام کے سمجھنے میں کبھی غلطی ہی کرتا ہے کبھی یاد ہی نہیں رکھتا)

آئے ہیں جو مرزا صاحب کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے کافی ہیں۔

واذکر عبدنا ایوب اذنادیٰ ربہ انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب۔ اس مقام پر تمام مفسرین نے نصب کے معنے رنج اور تکلیف کے ہی لئے ہیں۔ دیکھئے تفسیر جلالین مصری جلد دوم صفحہ ۸۴ نصب کے معنے ضرر اور عذاب کے معنے الم کے ہی گئے ہیں۔

اسی طرح پر تفسیر کبیر مصری جلد ۷ صفحہ ۲۰۶ میں اس کے معنے ھو التعب والمشقتہ والعذاب والالم میں کئے ہیں۔ ان کو چھوڑتے ہیں شاید یہ حوالجات آپکو ناگوار خاطر ہوں۔

آپ اپنے گھر کی ہی دیکھیے۔ مولانا محمد علی ایم اے بھی اپنی تفسیر میں نصب اور عذاب کے معنے تکان اور تکلیف ہی کرتے ہیں۔ دیکھیے صفحہ ۱۶۰۵

نیز نصب کا لفظ جتنی دفعہ بھی قرآن شریف میں آیا ہے کہیں بھی اس سے مراد موت نہیں لی گئی۔ چنانچہ حسب ذیل مقامات۔ .... اسی تفسیر بیان القرآن کے سورہ توبہ رکوع ۱۰ صفحہ ۴۸۷۔ سورۃ الحجر رکوع ۴ صفحہ ۱۰۵۸۔ سورۃ الکہف رکوع ۹ صفحہ ۱۱۸۳۔ سورہ فاطر رکوع ۴ صفحہ ۱۵۵۳۔ ان تمام مقامات پر مولوی محمد علی صاحب نے نصب کے معنے مشقت اور تکان کے ہی کئے ہیں۔

لفظ نصب کے اگرچہ اور معنے بھی ہیں مگر اس مقام پر رنج اور مشقت کے لئے ہی مناسب محل ہے اس لئے مرزا صاحب کا استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ ہم نے قرآن شریف سے ایک آیت لکھ کر ثابت کر دیا ہے کہ یہاں پر دونوں الفاظ حضرت

ل نصب سے مراد مرزا صاحب نے بھی تکلیف اور رنج ہی لیتے ہیں جیسے دیکھو آئینہ کمالات۔ دیگر قرآن شریف میں اہل جنت کے لئے ہے لا یمسھم فیھا نصب یعنی انکو تکلیف نہیں پہنچیگی

ایوب کے لئے آئے ہیں۔ اور اس کے معنے موت نہیں ہے۔ نہ نصب کے معنے موت اور عذاب کے معنے موت ہیں۔ اس لئے یہ ایک ہی ایسا حوالہ ہے کہ جس کے مقابلہ پر احمدی بھائیوں کے لئے کوئی چارہ نہیں ہوگا۔

نیز اس کے علاوہ مرزا صاحب نے خود ہی کئی مقامات پر عذاب کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس سے مراد موت نہیں لی۔ دیکھئے سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۱۲

اور پھر آسمانی فیصلہ کی انتظار کے لئے ایک برس کی مہلت ہوگی پھر اگر برس گذر جانے کے بعد مولف رسالہ ہذا پر کوئی عذاب اور وبال نازل ہوا۔ یا حریف مقابل پر نازل نہ ہوا تو ان دونوں صورتوں میں یہ عاجز قابل تاوان پانسو روپیہ ٹھیرے گا۔ سرمہ چشم آریہ قادر کبیر ایک سال تک کوئی اپنا عذاب نازل کر۔ سرمہ چشم آریہ

وہ پیشگوئی کے وقت سے ہی عذاب الٰہی میں پکڑے گئے جیسے کوئی سخت بیماری میں پکڑا جاتا ہے۔ انجام آتھم ص۳

علاوہ ازیں متعدد مقامات پر مرزا صاحب نے عذاب کا لفظ اپنی کتب میں استعمال کیا مگر مراد موت نہیں لی۔

اور ہم بھی روزمرہ کے محاورات میں کہتے ہیں کہ وہ شخص سخت عذاب میں مبتلا ہے اور بسا اوقات تکلیف سے ستایا ہوا آدمی خدا سے دعا کرتا ہے کہ خدایا مجھے اس تکلیف کی نسبت موت ہی دو تاکہ میں اس عذاب سے چھوٹ جاؤں۔ حدیث میں ہے ان المیت یعذب ... ببکاء اھلہ وانہ لیعذب بخطیئتہ۔ یہاں بھی عذاب سے مراد تکلیف ہی ہے نہ کہ موت۔

عذاب کیا ہے اور اس کے اقسام دیکھنے کے لئے مولانا محمد علی کی تفسیر بیان القرآن کے حسب ذیل مقامات دیکھئے صفحہ ۱۰۷۹[لہ] - ۱۰۸۰

لہ اریا نیھم العذاب من حیث لا یشعرون کی شرح ۔

۲،۲،۱۔ یہاں پر ذلت سفروں میں پکڑنا۔ بتدریج کمی کرنا۔ تجارت کی بندش یہ عذاب ہیں شیطان کی دوستی اور خدا سے دوری سب سے بڑا عذاب ہے۔ صفحہ ۹۱ میں فتنہ کو عذاب کہا لفظ عذاب کے متعلق حکیم نورالدین کا قطعی فیصلہ دیکھئے تفسیر القرآن جسے مولوی یعقوب علی تراب نے حکیم نورالدین صاحب کے درس قرآن مجید کی بنا پر لکھا صفحہ ۱۰۲۔ اور یہ امر بالکل صاف ہے کہ نفی سکھ کا نام دکھ یا عذاب ہے۔

عذاب کی لفظی تحقیق

سب سے اول احمدی صاحبان کے گھر کا ہی لکھتا ہوں دیکھئے تفسیر مولوی محمد علی ایم۔اے صفحہ ۲۴۔ عذاب اس کا مادہ عذب ہے اور ماء عذب شیریں و عمدہ پانی کو کہتے ہیں۔

قرآن شریف میں ہے ھذا عذب فرات (الفرقان ۲۵۔ ۵۳) اور عذاب سخت دکھ کہتے ہیں جس کی وجہ یوں بیان کی جاتی ہے کہ عذاب الرجل کے معنے آئے ہیں اس نے کھانا پینا ترک کر دیا۔ گویا تعذیب اصل میں یہ ہے کہ اس کو کھانے نیند سے محروم کر دیا جائے اور بعض کے نزدیک تعذیب میں ازالہ عذب ہے یعنی زندگی کی اچھی چیزوں کو دور کر دینا۔ جیسے تمریض مرض کے دور کرنے کو کہتے ہیں۔ قرآن کریم نے ہر ایک سزا یا تکلیف کے پہنچنے پر اس لفظ کا استعمال کیا ہے جہاں باغ والوں کو اپنی محنت کا پھل نہیں ملا۔ اس کو بھی عذاب کہا جیسے کذالک العذاب (ن ۶۸۔ ۳۳) دنیا میں جو قوموں پر تباہیاں اور

۱؎ وانی اخاف ان یمسک عذاب من الرحمٰن کی تشریح میں

۲؎ یصبہم عذاب الیم کی تفسیر میں۔

دکھ آتے ہیں ان کو بھی عذاب کہا ہے۔ کسی جرم پر جو سزا دی جاتی ہے اسے بھی عذاب کہا ہے ولیشهد عذابهما (النور ۲۴۔ ۲)

آخرت کی سزا کو بھی عذاب کہا ہے انسان کا دل جو بدی کے بعد دکھ کو محسوس کرتا ہے وہ بھی عذاب[۱] ہے۔ تفسیر کبیر مصری جلد اول صفحہ ۱۰۲۶۔ عذب من شئی۔ اذا امسک عنه۔

المنجد۔ ترک الاکل ... والعطش۔ العذاب کل ما شق علی الانسان ومنعه عن مراده۔ صفحہ ۲۳۱ تقریباً یہی معنے قاموس صفحہ ۹۵ و صراح صفحہ ۲۴ پر لکھے ہیں۔

لفظ عذاب کے متعلق ہم نے واضح طور سے ثابت کر دیا ہے کہ اس کے معنے اور مفہوم کو موت پر منحصر کر دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے اس میں ہم نے قرآن شریف۔ حدیث تفاسیر۔ لغت وغیرہ کی شہادتوں سے عذاب کے مفہوم کو مفصل تحریر کر دیا ہے۔

اب مرزا صاحب کا یہ قول۔ کہ صرف عذاب کا لفظ ہی ہوتا تب بھی وہ موت پر ہی دلالت کرتا تھا (تریاق القلوب صفحہ ۲۷۱) بالکل غلط اور خلاف حقیقت ہے۔ ہاں ایک بات مرزا صاحب نے اور پیش کی ہے اگرچہ وہ قابل توجہ نہیں مگر تو بھی ہم اس کی کچھ پڑتال کرتے ہیں۔

آپ تریاق القلوب صفحہ ۲۷۱ پر رقمطراز ہیں کہ نوح کی قوم کو عذاب پانی کے ذریعے ہوا۔ لوط کی قوم کو پتھر برسانے سے۔ اصحاب فیل کو کنکریوں کے ذریعے

---

[۱] اب اس تمام عبارت کو تریاق القلوب صفحہ ۲۷۱ کی عبارت (کہ اگر) صرف عذاب کا لفظ ہی ہوتا تب بھی وہ موت پر دلالت کرتا تھا ملا کر پڑھیے اور نتیجہ نکالیے۔

عذاب ہوا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کو تلوار کے ذریعے وغیرہ۔

اس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر ایک تو ہماری کتاب کی ضخامت مانع ہے اور دوسرے ہمارا ان باتوں سے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ یہ اسلام کے سامنے پیش کی جا سکتی ہیں مگر پھر بھی مرزا صاحب کی حجت کو رفع کرنے کے لئے ہم اس کا جواب دیتے ہیں۔

جن عذابوں کو مرزا صاحب نے شمار کیا ہے (ہم اس سے کلیتاً اتفاق رائے نہ رکھتے ہوئے بھی) ان کو انہیں کے کہنے کے مطابق مان کر ایک جواب دینگے جو ان کی حجت کو قطع کرنے کے لئے کافی ہوگا۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضرت نوح کی قوم ڈوب گئی۔ حضرت لوط کی قوم پتھروں سے ماری گئی۔ اصحاب فیل کنکریوں سے ہلاک کئے گئے۔ حضرت موسےٰ کے مخالف ڈبا دیئے گئے ان سب کو سامنے رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک ایسے واقعات ہیں جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں کسی انسان کا کام نہیں کہ تمام دنیا کو یکدم ڈبا دے یا پتھروں کی بارش کرے وغیرہ۔

مگر مرزا صاحب نے جس واقعہ کے لئے الکو پیش کیا ہے وہ تو ایک ایسا واقعہ ہے جس کو انسان کر سکتا ہے اور وہ انسانی طاقت سے باہر نہیں ہے کسی انسان کا بذریعہ تلوار۔ چھری۔ پستول وغیرہ قتل کر دینا انسان کی طاقت سے باہر نہیں یہ تو روزمرہ کا معمول ہے جیسے ہم آگے چل کر واضح کریں گے لہذا ان اموات اور پنڈت جی کی موت میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔

ہاں اگر پنڈت جی کی موت بھی ایسے حالات میں ہوتی کہ بجلی گر جاتی۔ چھت گر جاتی۔ زلزلے میں مر جاتے۔ کشتی غرق ہو جاتی۔ کسی جانور کی کنکری مارنے سے موت ہو جاتی۔ ان کے گھر پتھر برستے یا بارش سے مکان غرق ہو جاتا

تب ہم آپکی مناسبت کو ٹھیک خیال کرتے۔ مگر یہاں تو ایک ایسا فعل ہے جو ایک انسان کی نمک حرامی اور ظلم پر دلالت کرتا ہے لہذا اس کی اور اس کی مطابقت اور مناسبت ہی کیا ہے۔

باقی رہا۔ کہ عذاب کے لفظ کو یہاں پر موت کے لئے وارد کیا گیا ہے اصطلاح زبان کے لحاظ سے وہ اس لئے ہے کہ ان مصیبتوں کو ان لوگوں نے بہت ہی بڑے دکھ، رنج اور تکلیف کا باعث سمجھا اور وہ بے بس اور حیران ہو گئے۔ اور وہ نہایت ہی اضطراب قلق اور رنج و الم کے عالم میں ہلاک ہوئے اس لئے ان پر عذاب کا لفظ وارد کیا مگر چونکہ پنڈت جی تو ویدک دھرم کی حفاظت اور اشاعت میں اپنے آپ کو قربان کرنا اپنے لئے نعمت غیر مترقبہ اور فخر سمجھتے تھے لہذا ان پر عذاب کے لفظ سے موت مراد نہیں لی جا سکتی کیونکہ وہ تو خوشی سے راہ حق پر قربان ہونے کو ہر وقت تیار رہتے جیسے کہ انہوں نے لکھا ہے۔ ؎

دریں راہ گر کشندم ور بسوزند ÷ نتابم رو زدیں وید اے قدس

کیونکہ جو شخص ایک چیز کو اپنے لئے نہایت ہی اعلٰے اور باعث عزت اور فخر سمجھتا ہے اس پر عذاب کے لفظ سے موت عاید ہی نہیں کی جا سکتی۔ باقی رہی حضرت محمد صاحب کے دشمنوں کی ہلاکت[۱]۔

[۱] ہم نہیں چاہتے کہ اس کے متعلق کچھ لکھیں کیونکہ جس حالت میں احمدی لوگ اسلام سے خارج ہیں تو حضرت محمد صاحب کے متعلق انکے سوالات کا جواب دینا ضروری نہیں مگر چونکہ یہ ایک بات درمیان آ گئی ہے اس لئے اس پر زیادہ نہ لکھکر ایک ہی سوال احمدی بھائیوں سے کر لیں گے اور وہی ہماری طرف سے جواب ہوگا محض انکے اعتراض کے دفعیہ کے لئے۔

سو اس کے متعلق ہم صرف احمدیوں سے ایک سوال کر کے آگے چلیں گے تاکہ ان کے اعتراض کا دفعیہ ہو۔ ورنہ ان کا کوئی حق نہیں کہ اس کا جواب دیا جاوے کیونکہ یہ تو خواہ مخواہ ایسی بات ہے کہ جس جھگڑے سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اس میں انہیں شامل کیا جاوے۔ یہ ایک زبردست چالاکی ہے اس لئے ہم احمدی بھائیوں کی ہی پوزیشن اس بارے میں دریافت کرنے پر اکتفا کریں گے اور وہی ہماری طرف سے جواب ہوگا۔ وہ یہ کہ

جنگ بدر۔ جنگ احد۔ و دیگر غزوات اور جنگ یمامہ۔ جنگ جمل۔ جنگ صفین جنگ کوفہ جنگ حجاج کا عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ اور ایسے ہی اور جو جنگ ہوئے ان میں جس قدر مسلمان فوت ہوئے۔ وہ بھی اس عذاب لفظ میں داخل ہیں یا نہیں اور اس عذاب کا صدور ان پر کس کی طرف سے تھا۔ پس عاقلاں را اشارہ کافی است زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

ہاں ایک بات آپ نے ایسی لکھی ہے کہ اس نے ہمیں بھی مجبور کر دیا ہے کہ ہم آپ کو سلطان القلم مان کر آپ کے آگے سر تسلیم خم کریں۔

بیشک اس میں آپ نے تمام منطقین عالم پر حجت قائم کر دی ہے اور کمال کا معارف اور نکتہ پیش کیا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں لوگ یہ عذر بھی پیش کرتے ہیں کہ جہنم میں عذاب ہوگا۔ اس میں کہاں موت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تمام جہنمی اول موت کا عذاب اٹھا کر پھر جہنم تک پہنچتے ہیں۔ موت کے بغیر جہنم میں کون گیا۔ تریاق القلوب صفحہ ۲۷۲۔ چہ خوب۔ کیوں نہ ہو۔ آپ کو تو معارف قرآنی اور امور غیبیہ خدا کی طرف سے حاصل ہیں۔ تبھی تو ایسا بے مثل جواب دیا۔ احمدی بھائیوں کو بھی اس جواب پر ناز کرنا چاہئے۔ کہ ان کا پیغمبر حجت و دلیل میں ایسا یکتا روزگار ہے کہ اس کا ثانی زمانہ نے نہ پیدا کیا اور نہ کریگا۔

کیوں حضرت بہشت میں جانیوالے اصحاب بغیر موت کے ہی چلے جاتے ہیں۔ اور کیا یہ آپ کا جواب ٹھیک اسی سوال کا جواب ہے یا کہ سوال آسماں اور جواب ریسماں کے مطابق ہے۔ حضرت سوال تو یہ تھا کہ دوزخ میں عذاب سے مراد موت نہیں ہے۔ اور آپ کا جواب کہ مر کر ہی دوزخ جاتے ہیں۔ اس لئے موت ہو گیا واہ، خوب ایمانداری ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ سرینگر میں ریل گاڑی نہیں ہے اور کوئی برذر شیخ چلی جواب دے کہ واہ صاحب جموں تک تو گاڑی پر چڑھ کر ہی جاتے ہیں تو کیا جموں تک گاڑی پر چڑھکر جانا سرینگر میں گاڑی کے وجود کا ثبوت ہو سکتا ہے جس طرح یہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح مرزا صاحب کا جواب بھی بالکل غلط اور بے حقیقت ہے۔

ہاں ایک جواب مرزا صاحب نے اور دیا ہے جو اس سے بھی مزیدار ہے وہ یہ کہ لایموت فیھا ولا یحییٰ خدا نے انہیں کو زندہ بھی نہیں کہا۔

بہت اچھا معارف قرآنی بیان کیا کہ ایک غلط بات کو ثابت کرنے کے لئے آیت کا مفہوم ہی الٹا پیش کر دیا۔ کاش! آپ تفسیر کبیر کو ہی دیکھ لیتے۔ تو لوگوں کو اس مغالطہ میں نہ ڈالتے۔ لا یموت فیستریح لا یحییٰ تنفعہ اور جلالین میں ہے حیاۃ ھنیئۃ مگر مرزا صاحب اس کو ظاہر پر محمول کرتے ہوئے حقیقی زندگی اور موت مراد لے رہے ہیں۔ خیر یہ آپکی معارف شناسی کا ادنیٰ نمونہ قرآن دانی ہے، یہاں تک ہم نے عذاب نصیب کے متعلق لکھا۔ جو مرزا صاحب کے پیش کردہ دلائل کو قلع کرنے کے لئے کافی ہے۔

(اب نفظ خوار اور اس پر مرزا صاحب کی پیشگوئیاں اور ہمارا جواب) مرزا صاحب تریاق القلوب صفحہ ۲۶۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔

اور خوار کا لفظ لغت عرب میں گوسالہ کی آواز کے لئے آتا ہے. لیکن جب انسان پر اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں تو اس موقع پر کرتے ہیں جب کہ کوئی مقتول قتل ہونے کے وقت گوسالہ کی طرح آواز نکالتا ہے.... جیسا کہ اسی لسان العرب میں.... ان معنوں کی تصدیق کے لئے ایک حدیث لکھی ہے دفی حدیث مقتل ابی بن خلف فخر یخور کما یخور الثور. یعنی جب ابی بن خلف قتل کیا گیا تو یوں آواز نکالتا تھا جیسے بیل آواز نکالتا ہے اور کبھی خوار کا لفظ عرب کی زبان میں اس تھیار کی آواز پر بولا جاتا ہے جو چلایا جاتا ہے کہ ان عرب میں ہے ؎

یخورن اذا انفزن فی ساقط الکندی
ودن کان یوماً احاخیب مخفلا (تریاق القلوب ص ۲۶۶)

یعنی ان تیروں میں سے جو چلائے جاتے ہیں اور پھر نکالے جاتے ہیں[ل] گوسالہ کی آواز کی طرح ایک آواز آتی ہے اگرچہ بارش اور تر کرنے والا دن ہو

اس میں کئی امور قابل ذکر ہیں جن کو ہم ذیل میں لکھ کر جواب دیتے ہیں۔

تریاق القلوب ص ۲۶۶ ۔

(۱) کیا خوار بلحاظ لغت عرب گوسالہ کو ہی کہتے ہیں۔

یہ بات ہرگز نہیں بلکہ خوار کے کئی معنے ہیں. کیا ہی اچھا ہوتا کہ مرزا صاحب قاموس ہی لکھتے وقت ملاحظہ کر لیتے. یا لسان العرب کے مذکورہ بالا حوالہ سے چار پانچ سطور اوپر پڑھنے کی تکلیف گوارا فرماتے. تو یہ مغالطہ

ل نہ جانے چلائے جاتے پھر نکالے جاتے کس کا ترجمہ کر لیا جب کہ انفزن کے معنے ٹنکارنے کے ہیں- یعنی ناخن پر رکھ کر تیر کو ٹنکارنا.

نہ ہونا دیکھیے قاموس ثث ۲۶۸ والخوار بالضم من صوت البقر والغنم والظباء والسہام
یعنی بقر۔ بکری۔ ہرن اور تیر کی آواز کو خوار کہتے ہیں نہ کہ صرف صوت بقر کی دیکھیے
(۲) اور حدیث ابی بن خلف میں جو تشبیہ بیل کی آواز کے ساتھ ہے وہ تو ایسے
ہی ہے جیسے اس شعر میں قلم کی آواز کو تلوار کی آواز کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس
کا مطلب یہ نہیں کہ قلم کی آواز کا ثبوت تلوار کی آواز ہے اور یہاں اس کا ذکر ہوگا
وہ اس آواز پر بھی دلالت کریگی کہ وہ عمل السیف ہے۔ ؎

اذا صال فوق الطرس وقع صریرہ
فان صلیل المشرفی له صدی

یعنے جس وقت وہ قلم کاغذ پر حملہ کرتی یعنی چلتی ہے تو اس قلم کی آواز مشرفی تلوار
کی آواز ہوتی ہے اب اس سے مراد یہ نہیں کہ قلم کی آواز کو لغت عرب میں تلوار
کی آواز کو کہتے ہیں۔

(۳) جب انسان پر لفظ خوار کا استعمال کرتے ہیں تو وہ مرتے وقت جو آواز
نکلتی ہے اسے خوار کہتے ہیں۔ افسوس کہ مرزا صاحب دیوان متنبی کو ہی دیکھ لیتے
تو یہ بے دلیل دعوے نہ کرتے ؎

ومال بها شطر ارک وعرض
واهل الرقتین لها فرار
اجفل بالفرات بنو نمیر
وزارهم الذی زاروا خوار

(ترجمہ) یعنے ممدوح لشکر کے ذریعے ارک اور عرض کی طرف مائل ہوا۔ اور رقتین
کے لوگوں کا اس کی ذمہ عت سے سامنا ہوگیا اور بنو نمیر فرات کی طرف بھاگے بھاگے
پھرتے تھے اور انکی آوازیں جو شیروں کے دہاڑنے کی مانند تھیں وہ بیل کی

لسان العرب ج ۱۹ ص ۱۲۲ والخوار من اصوات البقر والغنم والظباء والسہام

آواز کی طرح ہوگئیں یعنی ان کی متکبرانہ آواز بہ ذیل وپست ہوگئیں. یہاں پر خوار کا لفظ انسانوں کیلیئے ہے مگر مرنے کی آواز پر دلالت نہیں کرتا. اسکے علاوہ حریری میں تین جگہ لفظ خوار آیا ہے اور تینوں جگہ ہی مراد ذلت ہے (آتشتر نا الخور مقامات حریری دیمری صفحہ) اس کے معنے حاشیہ میں بالتحریک ضعف لکھے ہیں. وفدار الحدث منہ الفرائصیہ للخور رند صفحہ ۳۲۳. انکے بغل کے نیچے کا گوشت بسبب ضعف کے کانپنے لگا. (زملک السن وتہ کما ان الخور، صفحہ ۲۷۶) یہاں پر بھی خور کے معنے الضعف و الجبن ہی لکھے ہیں. اب مرزا صاحب کے اس دعوے کو آپ دیکھ لیں کہ خوار مرتے وقت انسان کی آواز کو کہتے ہیں. کہاں تک درست ہے

ابی بن خلف والی حدیث کے متعلق ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ایسے محاورات اکثر اہل زبان استعمال کرتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ قاعدہ کلیہ ہو جاتا ہے (۴) مگر یہاں پر تو یہ بات وارد ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ از روئے علم معانی کے حدیث میں خرخور کا تعلق ابی بن خلف کے ساتھ ہے مگر عجل جسد لہ خوار میں اسکا اطلاق پنڈت جی پر نہیں بلکہ عجل پر ہے کیونکہ مرزا صاحب مرحوم نے . . . عجل جسد لہ خوار کو اپنا الہام گھڑ لیا ہے اب جو بھی حکم لگیگا وہ عجل پر لگیگا نہ کہ پنڈت لیکھرام جی پر جیسے

لدی اسد شاکی السلاح مقذف

لہ لبد اظفارہ لم تقلم مختصر معانی صفحہ

یعنی کامل ہتھیاروں والا شیر جو لڑائیوں میں پھینکا گیا ہے واسطے اس کے گردن پر تہ بتہ بال ہیں اور ناخن اس کے نہیں کاٹے گئے۔

یہاں پر رجل شجاع کو اسد قرار دیکر اس پر اسد کے لوازمات بال اور ناخن ثابت کئے اسی طرح پر عجل جسد لہ خوار میں پنڈت جی کو عجل بنا کر خوار

اس مجمل پر ثابت کیا جیساکہ اوپر کے حوالہ سے ثابت ہے اور ابی بن خلف والی حدیث میں تو تشبیہ ابی بن خلف کے ساتھ براہ راست دی ہے نہ کہ بطور استعارہ مشبہ بہ کے اوصاف کو مشبہ پر وارد کیا ہے۔

اس لیئے یہ ابی بن خلف والی حدیث کا استدلال اس الہام کے ساتھ کرنا۔ یا علم معانی کی عدم واقفیت ہے یا اپنی مطلب براری کے لیئے مغالطہ دہی ہے۔ اوپر کے حوالجات سے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ خوار کا لفظ انسانوں کے لئے بولا گیا۔ مگر اس سے مرنے کے وقت کی آواز مراد نہیں۔ بلکہ ضعف اور ذلت ہے۔ اور نیز ابی بن خلف والی حدیث از روئے علم معانی پنڈت جی والے استعارہ کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی۔ ا

(۵) مرزا صاحب نے یخرّ ن اذا انفرن کے عجیب وغریب معنے لکھے ہیں۔ جو تریاق القلوب کے صفحہ ۲۶۷ پر درج ہیں۔ آپ لکھتے ہیں

یعنی ان تیروں میں سے جو چلائے جاتے ہیں۔ اور پھر نکالے جاتے ہیں گوسالہ کی آواز کی طرح ایک آواز آتی ہے

نہ جانے مرزا صاحب نے۔ چلائے جاتے ہیں۔ اور پھر نکالے جاتے ہیں۔ گوسالہ کی آواز کی طرح وغیرہ یہ کہاں سے نکال لیا۔

واضح ہو کہ مصنف لسان العرب نے پہلے خوار کے معنی بیان کیئے اصوات البقر والغنم والظباء والسہام پھر ان کی مثالیں بیان کیں۔ مگر مرزا صاحب نے یہ خیال نہ کرکے لکھ دیا۔ کہ کبھی خوار کا لفظ ہتھیار کی آواز پر بولا جاتا ہے لیکن جب صوت السہام خوار کے معنوں میں داخل ہے تو پھر کبھی کا مطلب کیا۔ جب بھی تیر چلیگا۔ اسکی آواز کو اسپر محمول کریں گے۔ نیز یہاں پر مرزا صاحب نے تیر کی آواز سے انحراف کرکے ہتھیار کی آواز لکھدیا۔ اور کوئی مثال پیش

نہیں کی کہ تلوار کی آواز کو بھی کبھی خوار پر استدلال کیا گیا ہے۔ لہٰذا دعوے بے دلیل ہے۔ اس لئے جواب کی ضرورت نہیں۔

(۱۶) نیز شعر میں الفزن آیا ہے۔ اس کے معنی ہی غالباً مرزا صاحب" چلائے جاتے ہیں" یا پھر" نکالے جاتے ہیں" کرتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ الفزن کے یہ معنے ہرگز نہیں۔ دیکھئے قاموس صفحہ ۹۸ ربع ثانی

یعنی تیر کا ناخن پر گھمانا تاکہ ظاہر ہو جاوے اس کا ٹیڑھا پن اس کی استقامت سے" اور یہی معنی صراح صفحہ ۱۳۱ ۲ اور المنجد ایڈیشن اول صفحہ ۶۲۲ میں لکھے ہیں" اب اس لحاظ سے شعر کے معنے یہ ہوں گے۔ "کہ وہ تیر آواز کرتے ہیں جب کہ وہ چلانے کے وقت گھمائے جاتے ہیں "ابر و باد کے دن" (بوندوں کے گرنے کے دن) گو کہ وہ دن متواتر بارش اور تربتر کرنے والا ہو" (اب نہ جانے مرزا صاحب نکالے جاتے ہیں، اور خنگل تن وغیرہ کہاں سے گھسیٹ لائے) جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ مصنف نے تیر کی آواز کو بھی خوار کے معنوں میں داخل کیا۔ اور اس شعر میں حسب معمول مثال بیان کر دی۔ جس سے زبان عرب کا محاورہ "تیر (لہ) کی آواز کے لئے بیان کرنا مقصود تھا۔ اور اگلے شعر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر بھی ہرنیوں پہ لگایا ہے۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں۔

خوذل المطافیل الملمعة الشوی ... واطلاءھا صادفن مبقلا

ان بچہ دار ہرنیوں کی آواز کی طرح جن کے اعضاء چمک رہے ہیں اور وہ کسی سبز مقام پر اپنے بچوں کی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی ہیں وغیرہ عجل جسد اللہ خوار لہ نصب و عذاب کے متعلق جس قدر غلط استدلال مرزا صاحب

سلہ - طفیل - طفل آہوئے یا بچہ ناقہ باکرہ نوزادہ - صراح صفحہ ۵۰۹۴

نے تحریر کئے تھے ان کا جواب ہم لکھ چکے ہیں اور ثابت کر چکے ہیں کہ وہ پنڈت جی کی شہادت کے بعد ہی مرزا صاحب کو سوجھے تاکہ کسی طرح توڑ مروڑ کر اپنی کرامات کا ڈھونگ جعلی الہام (فرضی الہام) سے نکالا جاوے۔

(۱۳) کیا یہ عذاب معمولی تکلیفوں سے نرالا خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہے۔؟

کیا چھ سال کے عرصہ میں کسی انسان کا قتل انسانی طاقتوں سے محال اور بالاتر ہے۔ اور انسان اس فعل سے عاجز ہے؟ اور کیا اس فعل کو خدا کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے؟

اس پر اول مرزا صاحب کا بیان سنیئے:۔

اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں (آئینہ کمالات خاتمہ پر نمبر ۵ کا صفحہ ۳)، کچھ تھوڑے سے اختلاف کیساتھ یہی عبارت تریاق القلوب صفحہ ۲۶۵، سراج منیر صفحہ ۱۳، تبلیغ رسالت ۳/۳ استفتا صفحہ ۱۰ البشریٰ صفحہ ۲۹، نزول صفحہ ۱۶۸ میں مرقوم ہے۔

(۱) اب ہم سب سے پہلے اس بات پر لکھیں گے۔ کہ کیا قتل انسان انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ جب نشان کی تعریف[1] یہ ہے کہ وہ انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو تو پھر اس کو سمجھنا ضروری ہوا کہ کیا قتل انسان انسانی طاقت سے بالاتر ہے اور وہ بھی چھ سال کی لمبی میعاد میں؟ اگرچہ اس زمانہ میں اس موضوع پر

[1] جبکہ نشان کہتے ہی اس کو ہیں۔ جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ ۹۸ و ۱۲۹۔ نیز دیکھئے کلیات آریہ مسافر صفحہ ۱۲ الہام خط مرزا صاحب ۲۹ جولائی ۱۸۸۵ء

چنداں ہکنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ مگر چونکہ یہ دنیا رنگا رنگ کے انسانوں سے بھری ہوئی ہے اس لئے کچھ خاص شخصیتیں ایسی بھی ہیں جنہوں نے اپنی عقلوں کو کسی خاص انسان کے اعتقاد پر موقوف کر کے حق و باطل میں تمیز کرنے والے مادہ اور فطرتی طاقت کو قطعی زائل کر دیا ہے۔ لہذا ضرورت ہوئی کہ ان کے سمجھانے کے لئے اس مضمون پر بھی کچھ تحریر کیا جائے۔

یہ بات مسلم ہے کہ کسی زمانہ میں بھی قتل کو کسی شخص کسی قوم اور کسی گورنمنٹ نے انسانی طاقتوں سے بالاتر قرار نہیں دیا اور اسی لئے قتل انسان پر قاتلوں کیلئے مختلف سزائیں تجویز کر کے کتب قوانین میں ان کا اندراج کیا۔ اور خصوصاً اس زمانہ میں جس کے اندر کہ ہم روزمرہ ایسے واقعات کا کثرت سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ پنجاب سشن کورٹ کی عدالتیں اس کے لئے بدیہی ثبوت ہیں۔

پنجاب میں عرصہ بیس[۲] سال سے مختلف مقامات پر ساہوکاروں کے لگاتار خفیہ قتل، کاشتکاروں کا معمولی معمولی باتوں پر باہم تنازعہ، جائداد کے جھگڑوں میں آئے دن کے خون ناحق علی الاعلان اس بات کے لئے شواہد ہیں۔ کہ قتل انسان انسانی طاقتوں سے بالاتر نہیں۔ اور یہ حضرت انسان کی کارستانیوں اور غلط جذبہ ہی کا نتیجہ ہے۔

بلکہ ان سے بھی بڑھ کر جو لوگ مذہبی دیوانگی کے سبب مشتعل ہو کر ہوش و حواس کو جواب دیدیتے ہیں وہ ایسے قتلوں کو نہ صرف معمولی بات بلکہ اپنے لئے اسے ذریعہ نجات تصوّر کرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے آدمی بھی ان کو غازی اور شہید اللہ عاشق رسول وغیرہ اسماء سے موسوم کرتے ہیں:۔

(۱) اسکے لئے دیکھئے اخبار زمیندار ۲۴ مارچ ۱۹۳۵ء و ۲۶ مارچ عبدالقیوم کے متعلق اور محمد علی قاتل مولوی محمد حسین کی بہشتی مقبرہ میں تدفین اس کے لئے بدیہی ثبوت ہے۔

شری سوامی شردھانند جی[1]۔ پنڈت تلسی رام جی مہاشہ رام چندر جی۔ مہاشہ راجپال جی شریمان نتھو رام جی۔ لالہ بالے شاہ جی۔ مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ شہیدوں کے واقعات اس بات کا زبردست ثبوت ہیں کہ قتل انسان انسانی طاقتوں سے بالاتر نہیں اور نیز ان کا بیان اس بات کا شاہد ہے کہ انہوں نے کن حالات سے متاثر ہو کر ایسے قتلوں کا ارتکاب کیا۔ اور خصوصاً مہاراج نتھو رام کی شہادت جو ابھی کراچی کورٹ میں ایک مذہبی دیوانے کے ہاتھ سے ہوئی وہ ایسے مدعیانِ الہامات کے منصوبوں کو شکست از بام کرنے کے لئے کافی ہے۔ علاوہ ازیں مالابار کوہاٹ۔ سہارن پور۔ کان پور۔ لکھنؤ۔ آگرہ۔ ملتان۔ کرتارپور کے دل ہلا دینے والے واقعات اور ہزاروں بیگناہوں کی خونریزی ہمارے دعوے کے لئے کافی اور زبردست ثبوت ہیں تو پھر ایسے زبردست واقعات اور بین ثبوت ہونے پر بھی کوئی ایسے قتلوں کے لئے الہام کا ڈھنڈورا پیٹتا جائے تو سوائے ضد تعصب اور خلق خدا کو گمراہ کرنے کے اور کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ایسے لوگوں سے عوام کو بچانا جو اپنی عظمت اور دوکانداری چلانے کے لئے ایسا گمراہ کن پروپیگنڈا کر کے انسانوں کی غلط رہنمائی کرتے ہیں ہر ایک بندۂ خدا کا فرض اولین ہے۔

اب اس کے آگے قرآن شریف اور مرزا صاحب کے اپنے اقوال اور دیگر تواریخی و یعنی شہادتوں کی بنا پر یہ ثابت کیا جاوے گا۔ کہ قتل انسان انسانی طاقتوں

---

[1] سوامی شردھانند بیماری کی حالت میں پستول سے شہید کئے گئے۔ پنڈت تلسی رام جی فریدکوٹ کے بازار میں چھرے سے۔ رام چندر جی علاقہ جموں میں شدھی کے سلسلہ میں ضرب چوب سے۔ راجپال جی اپنی دوکان انارکلی لاہور میں۔ مہاراج نتھو رام جی ہائی کورٹ کراچی اور بالا شاہ قصبہ قصور میں برلب سڑک شہید کئے گئے اور مولوی محمد حسین ایک احمدی کے ہاتھ سے جو سڑک بٹالہ سے گورداسپور کو جاتی ہے موٹر میں شہید کئے گئے۔

سے بالاتر نہیں قرآن شریف پارہ اول رکوع ۷ - ذٰلک بانہم کانوا یکفرون بآیٰت اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق - یہ اس واسطے کہ وہ لوگ خدا کی نشانیوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق مار ڈالتے تھے - علاوہ ازیں پارہ اول رکوع ۱۱ - پارہ ۴ رکوع ۴ - پارہ ۵ - ۶ - رکوع ۲ سے بھی انبیاء کو ناحق قتل کرنا ثابت ہے اور ساتھ ہی مرزا صاحب کے اس دعوی کا بطلان بھی ہے جو اونہوں نے بار بار پنڈت جی کے لئے لکھا ہے کہ جھوٹا تھا اس لئے مر گیا - کیونکہ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ خدا کے فرستادہ جو دین حق کی اشاعت کے لئے آئے تھے وہ کفار کے منصوبوں کا شکار ہو گئے - جھوٹے نہیں تھے - اس لئے قرآن شریف نیک آدمیوں کے قتل کو حاسدوں اور ظالموں کی طاقت سے بالاتر نہیں سمجھتا - اور عوام بھی ایسی ہی دالوں اور اصول کے پابند ہیں - ۵

تمہاری بغض و کینہ سے ہیں کیونکر نہ خوف آئے :: مثل مشہور ہے صاحب بڑے سے سب ہی ڈرتے ہیں

مرزا صاحب خود بھی قتل انسان کو انسانی طاقتوں سے بالاتر نہیں مانتے -

اسلام اس قوم کے بدمعاشوں کا ذمہ دار نہیں جو محض ایک ایک روپے کی لالچ پر بچوں کا خون کر دیتے ہیں - ایسی وارداتیں اکثر نفسانی اغراض سے ہوا کرتی ہیں - تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۵۱ -

ہاں یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک بدمعاش ڈاکو[۱] کے ساتھ اور چند بدمعاش جمع ہوں اور ایسے کام خفیہ طور پر کریں - سراج منیر صفحہ ۲۶ -

---

[۱] ایک بدمعاش ڈاکو ہوتے ہیں وہ دولت لینے کی غرض سے خونریزی کرتے ہیں اور ایک مذہبی ڈاکو ہوتے ہیں وہ اپنی بے بسی کو دور کرنے اور اپنے دلی ارمان نکالنے کے لئے بے گناہوں کا خون بہاتے ہیں ::

پھر جس حالت میں قدیم سے جاہلوں کی یہی عادت چلی آئی ہے کہ جب وہ معقول
باتوں سے ملزم اور لاجواب ہو جاتے ہیں تو آخر انہیں بھی تدبیر سوجھتی ہے
کہ اس شخص کو ہر قسم کا دکھ اور تکلیف پہونچائیں۔ یا اس کی زندگی کا ہی خاتمہ
کر دیں۔ شحنہ حق صفحہ ا۔

حضرت یحییٰ کے قتل کا اقرار مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ ۹ پر کیا ہے
اس کے علاوہ مرزا صاحب نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے پولیس طلب کی
(جیسا کہ) کہتے ہیں کہ ہندو قادیان والے کو قتل کرائیں گے۔... یہ بات نہایت
ضروری ہے کہ اس وقت گورنمنٹ عالیہ سرکاری انتظام کی نسبت سے جس
قدر ضروری سمجھے چند سپاہی مسلمانوں میں سے قادیان میں اس وقت تک تعین
کرے جس وقت تک آریہ صاحبوں کی آنکھیں نیلی پیلی معلوم ہوتی ہیں تبلیغ رسالت
جلد ششم صفحہ ۶۷۔ مذکورہ بالا حوالجات سے صاف طور پر ثابت ہے۔ کہ مرزا
صاحب قتل کو انسانی ہاتھوں سے بالاتر نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ یہ کام شریر[۱] خود
غرض۔ بدمعاش۔ ڈاکو۔ جاہل۔ لالچی آدمی کا سمجھتے ہیں (مگر نہ جانے کس غرض
سے مرزا صاحب نے مذہبی دیوانہ۔ حاسد اور سچا مرید اس جماعت میں لکھنا نظر انداز
کر دیا) میں تو اس قادیانی رسول کی رنگین نگاری سے حیران رہ جاتا ہوں جبکہ
ایک طرف یہ لکھا ہوا دیکھتا ہوں کہ فلاں تاریخ اور فلاں وقت چھری مار کر کسی
آدمی نے پنڈت جی کو شہید کر دیا اور دوسری طرف یہ کہے جاتے ہیں کہ نشان
انسانی ہاتھ سے بالاتر ہوتا ہے۔ ایسے ظاہر واقعہ پر جبکہ ایک شریر بد باطن شدہ
ہونے کے بہانہ سے آیا اور وہ چھری مار کر فرار ہو گیا۔ پھر بھی زبان حال سے گوہر
افشانی کرتے چلے جانا کہ انسانی طاقت سے بالاتر ہے یہ قادیانی سرزمین کے نبی

[۱] یہ سب کچھ مرزا جی نے لکھا مگر مذہبی دیوانہ۔ حاسد۔ سچا مرید لکھنا نظر انداز کر دیا۔

ہی کے کرشمے ہیں۔ حالانکہ اس کے علاوہ اور بھی سینکڑوں مثالیں روزانہ ہمارے مشاہدات میں آ رہی ہیں۔ اور جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ایک مکار انسان چھری کا وار کر کے بھاگ گیا نہ چھت گری نہ بجلی پڑی نہ پانی میں غرق ہوئے نہ پتھر پڑے وغیرہ تو پھر یہ کہنا کہ انسانی طاقت سے بالاتر تھا کس قدر تعجب خیز ہے مجھے یاد ہے۔ عرصہ ہوا کہ پنجاب میں ڈاکہ زنی کا بڑا زور تھا اور سندر سنگھ وغیرہ مشہور ڈاکوؤں کی طرف سے خطوط موصول ہوتے تھے۔ کہ فلاں تاریخ تک تم کو لوٹ لیا جائیگا اور آج کل بھی کئی مقامات پر دیسی چٹھیاں آتی ہیں کہ اس قدر روپیہ دیدو ورنہ لوٹ لیئے جاؤ گے اس طرح چٹھیاں آنا تو بڑا پرانا رواج ہے۔ دیہات میں تو عموماً قتل علانیہ کہہ کر ہوتے ہیں۔ سرحدی پٹھان قتل انسان کی کوئی حیثیت ہی نہیں سمجھتے۔ جس کے لیئے آپ کو بھی از راہ انہی مخفی خواہشوں[ف۱] کی وجہ سے جو اکثر مولویوں کے دلوں میں ہیں۔ آئے دن سرحد میں بے گناہ لوگوں کے خون ہوتے ہیں۔ یہ خون کس گروہ کی گردن پر ہیں بیٹھ ہر کہ کہوں گا کہ انہی مولویوں کی گردن پر۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۹۔

کیا پنڈت لیکھرام جی کے خونِ ناحق کی ذمہ داری محض اس کے قاتل پر ہی منحصر ہے کیونکہ آپ تو کہتے ہیں کہ اسلام قوم کے بد معاشوں کا ذمہ دار نہیں۔ اور کیا کسی بد معاش سے بغیر کسی تحریک کے ایسا فعل سرزد ہونا ممکن ہے اور اس کو اس قدر جرأت بذات خود ہو سکتی ہے (یہ امر محال ہے)

اس پر مرزا صاحب کے چیلے چانٹے کہتے ہیں۔ کہ قتل انسان انسانی طاقت سے بالاتر نہیں مگر یہ جو کہا گیا کہ چھ سال میں موت ہو جائیگی یہ بات انسانی

ف۱۔ پس اس کے مطابق شہید اکبر بھی کسی کی محض خواہشات کا شکار ہو گئے۔ دیکھئے ازالہ اوہام تتمہ دتو ہمارا اشکار ہیں صفحہ ۱۶ -

طاقت سے بالاتر ہے۔ اس کا جواب ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ رہزن اور دیگر لوگ پکڑ کر لوگوں کو لوٹتے اور مارتے ہیں۔ اگر زیادہ اس قسم کے واقعات دیکھنے کا شوق ہو تو عدالت فوجداری یا سشن کورٹ میں تشریف لیجائیے تاکہ آپ کو علم ہو سکے کہ کس کثرت سے ایسے واقعات روزانہ ہوتے ہیں۔ مگر ان کے علاوہ ہم کچھ واقعات آگے لکھتے ہیں کہ جن سے کسی کو بھی اور نیز مرزا صاحب اور اس کے مریدوں کو بھی انکار نہیں ہو گا۔ اور اس غلط اعتراض کا دفعیہ بھی ہو جائیگا اور وہ واقعہ حضرت عمرؓ کی شہادت ہے۔ جس کا ذکر متعدد کتب میں آتا ہے اور وہ یوں ہے:۔ کہ مغیرہ بن شعبہ کوفہ پر حاکم تھا۔ اس نے ایک شخص جس کا نام ابو لولوہ تھا اور وہ لوہار۔ بڑھئی و نقاشی وغیرہ کا کام کرتا تھا۔ اس پر مغیرہ نے سو درہم ماہوار ٹیکس لگائی ہوئی تھی۔ حضرت عمر کسی نوجوان لڑکے کو مدینہ میں داخل ہونے کا اذن نہیں دیتے تھے۔ مگر وہ اجازت لیکر مدینہ میں داخل ہوا اور حضرت عمر کے پاس زیادتی ٹیکس کی شکایت کی۔ پس کہا عمر نے تیرا خراج زیادہ نہیں ہے پس وہ اس سے سخت ناراض ہوا۔ تاریخ الخلفاء عربی صفحہ ۹۴ و ۹۵۔ پھر حضرت عمر نے اس سے یہ الفاظ کہے

فقال الم اخبر انک تقول لو اشاء لصنعت رحی تطحن بالریح فالتفت الی عمر عابسا و قال لاصنعن لک رحی یتحدث الناس بھا فلما ولی قال عمر لاصحابہ۔ اوعدنی[۱] العبد آنفا۔ ثم اشتمل ابو لولوہ علی خنجر ذی راسین نصابہ فی وسطہ فکمن بزاویۃ من زوایا المسجد فی الغلس فلم یزل ھناک حتی خرج عمر یوقظ الناس للصلواۃ فلما دنا منہ طعنہ ثلاث طعنات

[۱] اوعد کے معنی قتل کی دہمکی دے گیا ہے دیکھئے اردو ترجمہ تاریخ الخلفا مولوی محمد خلیل الرحمن صاحب صدیقی پریس لاہور سنہ ۱۹۲۳ء

تاریخ الخلفا مصنفہ علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۹۵-

پس کہا حضرت عمر نے کہ تو کہتا تھا کہ اگر میں چاہوں تو ہوا کے ساتھ چلکر آٹا پیسنے والی چکی بنا سکتا ہوں۔ پس وہ نہایت ہی ترش روئی کے ساتھ حضرت عمر کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ ضرور میں تیرے لئے ایسی چکی بناؤں گا کہ تمام لوگ اس کا چرچا کیا کریں گے۔ یہ کہہ کر جب ابولولوہ لوٹ گیا تو حضرت عمر نے اپنے اصحاب کے واسطے کہا۔ کہ مجھے یہ غلام ابھی قتل کی دہمکی دے گیا ہے۔ پھر ابولولوہ نے ایک چھری بنائی جس کا دستہ وسط میں تھا اور دونوں سروں کی طرف دھار رکھی۔ پس وہ اندھیرے میں مسجد کے گوشہ میں پوشیدہ ہو رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر لوگوں کو نماز کے واسطے جگاتے تھے۔ پس جب حضرت عمر اس ابولولوہ کے قریب آئے۔ تو اس نے تین ضربات لگائیں" دوسری روایت ہے۔ واتخذ خنجراً وشحذہ وسمّہ وضربہ فی کتفہ وخاصرتہ فسقط عمر فطعن ثلاثۃ عشر رجلاً معہ فمات منہم ستۃ" صفحہ مذکورہ" اور پکڑا اس نے چھری کو تیز کیا اس کو اور زہر آلود کیا اس کو اور مارا اس نے حضرت عمر کے کندھے اور پہلوؤں میں پس گر گئے حضرت عمر اور ۱۳ آدمی اس نے اور مضروب کئے۔ جن میں سے چھ مر گئے"

کیا اب بھی کسی کو شبہ رہ جاوے گا کہ پہلے بتایا نہیں گیا تھا جبکہ حضرت عمر کا صاف اقرار موجود ہے کہ یہ غلام مجھے قتل کی دہمکی دے گیا ہے۔ اس جگہ پر جہاں اس سوال کا جواب ہے کہ ابولولوہ نے اشارۃً قتل کے لئے دہمکی دی اور حضرت عمر نے نہ صرف اس کو سمجھ لیا بلکہ اپنے دوستوں کو بھی کہہ دیا کہ یہ قتل کی دھمکی دے گیا ہے تو یہ پہلے بتا کر قتل ہوا جیسے مرزا صاحب نے چھ سال کی میعاد رکھی تھی۔ اور دوسرا حضرت عمر کا ایک زبردست خلیفہ ہونا۔ فوج ہونا۔ رعب اور زبردست دبدبہ ہونا اور پھر سارے شہر میں اسلام کے سوا اور کسی غیر مذہب کے آدمی کا نہ ہونا وغیرہ یہ

ب طاقتیں ایک غضب سے بھڑکے ہوئے انسان کے ارادے کو حضرت عمر جیسے زبردست
آدمی کے قتل سے نہ روک سکیں۔ تو پھر مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ آریوں کو چاہیئے
کہ وہ سب ملکر اس عذاب کو روکنے کے لیئے دعا کریں۔ کیا وقعت رکھتا ہے جب کہ
بمقابلہ اس کے پنڈت لیکھرام جی کے پاس کوئی بھی طاقت موجود نہیں تھی۔ مگر ان طاقتوں
کے باوجود حضرت عمر کے پاس ایک اور طاقت بھی تھی جس کو مرزا صاحب نے
بیان کیا ہے۔

یعنی عمر رضی اللہ عنہ کو بھی الہام ہوتا تھا۔ ضرورۃ امام صفحہ ۲۔

یہ طاقت الہام ہونیوالی بھی حضرت عمر کو نہ بچا سکی۔ تو اس کے مقابلہ پر پنڈت
جی کے پاس کون سی طاقت تھی کہ وہ اس ظالم خونخوار سے بچ جاتے۔

جب ابولولوہ حضرت عمر کو دھمکی دیکر چلا گیا تو اس کے بعد کعب بن احبار حضرت
عمر کے پاس آئے اور کہا:۔

فقال یا امیر المومنین اعہد فانک میت فی ثلاثۃ ایام۔ پس کہا اس
نے یا امیر المومنین میں عہد کرتا ہوں کہ تو تین دن میں فوت ہو جائے گا۔
پھر اگلے دن وہ آیا اور کہا۔ ذھب یوم وبقی یومان۔ یعنی ایک دن
گذر گیا اور دو دن رہ گئے۔ اور پھر اگلے دن آیا اور اس نے کہا۔
قد ذھب یومان وبقی یوم ولیلۃ۔ تحقیق دو دن گذر گئے اور
ایک دن اور رات باقی رہ گئی۔ سو جب تیسرے دن کی صبح ہوئی تو ابولولوہ
نے نماز وقت جبکہ صف آرائی کر کے سیدھے کھڑے ہی ہوتے تھے۔ حضرت عمر
کو قتل کر دیا۔ تاریخ الامم الاسلامیہ الجزالثانی علامہ خضری صفحہ ۲۲۔

یہ ہے صریح پیشگوئی۔ اب مرزا صاحب تو موجود نہیں بہشتی مقبرہ میں
ہیں۔ احمدی بھائی ہی دیکھ لیں کہ ان کی بات کس قدر دندان شکن

جواب علامہ خضری نے دیا ہے۔ اور حضرت عمرؓ جیسی شان و شوکت رکھنے اور ملہم ہونے کے باوجود بھی اس قتل کو نہ روک سکے۔ تو پنڈت لیکھرام جی کے متعلق یہ مطالبہ کس قدر لغو اور فضول ہوگا۔

دوسرا واقعہ

اس زبردست ہستی کے متعلق ہے۔ کہ جس کی بہادری شہرہ آفاق ہے۔ اور جسکی تلوار کی دھاک اُس وقت عرب میں ہی نہیں اور کئی ممالک میں جم گئی تھی۔ اسی طرح وہ بھی ایک بدبخت اور نابہنجار کے ہاتھ سے ایک خفیہ سازش کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ اور وہ خفیہ سازش ایک شرط کو پورا کرنے کے لئے کی گئی تھی۔ میری مراد اس وقت حضرت علیؓ سے ہے۔ ان کی نسبت بھی کئی دیر پہلے یعلی الاعلان مقرر ہو چکا تھا۔ کہ ان کا قتل کیا جائے گا۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ خلفاء میں لکھا ہے۔

وفی المستدرک عن السدی قال کان عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی عشق امرأة من خوارج۔ یقال لها قطام فنکحها و اصدقها ثلثة آلاف درهم و قتل علی۔ صفحہ ۱۲۳۔

مستدرک میں سدی سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی خوارج میں سے کسی عورت پر عاشق ہو گیا تھا۔ اس کا نام قطام تھا۔ پس نکاح کیا اس عبدالرحمٰن نے قطام کیساتھ اور اس کا مہر تین ہزار درہم اور حضرت علی کا قتل مقرر کیا۔ عرب کے مشہور شاعر فرزدق نے اسبات کو اشعار ذیل میں اس طرح ادا کیا ہے

فلم ار مہراً ساقہ ذو سماحۃ ‌ ‌ کمہر قطام بین غیر معجم
ثلثۃ آلاف و عبد و قینۃ ‌ ‌ و ضرب علی بالحسام المصمم
فلا مہر اغلی من علی و ان غلا ‌ ‌ ولا فتک الا دون فتک ابن ملجم

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۳)

یعنی کسی جوانمرد نے ایسا مہر برداشت نہ کیا ہوگا جیسا کہ قطام کا مقید اور مقررہ مہر تھا یعنی تین ہزار درہم ایک غلام اور ایک گانے والی لونڈی اور حضرت علی کے سر کو شمشیر بُرّاں سے اڑا دینا۔ پس نہیں کوئی گراں مہر علی سے اگرچہ کیسا ہی گراں ہو اور ابن ملجم کے ناگاہ قتل سے بڑھ کر کوئی قتل نہیں ہے۔

اب مقام غور ہے۔ کہ حضرت علی جیسا بہادر جس کے قتل کے لئے مہر باندھا گیا تھا۔ اور یہ بات یہاں تک مشہور ہوئی کہ شاعروں نے قصائد بنائے اور حضرت علی کی شہادت سے کئی برس پہلے یہ مشہور ہو چکا تھا کہ ایسا مہر قطام کا بندھا ہے۔ تو پھر حضرت علی جیسا زبردست آدمی ان کے ہاتھوں سے نہ بچ سکا تو بیکبر امرجی کی حیثیت صرف ایک دکاندار کی یا ایک کی تھی وہ کیسے بچ سکتے تھے۔

حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے واقعات جن کو ہم نے اوپر لکھا ہے۔ اس کو پڑھ کر ہر ایک طالب حق سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے جسقدر ثبوت اپنے دعویٰ میں پیش کئے ہیں۔ ان سب کی تردید ان سے اچھی طرح ہو جاتی ہے اور نیز وہ ان خفیہ قاتلوں کے ہاتھوں سے اتنی زبردست شان و شوکت حکومت اور جاہ و جلال رکھنے کے بھی نہ بچ سکے اس حال میں کہ ان کے قتل کے لیے پہلے کہہ دیا گیا تھا۔

اب فرقہ باطنیہ کے خفیہ قتلوں کے حالات دیکھئے۔ جن کے کچھ نمونے نیچے لکھتا ہوں۔ تاریخدان اصحاب سے پوشیدہ نہیں۔ کہ اس فرقہ باطنیہ کے فدائی لوگ اپنے مرشد حسن بن صباح کے حکم سے مختلف وضعوں اور لباسوں میں رہتے ہوئے بڑے بڑے حکام اور بادشاہوں تک کے قتل میں رسائی حاصل کر لیتے تھے جیسا کہ لکھا ہے:-

زیادہ خطرناک تیسرا گروہ فدائیوں کا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو حسن کے حکم کی بلاعذر و بلاحجت آنکھیں بند کر کے تعمیل کرتے تھے۔ اور یہی وہ لوگ تھے جن کے

ہاتھ سے یہ خونخوار کام اجرا پاتا تھا یہ جس کے قتل کا اشارہ ہوتا۔ مختلف اوضاع و لباسوں میں جاتے رسائی پیدا کر کے اُن سے ملتے۔ اس کے معتمد علیہ[۵۱] بنتے اور موقعہ پاتے ہی ان کا کام تمام کر دیتے۔ دیکھئے حسن بن صباح مصنفہ مولوی عبدالحلیم شرر صفحہ ۱۴۱۔

اس عہد میں آٹھواں فاطمی خلیفہ مصر بھی فدائیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ابو سعید ہروی دولت شاہ فرمانروائے اصفہان۔ آق سنقر حاکم مراغہ۔ ابو القاسم حسن مفتی قزوین۔ خلیفہ بغداد راشد باللہ بھی انہی فدائیوں کے ہاتھ سے لقمۂ اجل ہوئے۔ حسن بن صباح صفحہ ۲۴۔ آگے لکھا ہے:۔

کہ اس امر کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا کہ ان سنگدل فدائیوں کے ہاتھ سے کتنے آدمی مارے گئے۔ یہی بتانا کافی ہے کہ انسانوں کے ہر طبقے اور ہر بند میں سے کوئی گروہ نہیں بچا تھا جس میں فدائیوں کے خنجر نے کوئی کمی نہ پیدا کر دی ہو۔ صفحہ ۲۴۔

یہاں تک ہی نہیں بلکہ امام رازی جیسے عالم اور فلسفہ کے ماہر علامہ کے پاس ایک فدائی سات ماہ تک پڑھتا رہا۔ آخر موقعہ ملنے پر چھری سے قتل کرنے کے لئے چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ امام صاحب کے التجا کرنے اور باطنیوں کے خلاف آئندہ نہ کہنے کے اقرار پر اُس کو چھوڑا۔ ورنہ بیچارا اس کا تو کام ہو ہی چکا تھا۔

انہی باطنیوں کے متعلق تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے ۴۹۴ھ میں باطنیوں کا بہت زور ہو گیا۔ بہت لوگوں کو انہوں نے قتل کر دیا۔ اور لوگوں نے

۵۱۔ اب اس کے ساتھ پنڈت جی کا واقعہ ملا کر دیکھئے۔ اس نے اپنی وضع کو شدھ ہونیوالا بنایا۔ اعتبار حاصل کیا اور موقع پا کر اپنا کام کر کے نکل گیا۔

کپڑوں کے نیچے زرہیں پہننا شروع کردیں۔ ایک باطنی نے بغداد میں شیخ اشافیہ ہمدانی صاحب البحر کو قتل کردیا۔ تاریخ الخلفاء ۲۹۷ و ۲۹۸۔ اعمال المستظہر بالبتہ کہاں تک لکھا جائے۔ دنیا کی مذہبی اور سیاسی تاریخ میں ایسے واقعات بے شمار ہیں۔ جن سے ثابت ہے۔ کہ قتل انسانی طاقتوں سے بالاتر نہیں ہے ہاں جن لوگوں کے دلوں میں حسن بن صباح اور اُس کے معتقدوں کی مانند جذبہ موجود ہے۔ وہ اس کو خدائی طاقت کہیں، یا خدائی فرمان کہیں، الہام کہیں یا نشان کہیں،، مگر جن لوگوں کو خدا نے عقل سلیم عطا کی ہے وہ خدا کو اس فعلِ شنیعہ کا فاعل نہیں کہہ سکتے۔

ابھی میں اس کتاب کو لکھتا ہوا اس مقام پہ پہنچا تھا کہ اخبار زمیندار لاہور[۵۱] کے تین پرچے ۲۵-۲۶-۲۷۔ مارچ ۱۹۳۵ء جن میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری والے مقدمہ میں مرزا بشیر الدین کی گواہی اور اس پر جرح کے حالات درج تھے ملے۔ ان میں ایک واقعہ میرے مضمون کیساتھ تعلق رکھتا ہے اس کو بجنسہٖ لکھتا ہوں۔

سوال:۔ کیا آپ مولوی محمد حسین کو جانتے ہیں؟ جو قادیان میں شہید[۵۲] ہوئے تھے"؟

جواب:۔ "میں نے اسے نہیں دیکھا!"

سوال:۔ کیا اُس کے قتل میں جو ملزم تھا۔ وہ آپ کی جماعت میں تھا؟ اور اُسے پھانسی کی سزا ہوئی تھی؟ اور کیا اُس ملزم کا نام محمد علی تھا"؟

جواب:۔ "ہاں یہ درست ہے"

۵۱۔ اس کے بعد میں نے اس تاریخ کا الفضل بھی منگوا لیا اور حالات کو برابر پایا
۵۲۔ قادیان میں شہید ہونا نہ جانے کیا کہا گیا۔ اصل واقعہ تو سر کے دو ٹکڑے ہونے کا ہے

سوال :- کیا اُسے جب پھانسی دی گئی تو آپ نے جنازہ میں شرکت کی اور اس کو کندھا دیا۔ اور مابعد اُسے بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا"؟

جواب :- ہاں میں نے جنازہ میں شرکت کی۔ کندھے کا یاد نہیں۔ اسکی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی تھی"۔ آگے سوال بہشتی مقبرہ آپ نے جواب دیا کہ وصیت کرنے والے لوگ وہاں دفن ہوتے ہیں۔ اور محمد علی کا قرضہ اس کی جائداد سے زیادہ تھا۔ اس لئے کچھ لیا نہیں گیا" اخبار زمیندار ۲۴ مارچ ۳۵

پھر دیکھئے زمیندار ۲۷ مارچ کالم ۲ صفحہ ۴۔

سوال :- کیا محمد علی کے مقدمہ کی پیروی آپ نے امیر جماعت کی حیثیت سے کی تھی؟

جواب :- مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ لوکل جماعت کے ممبروں نے اس میں حصہ لیا؟

سوال :- کیا محمد علی صوبہ سرحد ضلع پشاور کا رہنے والا تھا۔ اور اس قتل کے چند روز ہی پہلے آیا تھا"

جواب :- ہاں وہ احمدیہ کانفرنس کی مجلس شوریٰ میں شرکت کرنے کے لئے کانفرنس سے چند روز پہلے قادیان میں لوگوں کے ساتھ آیا تھا" وغیرہ

۵۱۔ اور چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بڑی بھاری بشارتیں ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیہا کل رحمۃ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان پر اتاری گئی ہے۔ الوصیۃ صفحہ ۱۸۔ (مرزا صاحب نے تو روم کے پوپوں کو بھی مات کر دیا)

۵۲۔ ہر ایک صالح جس کی کہ کوئی بھی جائداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا اگر یہ ثابت ہو کہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا ہے اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے" الوصیۃ صفحہ ۲۵۔ (احمدی بھائیو اگر یہ صالح

بقیہ ص ۱۶۳

آسمانی عذاب کی تاویل

الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۔ کالم ۲۔ مولوی محمد حسین صاحب جسکو محمد علی نے چھرا مار کر شہید کیا تھا۔ اس کے سوال کے جواب میں آپ نے کہا۔ قادیان میں مجلس شوریٰ ہوئی تھی۔ اس وقت محمد علی صاحب بھی آئے تھے۔ میں نے اس واقعہ قتل سے ۲۰۔۲۲ روز قبل پبلک میں جو کچھ کہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مباہلہ والوں پر خدا تعالیٰ کا عذاب[۵] آسمان سے آئے گا۔ وہ خدا کی گرفت میں آئیں گے۔ نہ کہ انسانی عذاب۔

اب دیکھئے اور دونوں واقعات کو ملائیے۔ پنڈت لیکھرام جی کے لئے مرزا صاحب نے آسمانی نشان دکھانے کے لئے چھ برس میں نزول عذاب کا اعلان کیا اور خلیفہ ثانی نے مباہلہ والوں کے لئے عذاب آسمانی کا حکم صادر فرمایا۔ شہید اکبر آریہ مسافر کو چار سال کے عرصہ کے بعد قتل کیا جاتا ہے اور مولوی محمد حسین کو ۲۰۔۲۲ روز بعد ایک مجلس شوریٰ احمدیہ میں شامل ہونیوالا قتل کرتا ہے اب تاویل سنیئے۔

---

[۵] دیکھئے فتنہ مستریاں مصنفہ ڈاکٹر بدر الدین صفحہ ۴۵۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمانی موت دیدی جسمانی باقی ہے وہ بھی انشاء اللہ آسمانی عذابوں کیساتھ ہوگی۔

لیکن اگر کسی سے برداشت نہ ہوسکے اور دوسرے کے جوش دلانے پر وہ ضبط نہ کرسکے تو وہ ہرگز جھوٹ نہ بولے۔ اور صاف کہدے کہ میں نے مارا ہے۔ ایسا کرنیوالا بیشک ہمارا بھائی اور اسے ہم اپنا شریک حال سمجھیں گے۔ اور اس کا اعتراف قصور بھی اسکیلئے کفارہ ہوجائیگا۔ لیکن اگر کوئی پھانسی سے ڈر کر بھی بزدلی کا اظہار کرتا ہے تو اس سے ہمارا قطعاً کوئی تعلق نہ ہوگا۔ صفحہ ۶۱۔

بقیہ حاشیہ ۱۷۲ ہے اس لئے بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوا۔ تو سراج المنیر صفحہ ۲۶ اور تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۵ کی عبارت کو ساتھ ملا کر پڑھیئے "

مولوی محمد حسین کا قاتل گرفتار ہو کر کیفر کردار کو پہنچ گیا۔ تو یہ تاویل گھڑلی کہ یہ انسانی عذاب ہے۔ اور پنڈت جی کا قاتل گرفتار نہ ہو سکا۔ اس کے لئے کہا کہ اس کے قاتل کو خدا نے اپنی چادر کے نیچے ڈھانک لیا۔ یا وہ آسمان پر چلا گیا۔ نجم الهدیٰ صفحہ ۲۶۔ اب فرق آپ ملاحظہ فرمائیے۔ ایک ہی جرم اور ایک ہی حالات ایک انسانی عذاب (کیونکہ وہ گرفتار ہو گیا) اور ایک آسمانی عذاب (کیونکہ وہ گرفتار نہیں ہوا) کیوں نہ ہو۔

بات وہ کہیئے کہ جس بات کے سو پہلو ہوں ٭ کوئی پہلو تو رہے بات بدلنے کے لئے

اب احمدی بھائی ہند کو چھوڑ کر اس تازہ مثال پر غور کریں۔ اور خلیفہ ثانی کی بات کو نزر زد میں رکھ کر وزن کریں۔ کہ قتل مولوی محمد حسین انسانی ہاتھ کا کام تھا۔ یا آسمانی۔ ذرا تو سوچو مقدمہ پر اس قدر روپیہ خرچ گیا۔ رحم کی درخواست کی جو نامنظور ہوئی۔ پھر بہشتی مقبرہ میں دفن کیا۔ یہ سارا سلوک آپ نے آسمانی سمجھ کر کیا یا انسانی ہمدردی کے تقاضا سے۔ خیر کچھ بھی آپ کہیں اور کچھ بھی سمجھیں اس واقعہ نے یہ تو ثابت کر ہی دیا ہے کہ قتل انسان انسانی طاقت سے بالاتر نہیں۔ اگر بالاتر ہوتا تو محمد علی کو پھانسی کی سزا نہ ملتی۔ ہاں آپ نے اُس کو بہشتی مقبرہ میں دفن کر کے اپنی دلی جذبات کی تصویر کو پبلک کے سامنے برہنہ کر دیا لہٰذا ایک تمثیل کا استدلال دوسری پر جو اس کے مثل ہے عین واجب اور درست ہوتا ہے۔ اس لیئے یہ ثابت ہوا کہ فعل انسانی ہے۔ یا بقول مرزا صاحب قوم کے بدمعاشوں کا فعل شیطانی ہے۔ نہ انسانی طاقتوں سے بالاتر اور خارق عادت امر ہے۔ مرزا صاحب خود بھی قتل کو انسانی منصوبوں سے بالاتر نہیں سمجھتے۔ چنانچہ وہ تبلیغ رسالت ۲۸ میں لکھتے ہیں۔ اگر آپ کی موت قتل یا زہر خورانی کے ذریعے سے ہو جائے جس میں کسی دشمن کے منصوبہ کا دخل ثابت ہو

(۱۲) کیا یہ عذاب خارق عادت تھا

اس سے پہلے ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ قتل انسان انسانی طاقتوں سے بالاتر نہیں۔ اور اب یہ ثابت کریں گے کہ شری پنڈت لیکھرام جی کی شہادت میں کوئی امر خارق عادت نہ تھا۔

خارق کے معنی لغت میں۔ "الخارق ما یخرق العادۃ دیخالف مقتضاھا" "المنجد" اب دیکھنا یہ ہے کہ اس شہادت میں کونسا امر عادت اور اقتضاء کے خلاف تھا۔ سب سے اول کیا قاتل کا فعل خارق عادت تھا؟

ہم ابھی مختلف ثبوتوں اور مرزا صاحب کے اقوال سے بھی یہ ثابت کر چکے ہیں کہ یہ کام بد معاشوں۔ نمک حراموں۔ اور دھوکہ بازوں کا ہے اس لئے ایسے مکاروں کی عادت میں ہی یہ بات داخل ہوتی ہے کہ وہ نمک حرامی کر کے دھوکے سے قتل کی واردات کریں۔ اور ایسی مثالیں ہزاروں ہر وقت پائی جاتی ہیں۔ کہ ایسے دھوکہ باز انسان کئی قسم کے بہانے بنا کر اور لباسوں کو بدل کر اور مغالط دیکر اپنا اعتبار جما کر بندگان خدا کو قتل کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں۔ اور اس محسن کش نے بھی ایسا ہی کیا۔ دھوکہ دیا۔ غلط بیانی کی۔ نمک حرامی کی۔ اعتبار جما کر چھپ چھپا کر گھات کیا۔ موقعہ پا کر وار کر کے فرار ہو گیا۔ اس میں کوئی خارق عادت بات نہیں ہے۔ بلکہ بقول مرزا صاحب کہ صدہا صدیق اور راستباز ایسے کور باطنوں کے ہاتھ سے تکالیف مذکورہ بالا اٹھا کر آخر کسی نابکار کے ہاتھ سے شہادت کے درجہ کو پہنچے۔ پس جس حالت میں قدیم سے ہی جاہلوں کی یہ

عادت چلی آئی ہے

کہ جب وہ معقول باتوں سے ملزم اور لاجواب ہو جاتے ہیں تو آخر انہیں یہی تدبیر

سوجھتی ہے۔ کہ اس شخص کو ہر ایک قسم کا دکھ یا تکلیف پہنچائیں۔ یا اس کی زندگی کا ہی خاتمہ کر دیں۔ شحنۂ حق صفحہ ا

جب بقول مرزا صاحب قدیم سے جاہلوں کی یہ عادت چلی آئی ہے۔ تو پھر یہ امر خارق عادت کیسے ہو گیا کیونکہ نابکار تو ایسے ہی نیک آدمیوں کی جان لیتے ہیں۔ لہٰذا یہ امر خارق عادت نہیں۔ تو کیا چھری کا فعل خارق عادت تھا جبکہ چھری کا کام ہی کاٹنا ہے۔ تو یہ فعل خارق عادت کیسے ہو سکتا ہے۔ بلکہ چھری کا نہ کاٹنا خارق عادت ہے۔ پہلے بھی اس چھری نے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جیسے بہت سے آدمی اپنا نشانہ بناتے ہیں۔ اور یہی عمل کیا ہے۔ ہاں اگر وہ چھری استعمال نہ کرتا۔ کنکر مار کر پنڈت جی کو شہید کر دیتا یا زمین میں دھنسا دیتا یا پھونک مار کر خاک بنا دیتا تو ہم بھی اور زمانہ بھی مان لیتا کہ یہ فعل خارق عادت ہے۔ لیکن اس نے چھری کا وار کیا۔ اور چھری نے وہی کام کیا جو اس کے تقتضائے حال تھا۔ اب رہا دونوں کا ملکر یعنی چھری اور قاتل کا متفق فعل خارق عادت تھا۔ یہ بھی نہیں۔ جہاں پر بھی ایسے قاتلوں نے کام کیا ایسا ہی فعل ظہور میں آیا۔ اس لئے دونوں کا ملکر قتل کرنا بھی خارق عادت نہیں۔ اب رہا مرزا صاحب کے الہام کو شامل کرکے یہ فعل خارق عادت بن گیا۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ کہ حسن بن صباح کے حکم سے اس کے چیلے جو کام کرتے تھے وہ خارق عادت نہیں تھا۔ کعب بن احبار نے جو حضرت عمرؓ کے لئے کیا۔ ویسا ہی یہاں پر موجود ہے بلکہ اس سے بھی کمتر۔ حضرت علیؓ کے لئے مہر باندھنے میں جو حالات کام کر رہے تھے۔ ویسا ہی یہاں عمل میں آیا۔ وغیرہ۔ تو پھر یہ بات بھی خارق عادت نہ ٹھہری۔ اس لئے کسی طرح بھی یہ امر خارق عادت نہیں کہا جا سکتا۔

مرزا صاحب خود خارق عادت کیسے مانتے ہیں۔ اس کا اختصار نیچے لکھتا
ہوں۔ دیکھئے میں نے خدا کے آگے اہل دنیا کے قضا و قدر۔ اور نیکی بدی کے بہت
سے احکام دستخط کرانے کے لئے خدا کے سامنے رکھے۔ سو خدا تعالیٰ نے سرخی کی
سیاہی سے دستخط کر دیئے۔ اور قلم کے جھاڑنے سے اس کی چھینٹیں میرے
اور عبداللہ کے کپڑوں پر پڑیں۔ جو کپڑے میاں عبداللہ کے پاس اب تک
موجود ہیں۔ یہ خارق عادت اور اعجازی طور پر امر تھا۔ تریاق القلوب صفحہ
۷۵ و ۷۶ بحوالہ سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۰۲۔ آئینہ کمالات صفحہ ۶۷ و ۶۸ میں
خوارق کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح کا مُردوں کو
زندہ کرنا۔ مفلوجوں اور مجذوموں کو اچھا کرنا یہ اس کے ابن اللہ ہونے کی
دلیل نہیں بلکہ خوارق ہیں۔ اسی طرح موسیٰ کے عصا کا سانپ بننا۔ مسیح کی
چڑیوں کا پرواز یہ سب خوارق کے اقسام ہیں۔
نیز دیکھئے خوارق عادت اور سرمہ چشم آریہ حاشیہ صفحہ ۴۱۔
غار کے دروازہ پر کبوتروں کا آشیانہ بنانا۔ گھوڑے کے پاؤں کا ہم زمین
میں دھنس جانا۔ حضرت صاحب کے ایک مٹھی کنکروں کے چلانے سے مقام بدر
میں دشمنوں کے اندر ایک تہلکا پڑ گیا۔ بڑے بڑے سرداروں کو خدا نے اندھا
سراسیمہ اور پریشان کر دیا۔ ایسا ہی اور کئی عجیب طور کے تائیدات و تصرفات
الہیہ کا (جو خارق عادت ہیں) قرآن شریف میں ذکر ہے۔ صفحہ ۱۷
جس امر کی کوئی نظیر نہ پائی جائے اس کو دوسرے لفظوں میں خارق عادت
بھی کہتے ہیں۔ سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۷ کا حاشیہ ربع ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا ہے یا برحق

نوٹ۔ یہ امر خارق عادت ضرور ہے۔ ہم بھی اسکی تائید کرتے ہیں کیونکہ خدا کا دستخط
کرنا عادت کے خلاف ہے اور یہ شرف محض مرزا صاحب کی ذات بابرکات کو نصیب ہوا ہے

اب اس کے ہی مطابق اگر پنڈت لیکھرام جی کے قتل کی کوئی نظیر نہیں پائی جاتی تو خارق عادت امر ہے۔ اگر پائی جاتی ہے جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں تو خارق عادت نہیں (بلکہ بقول مرزا صاحب بدمعاشوں کا کام ہے)

"مرزا صاحب کے مانے ہوئے خوارق"

حضرت ابراہیم علیہ السلام جبکہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا تھا خدا نے آگ کو اس کے لئے سرد کر دیا۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۰۔

اور خدا کی پاک کتابیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ (حضرت) یونس خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ نکلا۔ مسیح ہندوستان میں باب ۱ صفحہ ۱۱

حضرت مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا خارق عادت امر ہے اور حضرت یحییٰ کا ماں اور باپ دونوں سے خارق عادت امر ہے۔ نسیم دعوت صفحہ ۱۷۔

رمضان کے خسوف و کسوف کو خارق عادت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں اگر یہ متحقق نہیں۔ تو اس واقعہ کی صفحہ ہستی میں کوئی نظیر پیش کرو۔ اعجاز احمدی صفحہ ۳۲۔

چاند کے دو ٹکڑے کرنا۔ سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۷۔

خسوف و کسوف میں خارق عادت امر یہ ہے کہ کسی مدعی رسالت اور نبوت

۵۱۔ نیز مرزا صاحب یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ کہ ظالم لوگ ان کو ہلاک کر دیتے ہیں اور آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ اور پانی میں غرق کر دیتے ہیں اور کوئی مدد ان کو خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں پہنچتی۔ سو وہ نیک بھی ہوتے ہیں حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۵۔

۵۲۔ انبیاء سے جو عجائبات اس قسم کے ظاہر ہوتے ہیں۔ کہ کسی نے سانپ بنا کر دکھا دیا۔ اور کسی نے مردہ کو زندہ کر کے دکھا دیا۔ یہ اس قسم کی دست بازیوں سے منزہ ہیں جو شعبدہ باز لوگ کیا کرتے ہیں۔ براہین احمدیہ صفحہ ۳۴۳۔

کے وقت یہ دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۶۔

اوپر کچھ نمونے خوارق کے لکھے ہیں۔ ان کے علاوہ مرزا صاحب کی کتابوں کے اندر بہت سے مقامات پر خوارق[1] لکھے ہیں۔ جو کہ اسی کے مطابق ہیں۔

اب مرزا صاحب نے جو خوارق کی تعریف لکھی ہے۔ اس کو پنڈت جی کے واقعہ کے ساتھ ملا کر اندازہ لگانا قارئین کرام کا فرض ہے کہ کس طرح پنڈت جی کی شہادت فارق عادت کہی جا سکتی ہے اور اس میں کون سا امر خارق عادت ہے؟

اب اس سے پیشتر کہ ہم اس خوارق پر یا پنڈت جی کے شہید ہونے کے متعلق کچھ لکھیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو جو پنڈت جی کی شہادت کا ہے اول لکھا جائے۔ تاکہ مرزا صاحب کے خوارق کے ساتھ اس کا مقابلہ ہو سکے۔

واقعہ شہادت کے مختصر حالات

اخبار ستیہ دھرم پرچارک مورخہ ۹ر مارچ ۱۸۹۷ء و آریہ گزٹ ۱۱ مارچ ۱۸۹۷ء وغیرہ ۱۴ر فروری یا ۱۵ر فروری ۱۸۹۷ء کو ایک شخص لالہ ہنسراج جی کے پاس گیا۔ پھر دوسرے روز دیانند کالج ہال میں دکھائی دیا۔ وہ پنڈت لیکھرام جی کو تلاش کرتا تھا۔ پھر پنڈت جی کو جا ملا۔ اس نے ظاہر کیا۔ کہ وہ پہلے ہندو تھا عرصہ دو[2] سال سے مسلمان ہو گیا تھا۔ اب پھر اپنے اصلی دھرم میں واپس آنا چاہتا ہے۔ حلیہ حسب

---

[1] نیز یہ غلط فہمی نہ رہے۔ چونکہ پنڈت جی قتل کر دیئے گئے ہیں۔ اس لئے یہ خارق عادت امر ہے۔ کیونکہ خارق عادت کا قتل سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ مرزا صاحب نے سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۲۲ پر خود لکھا ہے۔ اگر ہم کوئی امر پیشگوئی جو فارق ہو پیش نہ کریں۔ تو بحالت مغلوب ہونے مبلغ پانسو روپے دیں گے اگر پیشگوئی یا یہ صداقت کو پہنچ گئی تو صاحب مقابل کو بشرف اسلام مشرف ہونا پڑے گا۔

ذیل تھا چھوٹا قد تقریباً ۵ فٹ ۵ انچ سیاہ رنگ چہرہ پر داغ چھائیں جو ہڈی رخسار پر زیادہ تھے۔ ناک قدرے بیٹھی ہوئی۔ بولنے کے وقت دو دانت باہر نکلے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ آنکھیں چھوٹی۔ چہرہ گول۔ رخسار اندر کو گھسے ہوئے۔ بدن مشبک۔ سر کے بال چھوٹے چھوٹے۔ عمر تخمیناً ۲۵ سال چہرہ خوفناک دیکھنے سے بوچڑ معلوم ہوتا تھا؛

وہ پنڈت جی کے ساتھ سایہ کی طرح رہنے لگا۔ کھانا بھی عام طور سے پنڈت جی کے گھر ہی کھایا کرتا تھا۔ یہاں تک پنڈت جی یکم مارچ کو ملتان تشریف لے گئے۔ ۵ مارچ کو عید کا دن تھا۔ قاتل نے اُس دن پنڈت جی کے گھر سے ریلوے اسٹیشن آریہ پرتی ندھی سبھا کے دفتر میں ۱۸ یا ۱۹ چکر لگائے۔ مگر پنڈت جی ۵ مارچ کو ملتان سے نہ آسکے۔ اس سے اس ظالم کا ارادہ عید کے دن پنڈت جی کو شہید کرنے کا تھا۔

۶ مارچ کو صبح ہی پنڈت جی کے مکان پر پہونچا۔ اور بعد ازاں پرتی ندھی سبھا کے دفتر سے ہوتا ہوا ریلوے اسٹیشن پر گیا۔ اس روز پنڈت جی ملتان سے تشریف لے آئے۔ قاتل خلاف معمول کمبل اوڑھے ہوئے تھا۔ اور بار بار تھوکتا تھا۔ اور کانپ رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر پنڈت جی نے سوال کیا۔ کہ کیا بخار ہے؟ اُس نے کہا کہ ہاں ساتھ کچھ درد بھی ہے۔ تب پنڈت جی اسے ڈاکٹر ... اس جی کے پاس لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اسے بخار وغیرہ تو کچھ نہیں۔ لیکن خون میں کچھ جوش ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے پلستر لگانے کو کہا۔ مگر اس مکار نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ کوئی پینے کی دوائی دیجئے۔ تب پنڈت جی نے اسے ڈاکٹر صاحب کی اجازت سے شربت پلایا (اسی طرح سوامی شردھانند جی کے قاتل نے پانی پیا)

اس کے بعد پنڈت جی نے کچھ کپڑا خریدا۔ اور گھر کو چلے آئے اور وہ ظالم بھی ساتھ ہی تھا جس مکان میں پنڈت جی کام کرتے تھے وہ گلی وچھووالی لاہور میں واقع ہے۔ اور اس کا نقشہ حسب ذیل ہے " زینہ چڑھتے ہی چھت پر اس کے ساتھ لگا ہوا ایک برآمدہ ہے۔ اسی میں پنڈت جی کام کیا کرتے تھے۔ دو طرف دیوار ایک طرف اندرونی کمرہ کا دروازہ جس میں اُن کی ماتا اور دھرم پتنی بیٹھی تھیں۔ اور کیواڑ بند تھا۔ چوتھی طرف بالکل کھلی ہوئی تھی"۔ پنڈت جی چارپائی پر جا بیٹھے۔ اور رشی دیانند کے جیون چرتر کے کاغذات مکمل وہ مرتب کرنے میں مشغول ہو گئے اور وہ سفاک بھی بائیں طرف بیٹھ گیا۔ اسی اثنا میں لالہ کیدار ناتھ جی تھاپر اور لالہ دیوبدواس جی بھی آئے اور کچھ بات چیت کر کے چلے گئے۔ عین اُس وقت جبکہ پنڈت جی نے مہرشی کے جیون کے اس آخری حصہ کو جس وقت کہ انہوں نے اپنی زندگی کو ویدک دھرم کے راستہ میں قربان کیا اور کہا۔ کہ "ایشور تیری اچھا پورن ہو"۔ ختم کیا۔ اور تھکاوٹ کے سبب اُٹھ کر ۵ بجے شام کے وقت انگڑائی لی۔ اُس وقت اس ظالم نے جو صبح سے موقعہ کی گھات میں تھا فوراً اُٹھ کر پنڈت جی کے پہلو میں چھرا گھونپ دیا۔ جس سے انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ پنڈت جی نے ایک ہاتھ سے انتڑیوں کو تھاما اور ایک سے چھری چھین لی۔ تب پنڈت جی کی ماتا اور دھرم پتنی اس کی طرف دوڑیں۔ اس وقت اس بے رحم ظالم نے پنڈت جی کی بوڑھی ماتا کو بیلنا اس زور سے مارا کہ وہ اچانک چوٹ لگنے کے سبب بے ہوش ہو کر گر گئیں۔ اور وہ بے ایمان(۵)

(۵)۔ شری سوامی درشنانند جی نے اس واقعہ کو اُنیسویں صدی کا مسیحا بلیدان کے صفحہ ۶ پر یہ لکھا ہے۔ کہ جب پنڈت جی نے اُٹھ کر ایک کتاب نکالنے کے لئے الماری میں ہاتھ ڈالا۔ تب اس ظالم نے چھری کا وار کیا ؛

قاتل فرار ہو گیا۔ ۵۰

لائیگا رنگ حشر میں کل خونِ بیگناہ ۔ دامن بچا کے آج گو قاتل نکل گیا

کچھ دیر کے بعد لوگ جمع ہو گئے اور پنڈت جی کو ہسپتال میں لے گئے
ڈاکٹر صاحب نے زخموں کا ملاحظہ کیا اور سینے میں مصروف ہوئے۔ اور کہا کہ
اگر صبح تک بچ گئے تو امیدِ زیست ہے ورنہ نہیں۔ پنڈت جی جب تک ہسپتال
میں جیتے رہے۔ وید منتروں کا پاٹھ کرتے رہے۔ اور آخر ایک بجے رات کے
قریب اپنی آخری وصیت کہ :-

آریہ سماج سے تحریر کا کام بند نہ ہو

کر کے آپ کی پاک روح اس قفسِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف پرواز کر گئی
صبح جب پنڈت جی کی ارتھی کو شمشان گھاٹ کی طرف لے چلے تو شاہ عالمی دروازہ
سے لیکر ٹکسالی دروازہ تک آدم ہی آدم نظر آ رہا تھا۔ لوگ دوکانوں۔ مکانوں اور
چھتوں پر سے شہید دھرم کی ارتھی پر پھولوں کی ورشا کر رہے تھے۔ اور زبانوں
اور دلوں سے اس غدار کے لئے لعنت کی آواز آ رہی تھی۔ لاش کو ایک درخت
کے سائے کے نیچے رکھ دیا گیا۔ اور سب لوگ چاروں طرف بیٹھ گئے۔ اُس
وقت پنڈت جی کی ماتا نے اپنا دامن اپنے شہید بچے کے سر پر ڈالا اور کپڑا اٹھا کر
ان سے اس دردناک اور غم و الم کے عالم میں مخاطب ہوئیں۔ اُس وقت کون سا
پتھر دل انسان تھا جس کی آنکھوں سے آنسو جاری نہیں تھے۔ اور کون سا
پتھر دل تھا جس کے اندر سے آہ نہیں نکلتی تھی۔

۵۱ کیونکہ جن لوگوں کو شہروں میں رہنے کا تجربہ ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہاں پر اس قسم کے تعلقات بہت کم ہوتے ہیں کہ ایک گھر میں کتنا ہی شور کیوں نہ پڑے دوسرے گھر والا اس میں دخل دینا ہی پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ باہم ایسے حالات اور تعلقات ہی نہیں ہوتے۔

اِس واقعہ کے متعلق شیر پنجاب لالہ لاجپت رائے جی کا بیان

از آتم کتھا

اس واقعہ ہائلہ سے عموماً شمالی ہند کی ہندو جنتا میں اور خصوصاً لاہور اور پنجاب میں بہت جوش پیدا ہوا۔ پنڈت لیکھرام کی ارتھی کیساتھ ہم نے جتنی بھیڑ بھاڑ دیکھی ہے وہ آج تک لاہور میں کسی اور ارتھی کیساتھ نہیں دیکھی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ ہجوم میں لوگوں بھیڑ بیس اور پچاس ہزار کے درمیان تھی ارتھی میڈیکل کالج سے نکلی۔ ہندو جنتا نے پنڈت لیکھرام کو ایسی بدائی دے کر ان کا مان کیا اور ہزاروں استریوں نے ان کی ارتھی پر پھولوں اور بتاشوں کی درشا کی۔ اور پھر ان کی ارتھی کے پھولوں کو پوتر سمجھ کر اپنے گھر لیجا کر رکھا لالہ منشی رام جی بابو بچاپام جی و لالہ لاجپت رائے جی۔ لالہ رام بھجدت جی و ماسٹر درگا پرشاد جی نے لیکچر دیئے۔

اور پھر شام کو زیر صدارت لالہ لال چند جی کالج ہال میں ایک جلسہ ہوا۔ لالہ لاجپت رائے لالہ ہنسراج۔ لالہ منشی رام۔ پنڈت رام بھجدت و ماسٹر درگا پرشاد جی نے اظہار افسوس کیا اور یہ پرستاؤ پاس ہوئے :۔

پہلا۔ پنڈت جی کی ناگہانی موت پر اظہار قلق و رنج اور افسوس کا ریزولیوشن کھڑے ہوکر پاس کیا گیا۔ اور :۔

دوسرا۔ قاتل کے گرفتار کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا ریزولیوشن پاس ہوا۔

یہ مختصر کیفیت اس وقوعہ کی ہے جس کیساتھ کہ ہم نے مرزا صاحب کے دعوے کی تحقیقات کرنی ہے۔

اس واقعہ ہائلہ سے صاف ثابت ہے کہ ایک بے رحم مکار شخص جو پہلے

پنڈت جی کو نہیں جانتا تھا۔ اور نہ پنڈت جی اُسے جانتے تھے۔ سُدھی کا بہانہ بنا کر جھوٹ بولکر ان کے پاس رہا اور موقعہ پاکر اپنی حیوانیت اور پوشیدہ ظالمانہ سپرٹ کا ثبوت دیکر چلا گیا۔ جیسا کہ عموماً اُکساہٹ میں آئے ہوئے لوگ کرتے ہیں۔ مگر جو لوگ اس خداداد عقل سے کام لیتے ہیں وہ کبھی بھی ایسا خون بہانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اب جبکہ جاہلوں کی قدیم سے یہی عادت چلی آئی ہے (شحنہ حق صفحہ ۱) تو پھر اس قدیمی عادت کو خارق عادت کے نام سے موسوم کرنا بالکل غلط ہے۔ یہ بات ہمارا ہی خیال نہیں بلکہ اس وقت کے ذمہ دار اخبارات اور معززین کی بھی یہی رائے تھی۔ جس کا اقبال مرزا صاحب کو خود بھی ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ یہ قتل جس کیفیت سے وقوع میں آیا۔ وہ معمولی کیفیت ہے۔ نہ نرالی نہ غیر معمولی نہ خارق عادت ایسے واقعات صدہا وقوع میں آتے ہیں " یکے دزد باشد یکے پردہ دار " اشاعت السنہ نمبر ۲۔ جلد ۱۸۔ صفحہ ۳۷۹۔ ۳۸۰ منقول از آریہ مسافر ماہ اگست سنہ ۱۹۰۷ء صفحہ ۸۴۵۔

مولوی محمد حسین کے متعلق جو کچھ مرزا صاحب نے فرمایا ہے اس سے بھی مولوی صاحب کی رائے صاف معلوم ہو جائے گی۔

"شیخ محمد حسین بٹالوی کا.... ایک اشتہار جس کا یہ عنوان ہے :-

(الہامی قاتل مرزا غلام احمد)

ف ۱ ۔ جب فریقین آپس میں واقف نہیں تھے۔ تو صاف ہے کہ وہ کسی اُکساہٹ وور اِنگیخت کی بنا، پر ایسا فعل کرنے کے لئے تیار ہوا۔ اور یہ مسلمہ امر ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو جانتا ہی نہیں تو ایسے بُرے فعل کے لئے خود بخود کیسے تیار ہو سکتا ہے :۔

میری نظر سے گزرا۔ شیخ صاحب مقدم الذکر اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ لیکھرام والی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اور نیز ارقام فرماتے ہیں کہ میں اس بارے میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں۔ تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۲۱۔

مولوی محمد حسین صاحب کیا تھے دیگر علمائے اسلام کی رائے

اب وہ مشکل جس کے ملئے اس استفتا کی ضرورت پڑی۔ صرف اسی قدر نہیں کہ آریہ صاحبوں نے اس راقم پر خفیہ سازش کا الزام لگایا۔ بلکہ ہماری قوم کے بعض بزرگ لوگوں نے بھی ان سے اتفاق کر لیا... چنانچہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنۃ اور ایسا ہی بعض دیگر مولویوں نے عام طور پر یہ رائے:۔ ؎

قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

شائع کر دی ہے کہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ چنانچہ انہوں نے ایک خط میری طرف بھی بھیجدیا جس میں انہوں نے لکھا تھا۔ کہ میں نے اپنی نیک نیتی سے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اور اس میں خدا کا کچھ دخل نہیں۔ استفتا صفحہ ۳۔

آریہ سماج کا بحیثیت مجموعی کیا خیال تھا یہ مرزا صاحب کے ہی الفاظ میں لکھتا ہوں لہٰذا انہوں نے (آریہ سماج نے) اس الہامی پیشگوئی کو انسانی منصوبوں پر حمل کیا اور بڑے اصرار سے بار بار اخباروں میں چھاپا۔ کہ ایسی صفائی سے پیشگوئی کرنا خدا کا قانون نہیں۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ یہی شخص یعنی یہ راقم (مرزا غلام احمد) لیکھرام کا قاتل ہے۔ اور یہ پیشگوئی عمیق سازشوں اور مدت سے سوچی ہوئی تدبیروں کا نتیجہ ہے۔ اسی بناء پر انہوں نے باہمی اتفاق کیا تھا اس راقم کو ملزم

بنانے کے لئے زور دیا۔ اور اخباروں کے کالم کے کالم سیاہ کر ڈالے۔ یہاں تک کہ ۸ر اپریل ۱۸۹۷ء کو انگریزی افسروں نے قادیان میں آکر میرے گھر کی تلاشی لی۔ استفتار صفحہ ۲۔

اس سے پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ آریہ سماج کے خیالات اس کے متعلق کیا تھے کئی خانہ تلاشیاں ہوئیں :-

اور آریوں نے بڑا شور مچایا۔ اور سرکردہ مسلمانوں اور اسلامی انجمنوں کی خانہ تلاشیاں کرائیں۔ نزول مسیح صفحہ ۱۸۳

ہندو اخبارات کا خیال مرزا صاحب کے الفاظ میں

پس افسوس کہ اخبار پنجاب سماچار مطبوعہ ۱۰ مارچ میں سازش کا الزام جو ہم پر لگایا ہے۔ تبلیغ رسالت ۵/۲ ایسا ہی مرزا صاحب اور اخبارات کے متعلق جنہوں نے مرزا صاحب پر سازش کا الزام لگایا تھا۔ سراج المنیر اور تبلیغ رسالت میں لکھتے ہیں وہ یہ ہیں :-

ضمیمہ سماچار لاہور۔ انیس ہند میرٹھ۔ سراج منیر صفحہ ۴۲۔

آفتاب ہند۔ رہبر ہند۔ پنجاب سماچار۔ اخبار عام۔ سراج المنیر صفحہ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵ کا حاشیہ۔ ان کے علاوہ اور اخبارات کا نام نہیں لکھا۔ بلکہ ویسے ہی لکھ دیا ہے۔" اور ایسا ہی کئی اور ہندو اخباروں میں متفرق طریقوں سے اپنے مفسدانہ خیالات کو ظاہر کیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ پنجاب میں ان کے مفسدانہ منصوبوں کا ایسا شور پڑا ہوا ہے۔ کہ شاذ و نادر کوئی ان سے بے خبر ہوگا۔" سراج منیر صفحہ ۴۵ کا حاشیہ

اب اس عبارت سے صاف ثابت ہے کہ تمام ہندو اخبارات نے بحیثیت مجموعی مرزا صاحب پر ہی اس سازش کا الزام لگایا۔

شیر پنجاب لالہ لاجپت رائے جی کی رائے :۔

لوگوں کو اس وقت پورا وشواس تھا اور اس وشواس کے لئے مناسب وجوہات تھیں۔ کہ لاہور کے مسلمانوں کی ہمدردی قاتل کے ساتھ تھی۔ اور یہ قتل ایک بڑی خفیہ سازش کا نتیجہ تھا۔ آریہ مسافر لاہور کا شہید نمبر صفحہ ۱۳۔ مارچ ۱۹۳۳ء۔

منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری اپنی کتاب محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۲۷۹ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

اس سے صاف واضح ہے کہ لیکھرام پر ایسا خارق عادت عذاب نازل ہوگا۔ جو اپنی نرالی وضع سے ایک نشان کہلا سکے ؛؛ مگر ایسا ہوا ہرگز نہیں بجائے اس کے کہ اسے آسمانی نشان دکھایا جاتا۔ مرزا صاحب کے ملہم نے کسی شیطان کے ذریعے اس کا خون گرا دیا۔ وہ بھی کسی نرالے ڈھنگ یا انوکھے رنگ یا خارق عادت تیر و تفنگ سے نہیں۔ معمولی شہدوں کے طور پر کہ ایک شخص منافق بن کر لیکھرام کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ ۶ ماہ تک اس کی خدمت کرتا رہا۔ ایک موقعہ پہ جبکہ لیکھرام اکیلا تھا اور وہ ظالم بدمعاش بھی پاس تھا۔ اس نے اس کے پیٹ میں چھری گھونپ دی۔ اور وہ بزدل بھاگ گیا۔ ..... تو بھی یہ موت ایسے طریق سے واقع ہونی چاہیئے تھی۔ جسے خارق عادت کہا جائے .... چونکہ اس طرح کے قتل دنیا میں ہزاروں ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے ظاہر ہے۔ کہ کسی امر کی نظیر پیدا ہونے سے وہ امر بے نظیر نہیں کہلا سکتا۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۶۹)

پس یہ پیشگوئی مرزا کی ہر طرح جھوٹی۔ غلط۔ باطل۔ دروغ۔ کذب ثابت ہوئی۔ فللہ الحمد محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۲۷۹

نیز دیکھیئے بیان ہنری مارٹن کلارک باقرار صالح

باجلاس کپتان ایم ۔ ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

پیشگوئی جو نسبت احمد بیگ کے داماد کے ہوئی وہ پوری نہیں ہوئی

پیشگوئی جو عیسائیوں سے آتھم صاحب کی بابت تھی وہ بھی پوری نہیں

ہوئی ۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ مرزا صاحب کی عزت اور آمدنی میں فرق آیا ۔ دوکان

اس کی بند ہوگئی ۔ اور لوگ ٹھٹھا کرنے لگے ۔ اب صرف پیشگوئی برخلاف ہندوؤں

کے باقی رہی تھی ۔ کچھ عرصہ گذرا ۔ کہ لیکھرام قتل کیا گیا ۔ جس کے مرنے نے عام

آگ ملک میں لگا دی ۔ حالات قتل کے عجیب ہیں ۔ قاتل نے اپنے آپ کو ہندو ظاہر کیا

اور کہا کہ میں مسلمان ہو گیا تھا ۔ اور اب پھر ہندو ہو جانا چاہتا ہوں ۔ اس نے

اپنا رسوخ اور اعتبار لیکھرام کے ساتھ پیدا کیا ۔ اور یہ واقعہ قتل اس کے چند

ہفتہ بعد ظہور میں آیا ۔

یہ قتل عام طور پر نسبت مرزا غلام احمد کے زمہ منسوب کیا جاتا ہے

میں ایک کتاب مصنفہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پیش کرتا ہوں ۔

حرف ع جس میں وہ مرزا صاحب کو اس قتل کا الزام لگاتے ہیں "ہمارا قیاس

یہ ہے کہ لیکھرام کا قاتل بھی قتل کیا گیا ہے"۔ کتاب البریہ صفحہ ۱۲۵ ۔

پھر پادری صاحب نے اپنے بیان میں کہا :۔

سوائے کتاب مولوی محمد حسین کے ہم خود مرزا صاحب کے اشتہارات سے

قیاس کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کو علم لیکھرام کے قتل کا خوب تھا ۔ کتاب البریہ

صفحہ ۱۲۵ ۔

مولوی ابو الوفا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں :۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ لیکھرام ایک ایسی موت سے مرا ۔ جس سے عموماً لوگ

کرتے ہیں۔ اور ان کی موت کو کوئی خارق عادت نہیں مانتا۔ اور تو اور ایک زمانہ میں کالے پانی میں وائسرائے ہند اسی چھری کا شکار ہوئے تھے۔ تھوڑے روز ہوئے شہر لاہور کے انارکلی بازار میں ایک ادنےٰ سے فقیر نے ایک لمحہ میں ایک انگریز کا چھری سے خون کر دیا۔ چند ایام کا عرصہ ہوا کہ ہمارے بازار میں لوگوں کے چلتے پھرتے ایک ہندو نوجوان لڑکے کا اس کے کسی حریف نے چھری سے کام تمام کر دیا۔ پھر لطف یہ کہ ہاتھ بھی نہ آیا۔ راولپنڈی اور پشاور میں تو آئے دن ایسی وارداتیں دن دہاڑے ہوتی ہیں۔ غرض اس قسم کے واقعات سینکڑوں نہیں ہزاروں پولیس کی رپورٹوں میں مل سکتے ہیں۔ مگر لطف یہ ہے کہ ان موتوں کو کوئی بھی خرق عادت نہیں کہتا۔ الہامات مرزا صفحہ ۵۳ - ۵۴ -

مولوی محمد عالم صاحب آسی امرتسری تحریر فرماتے ہیں:-
کہ یہ نہ کوئی نشان مرزا تھا اور نہ کوئی خرق عادت کے طور پر یہ قتل ہوا تھا کیونکہ اس قسم کے قتل کئی دفعہ ہوئے اور آئندہ ہونے کا احتمال ہے۔ کا دیہ علی الغادیہ

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی اپنی کتاب "فیصلہ آسمانی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ قتل سازش کا نتیجہ ہے۔ دیکھئے شہادت حقانی بر کذب کرشن قادیانی

میاں احمد الدین صاحب امرتسری آریہ مسافر لاہور مرزائی نمبر کے صفحہ ۴۲- کالم اول میں لکھتے ہیں:" کیا لیکھرام پشاوری سے ایسی حیلہ سازی کر کے مرزا غلام احمد قادیانی نے ہندوستان میں ہندو مسلم فساد کا بیج نہیں بویا؟

مرزا صاحب خود بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ دنیا کے لوگوں نے اسے سازش سمجھا۔ اور کسی بھی مولوی صاحب نے تائید نہ کی۔

تب انہی دنوں میں .... پنڈت لیکھرام آریہ سماجی کو میعاد کے اندر کسی نے ہلاک کر دیا مگر افسوس کہ کسی مولوی کو یہ خیال نہ آیا۔

کہ پیشگوئی پوری ہوئی اور اسلامی نشان ظاہر ہوا۔ بلکہ بعض نے ان میں سے بار بار گورنمنٹ کو توجہ دلائی۔ کہ کیوں گورنمنٹ پیشگوئی کرنے والے کو نہیں پکڑتی۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۱۔

اور دنیا کے لوگوں نے کہا۔ کہ کیوں لیکھرام مر گیا۔ ضرور کوئی خفیہ سازش ہوگی۔ سراج منیر صفحہ ۵۰۔

مذکورہ بالا اقتباسات اور دیگر جوابات جو بھی ہم خارق عادت اور انسانی طاقت سے بالاتر کے متعلق لکھے۔ ان میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ شری پنڈت لیکھرام جی کا واقعہ شہادت نہ انسانی طاقت سے بالاتر تھا۔ اور نہ خارق عادت امر تھا۔

جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ ہم نے ان تمام باتوں کا جواب جو کہ ان ہر دو سوالات سے تعلق رکھتی تھیں۔ مفصل طور سے دیدیا ہے مگر مرزا صاحب اور احمدی دوستوں کا ایک عذر باقی رہ گیا ہے۔ اگرچہ وہ عذر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اس کہاوت کے مصداق ہے۔ مگر ہمیں اپنے بھائیوں کی تسلی کے لئے جواب ضرور لکھنا ہے تاکہ ان کو بعد میں شکایت نہ رہے۔ کہ فلاں بات کا جواب نہیں لکھا۔ وہ عذر یہ ہے کہ "باوجود ہزار کوشش اور سعی کے قاتل کا کچھ پتہ نہ لگا۔ گویا وہ آسمان پر چڑھ گیا۔ یا زمین کے اندر مخفی ہو گیا۔ مگر قاتل ایسا گم ہوا کہ نہیں معلوم کہ آیا وہ آدمی تھا یا فرشتہ تھا جو آسمان پر چڑھ گیا" حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲۱۔ چشمہ معرفت صفحہ ۱۰۶۔ نجم الھدیٰ میں اور زاس سے مختلف ہے۔ (قاتل) اس کے گھر کو چھوڑ کر بھاگا۔ پھر فرشتوں کی طرح آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ اور اس وقت تک کسی کو اس کا نشان نہ

ملا۔ نہ معلوم کہ وہ آسمان پر چلا گیا۔ یا خدا نے اُسے اپنی چادر کے نیچے ڈھانک لیا
نجم الھدیٰ صفحہ ۲۶۔

اب اے ناظرین! آپ مرزا صاحب کی اس عبارت کو تبلیغ رسالت اور سراج منیر کی اس عبارت کے ساتھ ملا کر مطالعہ فرمائیں۔ جیسے ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ اور مرزا صاحب نے قتل کی سازش کا جواب دیتے ہوئے اسے تحریر کیا ہے۔ یعنی :۔

ہاں یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک بدمعاش ڈاکو کیساتھ چند اور بدمعاش جمع ہوں اور ایسے کام خفیہ طور پر کریں۔ تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۵۔

اسلام اس قوم کے بدمعاشوں کا ذمہ وار نہیں۔ جو محض ایک ایک روپیہ کی لالچ میں بچوں کا خون کر دیتے ہیں۔ ایسی وارداتیں اکثر نفسانی اغراض سے ہوا کرتی ہیں۔ ۔۔۔ میرے مرید اس لیئے میرے پاس نہیں آتے کہ ڈاکوؤں کا کام مجھ سے سیکھیں اور اپنے ایمان کو برباد کریں۔ ہم اس وقت کیوں کر ادر کن الفاظ میں آدمیوں کو تسلّی دیں۔ کہ بدمعاشی کی چالیں ہمارا طریق نہیں ہیں۔
تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۵۱۔

ان فقرات اور نجم الھدیٰ کی عبارت کو ملا کر جب ہم غور کرتے ہیں۔ تو بے اختیار یہ شعر زبان سے نکل جاتا ہے۔ ؎

یہ بات تو ہے آپکی گفتار سے ظاہر اقرار ہے جتنا آپکے انکار سے ظاہر

کیوں مرزا صاحب! بدمعاش۔ ڈاکو۔ بے ایمان۔ خود غرض۔ لالچی وغیرہ کو بھی خدا اپنی چادر میں چھپاتا ہے۔ جس کے لیئے آپ جسم عنصری کیساتھ ہی آسمان پر جانیکے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اگر ایسا ہی خدا ہے تو احمدی بھائیوں کو ہی مبارک ہو

نوٹ۔ اس پر ہم آگے چل کر لکھیں گے۔ کہ ایمان برباد ہوتا ہے یا بڑھتا ہے۔

اور اگر وہ ایسے نمک حرام۔ محسن کُش دغاباز۔ جھوٹے۔ دہو کا باز کو اپنی چادر کے نیچے نہیں چھپاتا تو آپ کے لکھنے میں کون سا راز ہے جس کے لئے آپ ایسے بے ایمان قاتل کی اس قدر حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ اور اسے خدا کی چادر کے نیچے چھپا رہے ہیں ؏ آخر کچھ تو راز ہے جس کی پردہ داری ہے۔

بڑے مزے کی بات ہے۔ کہ ایک طرف تو ایسے فعل کرنے والے کو بدمعاش ڈاکو وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف آدمی تھا یا فرشتہ آسمان پر چڑھ گیا۔ یا زمین کے اندر مخفی ہو گیا۔ خدا نے چادر میں چھپا لیا۔ وغیرہ کلمات استعمال کر کے غایت درجہ کے مبالغہ آمیز شرف سے مشرف اور انتہائی درجہ کی توصیف سے متصف کر رہے ہیں۔ (شاید) ؎

نو عمر ہیں ابھی ہے تلوّن مزاج میں ؛ غصہ کا اعتبار ہے نہ ان کے پیار کا

ناظرین خود ہی اس راز کو سمجھ لیں۔ کہ اس کا کیا مقصد ہے۔ ؎

میں نے تمہیں جانا کوئی جانے کہ نہ جانے ؛ سب عذر ہیں بے فائدہ بیہودہ بہانے

اس کے آگے مرزا صاحب نے بہت صفائی پیش کی ہے۔ جو سراج منیر صفحہ ۲۳ ۲۴-۲۵- اور تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۱۴۸ تا ۱۵۱ میں درج ہے۔ ان میں کی اہم ضروری فقرات لکھ کر جواب دیں گے۔ (الف) یہ بدگمانی کہ اس کے کسی مرید نے مار دیا ہوگا یہ شیطانی خیال ہے۔ ایسے پلید لعنتی انسان کا یہ چال چلن دیکھ کر اور شیطانی منصوبہ سن کر کوئی مرید اس کا معتقد ہو سکتا ہے۔ کیا وہ مرشد کو ایک بدکار۔ ملعون۔ فاسق۔ فاجر خیال نہیں کرے گا۔ (ب) ہماری جماعت میں بڑے بڑے معزز داخل ہیں۔ تو کیا یہ تمام چھپے ہوئے بدمعاشوں کا گروہ ہے ہم باواز بلند کہتے ہیں۔ کہ ہماری جماعت میں نہایت نیک چلن۔ اور مہذب اور پرہیزگار لوگ ہیں۔

(ج) ہم ایسے مرشد اور مرید کو کتوں سے بدتر اور نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں۔ کہ جو اپنے گھر سے پیشگوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے اپنے مکر و زیب سے ان کے پورا ہونے کے لئے کوشش کرے اور کرا دے۔ سراج منیر صفحہ ۲۵۔ تبلیغ رسالت صفحہ ۵۰ ج ۹ -

جواب باصواب

الف:- مقام شکر ہے کہ محمد علی قاتل (مولوی محمد حسین) نے احمدی حضرات کی آنکھوں کے سامنے ایک ایسا چمکتا ہوا چراغ رکھ دیا ہے جس سے وہ اندھیری رات کے اندر بھی بہشتی مقبرہ میں پہنچکر اس سوال کا جواب تلاش کر سکتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کے اس خیال کی (کہ کسی مرید نے مار دیا ہوگا یہ شیطانی خیال ہے) تردید محمد علی اور تمام احمدی جماعت نے علی الاعلان بہت اچھی طرح سے کر دی۔

محمد علی مرزا صاحب کا مرید تھا۔ اس نے دن دہاڑے قتل کیا۔ احمدی پارٹی نے اس کا مقدمہ لڑا۔ ہزاروں روپے خرچ کئے۔ خلیفہ ثانی نے نماز جنازہ میں شمولیت کی۔ رحم کی درخواست بھی کی۔ اور پھر بہشتی مقبرہ میں دفن کر کے اس بات پر مہر لگا دی۔ کہ شیطانی خیال نہیں ہے۔ بلکہ ایک سچا اور گہرا خیال ہے۔ مگر قرآن شریف ایسے آدمیوں کے لئے کیا حکم دیتا ہے۔ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما۔ اور جس شخص نے قتل کر دیا کسی

ف ۱ بہت ٹھیک تھا۔ ہم بھی آمنّا و صدقنا کہتے ہیں۔ کیوں حضرت محمدی بیگم کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے کون کون سا پاپڑ نہیں بیلا۔ حد درجہ کی خوشامد میں کیا۔ لوبھ دیا لالچ دیا۔ دھمکیاں دیں۔ لڑکی کے ماموں کو ہدیہ دینے کا وعدہ کیا یعنی رد بیچ لڑکوں کو عاق کیا۔ بیوی کو علیحدہ کر دیا۔ وغیرہ لیکن خیر اچھا ہے آپ کی کوشش بالکل بیکار ہی

مومن کو جان بوجھ کر پس سزا اُس کی جہنم ہے ہمیشہ رہیگا اُس میں۔ اور
غضب ہوا اللہ کا اسپر اور لعنت کی اللہ نے اُس پر اور تیار کیا واسطے
اُس کے عذاب بڑا۔)

اب ایک طرف تو یہ حکم قرآن شریف کا ہے اور دوسری طرف مرزا صاحب
کہ بہشتی قبرستان میں دفن ہونے والا بہشتی ہوگا۔ اب مطابقت آپ سمجھ لیں
میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ اس تمثیل کا استدلال نیڈ منالیکھرام جی کے واقعہ
کے ساتھ کرنا بالکل واجب اور درست ہے۔ وہاں مرزا صاحب کی چھ سال
کی پیشگوئی تھی۔ یہاں ان کے فرزند ارجمند کان اللہ نزل من السماء کی
بددعا ہے۔ ایک طرف چار سال میں داؤ لگتا ہے اور ایک طرف جلدی لگ
جاتا ہے۔ دیکھئے الفضل ۲۴ مارچ ۱۹۲۵ء فتنہ مستریان۔

خلیفہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اس واقعہ قتل کے ۲۰۔ ۲۲ روز قبل جلسہ
میں جو کچھ کہا تھا۔ اُس کا مطلب یہ تھا۔ کہ مباہلہ والوں پر خدا تعالیٰ کا
عذاب آسمان سے آئے گا۔ وہ خدا کی گرفت میں آئیں گے۔ نہ کہ ان کے
عذاب میں۔

آسمانی عذاب سے قتل ہو یا انسانی عذاب سے ہو۔ یہ احمدی جانیں
ہم تو یہ دریافت کرتے ہیں۔ کہ وہ محمد علی صوبہ سرحد کا رہنے والا۔ تقریباً
دن پیشتر مجلس شوریٰ میں شمولیت کی غرض سے قادیان میں آیا۔ مولوی محمد حسین
سے اس کا کیا پرانا جھگڑا تھا۔ کہ اس نے یکایک حملہ کر کے شہید کر دیا۔ اسماء کی
کیا تھی۔ یا ایسے ہی سُن سُنا کر عمداً عذاب آسمانی کو پورا کرنے کے لئے اس
معاون بنا۔ کچھ بھی ہو اور کچھ بھی کہا جائے۔ محمد علی کا بحیثیت احمدی
کے سفاکانہ حملہ کر کے مولوی محمد حسین کا قتل اور پھر احمدی جماعت کا اس

اس قسم کا سلوک اس بات کا شاہد ہے۔ کہ ایسے قتل مرید کر سکتے ہیں اور پھر ان کی بہشتی مقبرہ میں تدفین بھی ہو سکتی ہے۔ قتل کرنے اور پھانسی ملنے کے بعد بھی باہم جذبات میں اور پیری مریدی کے سلسلہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بہر حال مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ یہ شیطانی خیال ہے۔ محض احمدیوں اور اس کے جانشین نے ظاہرداری پر ہی محمول کیا ہے۔ اس کے علاوہ :-

مذہبی اور سیاسی دنیا میں

فی زمانہ بیشمار واقعات ایسے ملتے ہیں۔ کہ لوگ اپنے جذبات اور اپنے پیر و مرشد کی رضا جوئی کے لیئے اپنے آپ کو قربان کر دینا باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ اور ہنستے ہنستے تختہ دار پر چڑھ جاتے ہیں۔ قتل ہو جاتے ہیں اپنے بند بند کٹوا دیتے ہیں۔ زندہ شعلوں کی طرح جل جاتے ہیں۔ مگر ان کے یقین میں کوئی جنبش نہیں آتی۔ پیری مریدی کا سلسلہ اور تعلق ایک ایسی کڑی زنجیر ہے۔ کہ جس میں پھنسا ہوا مرغ دل اپنے مرشد کے لیئے سب کچھ نچھاور اور نثار کر دینا اپنے لیئے باعث فخر عین راحت اور فرض اولین تصور کرتا ہے۔

کیا حسن بن صباح اور اس کے جانشینوں کی عقیدت ان کے مریدوں کے دلوں سے ایسے افعال کے لیئے ترغیب دینے اور ان پر مستعد کرنے سے مفقود ہو گئی تھی۔ کیا انہوں نے اس کو پلید لعنتی بدکار ملعون وغیرہ سمجھ لیا تھا۔ واقعات اس امر کے شاہد ہیں۔ کہ ایسا ہونے پر بھی ان کی محبت اور عقیدت روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھی۔ کیونکہ محبت کی آنکھ ہر ایک عیب کو چھپا دیتی ہے۔ جیسا کہ برائی کی آنکھ ہر ایک اچھی بات کو چھپا دیتی ہے۔"

یہ جذبہ نہ صرف اپنی ذات کے لیئے محدود ہوتا تھا بلکہ والدین اپنی اولاد

کو نثار کر دینا باعث نجات خیال کرتے تھے۔ ایک واقعہ لکھتا ہوں جس سے آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ پیری مریدی کا سلسلہ ہی لوگوں کی عقل کو مقید کرنے اور تالا لگانے کے لئے عمل میں لایا جاتا ہے۔ اور مرزا صاحب کا یہ دعویٰ کہ مرشد کو مرید اپنے نسلوں کی تحریفیں پر شیطان وغیرہ سمجھیں گے۔ یہ بالکل غلط ثابت ہوگا جس کو مولوی عبد الحلیم صاحب نے اپنی کتاب حسن بن صباح صفحہ ۲۳ پر اس طرح درج کیا ہے۔

خید فدائیوں نے حکمران موصل پر ایک ساتھ حملہ کر دیا۔ اور اُسے قتل کر ڈالا۔ ان میں سے سات گرفتار ہو کر مارے گئے۔ مگر ایک بھاگ کر بچ گیا اس کی والدہ کو پہلے اس کے مارے جانے کی خبر ملی تھی۔ جس پر وہ بہت خوش ہوئی کپڑے بدلے خوشبو لگائی اور عید کے سے ٹھاٹھ کر کے بیٹھی ہی تھی۔ کہ معلوم ہوا کہ وہ زندہ ہے۔ فوراً بال نوچ ڈالے۔ کپڑے پھاڑ کر پھینک دیئے۔ کہ افسوس میرا بیٹا شہادت اور ایک اعلیٰ درجہ سے محروم رہا۔ یہ اثر تھا جو حسن کی کوششوں سے مرد و عورت کے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔

اب اس سے اندازہ لگ سکتا ہے باوجود اس کے جس وقت اسلام کی زبردست تلوار فدائیوں پر چلنے لگی جبکہ یہ حکم ہوا کہ جو بھی فدائی ملے بیدریغ تہ تیغ کر دیا جائے اس وقت ان کی یہ عقیدت اور جذبہ ظاہر کرتا ہے کہ مرید اپنے پیر و مرشد کے فرمان...

---

(۱) ہے۔ مگر اس پر بھی وہ لوگ اپنے آپ کو پکا مسلمان کہتے تھے۔ ایک بار سلطان سنجر نے اپنے قاصد کی معرفت حسن بن صباح سے فرقہ باطنیہ کے عقائد دریافت کئے۔ انہوں نے لکھا کہ ہمارا توحید ہے اور صرف اسی شریعت پر عمل کرنے کو صراط المستقیم سمجھتے ہیں جو خدا اور رسول سے ملی ہے۔ تحقیق عالم بعث و نشر، جزا و سزا اور قیامت کے متعلق ہم وہی عقائد رکھتے ہیں۔ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے۔ حسن بن صباح صفحہ ۲۵

اور اطاعت کی تعمیل اور اس کی رضا جوئی کے حصول میں اپنی جان و مال اور اولاد پر قربان کر دینا ہیچ اور اپنے لئے باعث تسکین و راحت سمجھتے ہیں۔ اور اس میں کوتاہی کرنا بدبختی اور کفر جانتے ہیں۔

اس سے صاف عیاں ہے کہ حسن اور اس کے جانشینوں کے لئے اس کے مریدوں کے دل میں نہ کوئی نفرت اور حقارت پیدا ہوئی اور نہ مریدی کے سلسلہ میں کوئی فرق آیا۔ بلکہ ہزاروں آدمی اس کی آنکھ کے اشارے سے اپنے آپ کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ ابھی بہت عرصہ نہیں گذرا کہ والدین اپنے اکلوتے بیٹوں کو دیوی خدر اور آگ میں ہی دینا یا بُت کے آگے قربان کرنا مذہبی فرائض سمجھتے تھے۔ کعبہ شریف تک یہ رسم جاری تھی۔ مگر اس قدر انتہائی درجہ کی بے رحمی اور ظلم کے بھی ان کے عقیدہ میں کوئی نفرت اس کے خلاف پیدا نہیں ہوتی تھی۔

ہم تو اسبات کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں کہ جب سچے مریدوں کے دل میں یہ بات دل نشین ہو گئی۔ کہ یہ حکم الٰہی ہے۔ یہ سخت بدذاتی ہے کہ انسان وہ اخلاق اختیار کرے جو اس کے خدا کے اخلاق کے برخلاف ہیں اور ظاہر ہے کہ انسان کا کمال یہی ہے کہ صفت تخلق باخلاق اللہ سے متصف ہو۔ (چشمۂ معرفت صفحہ ۲۶۴) تو اس کے عمل کرنے میں وہ کیسے آنا کانی کر سکتے ہیں۔ جس کا فرمان رسول کی دعا اور بحکم خدا آپکا ہو چکا۔ اس کے قتل کی ترغیب و تحریض میں سارے مریدوں کو مرشد سے نفرت کیسے پیدا ہو گی

...احسن امروہی لکھتے ہیں کہ جب مرزا صاحب کو مشکل آن پڑتی تھی یا کتاب کا حوالہ دینے میں یا کسی اعتراض کا جواب دینے میں تو مجھ (احسن امروہی) سے ہی امداد طلب کرتے تھے اور بڑی الحاجت اور منت و سماجت سے خط لکھا کرتے تھے جس میں میری تعریف و توصیف کے بلند دار فقرے موجود ہوتے تھے۔ چودھویں صدی کے مدعیانِ نبوت صفحہ ۹۴ام۔

وہاں قانون کے ڈنڈے سے)

اس مقام پر مرزا صاحب نے ایک اور سوال کیا ہے۔ جس کا جواب لکھ کر
اپنے مضمون کی طرف چلوں گا۔ وہ یہ کہ "آپ کے بڑے اوتار گزرے ہیں۔
جیسے راجہ رام چندر صاحب اور راجہ کرشن صاحب۔ آپ لوگ اُن کی نسبت
یہ گمان کر سکتے ہیں کہ اونہوں نے ...... ایسا حیلہ کیا ہو" تبلیغ رسالت حصہ ۶ ص
سنیئے مرزا صاحب! چھتری کُل بھوشن مریادا پرشوتم مہاراجہ رام چندر جی
یدو کل بھوشن کمل دواکر بھگوان کرشن چندر جی! جس بات کو وہ ٹھیک مانتے
تھے۔ اس کو علانیہ کہتے تھے۔ خود بھی کرتے تھے اور دوسروں کو اس کی ترغیب
بھی دیتے تھے۔ دیکھئے بھگوان رام نے ببھیشن کو راج ملک اور رسم تخت نشینی (اُن کی
سے پہلے ہی کر دیا۔ اور بعدہٗ راون سے خود بھی لڑے بلکہ جنگلی لوگوں کو بھی
اس کے لئے مددگار بنایا۔ راون کو مارا اور اُس کی فوج کو مارا۔ تخت ببھیشن کو
دلایا۔ اسی طرح بھگوان کرشن نے جراسندھ۔ ششپال وغیرہ کو خود بھی مارا اور ارجن
کو قتال کے لئے زبردست دلائل کے ساتھ ترغیب دی۔ حتیٰ کہ گوروؤں تک کے مارنے
کے لئے تیار کر دیا۔ وہ چھتری تھے اُن کا دھرم یعنی فرض جنگ تھا۔ اور جنگ کا
رواج اُس زمانے میں ایسا ہی تھا۔ اونہوں نے علانیہ طور سے اپنے خیالات
اظہار کیا۔ اس پر خود بھی عمل پیرا ہوئے اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کی
نہ کہ آپ کی طرح۔ کہ بحیثیت رسول دعا کی۔ اور خدا نے اس پر سزا تجویز کی۔ اور
قانون کے خوف سے آپ یہ بات لکھنے کے لئے مجبور ہو گئے۔ کہ میری جماعت
شریف ہے۔ نیک ہے۔ معزز ہے۔ یہ بدمعاشوں حرامیوں کا کام ہے۔ دیکھو
کیا خدا کے اوس کام کو پورا کرنے کے لئے بدمعاشوں۔ ڈاکوؤں اور حرامیوں کی ضرورت
ہوتی ہے۔ اس سے صاف پردہ میں کچھ اور ہی دکھائی دیتا ہے:۔

زبانی حال جو تو نے کہا وہ سُن لیا ہم نے
مگر تحریر خط کی نام۔ بر کچھ اور کہتی ہے

دیکھئیے ایسے ہی حضرت محمدؐ صاحب نے جس فعل کو اپنے یقین سے جائز اور ٹھیک سمجھا۔ اس کے کرنے میں نہ خود ہی کوتاہی کی اور نہ دوسروں کو مستثنےٰ کیا۔ بلکہ ترغیب دی اپنے ہاتھ سے بھی دشمنوں کو سزا دی۔ اور اپنے صحابہ کرام کو بھی اسبات کے لیے ابھارا جس کے لئے واقعات اور تواریخ شواہد ہیں نہ کہ آپ کی طرح۔ کہ ایک فعل اول خدا کا حکم قرار دیا۔ اور پھر اپنی جماعت کو اس سے مستثنےٰ کرتے ہوئے انسانیت کے ڈھول بجانا شروع کر دیا۔ اور خدا کو ظالم بکام اور ملعون بنایا۔

دیکھئیے جب کعب بن اشرف نے آں حضرت کی مخالفت شروع کی تو آپ نے اول دعا کی:۔

اللهم اکفنی ابن الاشرف کما شئت فی اعلانه الشر وخوله الاشعار

یعنی اے خدا تو میری کفایت کر ابن اشرف کے متعلق جیسے تیری مشیت ہو اس کے اعلان شر کی نسبت اور اس کے اعلانیہ اشعار کے متعلق۔ بعد ازاں رسول خدا صلعم نے فرمایا۔ کہ کون میری جانب سے اس کو کفایت کرے گا۔ اس واسطے کہ اس نے مجھے بہت ایذا دی ہے تب محمد بن مسلمہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میں اس سے انتقام کروں گا۔ کہ اس کو قتل کر دوں گا۔ فرمایا۔ اچھا تو ہی اس کام کو کر۔ (الذی مغازی الھا دقہ صفحہ ۱۳۴۔ بخاری شریف میں اس کو اس طرح لکھا ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ من لکعب ابن اشرف فانه قد اذی الله ورسوله فقام محمد بن مسلمه قال یا رسول الله اتحب ان اقتله قال نعم۔

---

۵۱ دیکھ حدیث ابی بن خلف والی جس کو آپ نے لکھا ہے۔ ۵۲ آپکی جماعت کسقدر شریف ہے یہ آپ ہی کے قول کے مطابق آگے لکھیں گے۔ ۵۳ اس کے متعلق ہم آگے لکھیں گے کہ خدا کیسے ظالم اور ملعون وغیرہ بنایا

بخاری مصری صفحہ ۱۱ جلد ثالث۔

کہا رسول اللہ نے کہ کون شخص ہے کعب بن اشرف کے واسطے پس تحقیق اس نے دکھ دیا اللہ اور اس کے رسول کو۔ پس کھڑا ہوا محمد بن مسلمہ اور کہا اس نے اے رسول اللہ۔ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں قتل کروں اس کو رسول خدا نے کہا کہ ہاں!

ایسا ہی مسلم مترجم صفحہ ۱۹۳۰ میں ہے اور اس کے علاوہ تاریخ ابن ہشام مصری صفحہ ۶۰ جزو ثانی اور تاریخ امم الاسلامیہ علامہ خضری مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶۵ جزو اول۔

لیکن اگر ان حوالوں میں احمدی صاحبان کو کچھ تامل ہو۔ تو ان کے گھر کا بھی ایک حوالہ دیتا ہوں۔ دیکھئے سیرت خاتم النبیین حصہ دوم مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے صفحہ ۱۰۲۔

فرمایا کہ کعب بن اشرف اپنی کارروائیوں کی وجہ سے واجب القتل ہے اور اپنے بعض صحابیوں کو ارشاد فرمایا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

کعب بن اشرف کے علاوہ ابی رافع عبد اللہ بن ابی الحقیق کی نسبت بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۲ میں متواتر حدیثوں سے بیان کیا گیا ہے۔ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رھطاً الیٰ ابی رافع فدخل علیہ عبد اللہ بن عتیک بیتہ لیلاً وھو نائم بھیجا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیوں کو طرف ابی رافع کے۔ پس داخل ہوا اس پر عبد اللہ بن عتیک اس کے گھر میں رات کے وقت اس حال میں کہ وہ سو رہا تھا پس قتل کیا اس کو۔

اسی طرح عصما بنت مروان کا قصہ ہے۔ دیکھئے مغازی الصادق صفحہ ۱۲۳

نوٹ:۔ یہ تینوں قصے تمام احادیث اور تواریخوں میں ملتے ہیں؛

اب ان واقعات کے بعد اس وجہ سے نہ کوئی صحابی حضرت صاحب سے
بدظن ہوا نہ سلسلہ بیعت میں کچھ فرق آیا۔ نہ کوئی لو معاملہ ہوا۔ مگر نہ جانے [۵]
مرزا صاحب فرائض الٰہی کے پورا کرنے میں کیوں اس قدر ترسان و لرزان
معلوم ہوتے ہیں اور جماعت کی شرافت کے گیت خواہ مخواہ ہی گا رہے ہیں۔ [۵]
خونِ ناحق کہیں چھپتا ہے چھپائے سے امیرؔ کیوں مری لاش پہ بیٹھے ہیں وہ دامن ڈالے
ب۔ جواب :۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ایسا کام ہماری جماعت کب کر سکتی ہے
اس میں بڑے بڑے معزز اور شریف لوگ ہیں۔ وغیرہ ؛۔ محمد علی شاید اس سے
مستثنیٰ ہو جس نے پورا شرافت کا ثبوت دیا۔ اور احمدی جماعت نے بھی دینی
ہمدردی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ جب گورنمنٹ کے گھر میں کوئی پیش
نہ گئی۔ پھانسی ملی تو آخری فرض بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کا بھی پورا کر دیا۔ خیر یہ
بات تو مرزا صاحب کے بعد کی ہے۔ لیکن ہم مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں جو
انہوں نے اپنے مریدوں کے لیئے اپنے قلم سے تحریر فرمائے ہیں۔ لکھتا ہوں۔
تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ مرزا صاحب اپنی جماعت کو کہاں تک شریف اور
مہذب سمجھتے ہیں۔ اور اس بات کی کیا حقیقت ہے۔ کہ میری جماعت بڑی شریف
ہے۔ دیکھیئے شہادت القرآن کے خاتمہ پہ عنوان ہے " التوائے جلسہ " ۲۷۔
دسمبر ۱۸۹۳ء اس میں جو صلواتیں مریدوں کو سنائی ہیں۔ ان کا انتخاب

۵۔ اگر احمدی حضرات یہ بہانہ پیش کریں کہ وہ تو مقابل کی طاقت رکھتے تھے بادشاہ
تھے اگر یہ طاقت کب ہوتی ؟ ان کو سزا کا خوف نہیں تھا۔ ہم دوسری طاقت کے ماتحت ہیں
اس لیئے ہمارے لیئے دوسرے اسباب ہیں۔ کیونکہ ہمیں سزا کا خوف ہے تو ہم اس کا خیال اسلامی
نقطہ خیال سے دینگے۔ کہ جو پیغمبر اصلاح خلق کے لیئے مامور کیئے جاتے ہیں وہ غلام نہیں رہ سکتے
یا وہ خود قتل وغیرہ ہو کر اس قوم سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور وہ علیحدگی اصلاحِ خلق

بقیہ بر صفحہ ۲۰۲

کرکے نیچے لکھتا ہوں۔ تمام عبارت لکھنے سے کتاب میں بے فائدہ زیادتی ہوگی۔ ناظرین خود ہی اصلی کتاب ملاحظہ فرمائیں۔

اس جلسہ کا مدعا یہ تھا۔ کہ ہماری جماعت کے لوگ بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کریں۔ کہ ان کے دل آخرت کی طرف جھک جائیں مگر اس پہلے جلسہ کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا۔ … بلکہ جلسہ کے دنوں میں ہی شکایت سُنی گئی۔ کہ وہ اپنے بعض بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں۔ اور بعض اپنے آرام کے لئے دوسروں سے کج خلقی ظاہر کرتے ہیں۔ اسی نالائق رنجش اور خود غرضی کی سخت گفتگو بعض مہمانوں میں باہم ہوتی دیکھی ہے… جیسے لوگ ریل میں لڑتے ہیں۔ سو ایسا یہ اجتماع بھی بعض اخلاقی حالتوں کے بگاڑنے کا ایک ذریعہ معلوم ہوتا ہے…. ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے آج تک کوئی اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور الٰہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ بعض اصحاب بیعت …. کے بعد ویسے ہی کجدل ہیں۔ انہیں سفاہت اور خود غرضی اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنے ادنے خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے کے دست بدامن ہوتے ہیں۔ اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا

ہوتے ہیں۔

بغیدملت۔ کا باعث ہوتی ہے۔ یا دوسری سلطنتوں کو زیر یا ہلاک کردیتے ہیں۔ جن لوگوں کو پیغمبر یا رسول کہا گیا ہے۔ اگرچہ عموماً وہ پہلے غریب تھے۔ مگر بعدہٗ ان کو ایسی طاقت حاصل ہوگئی۔ کہ وہ غلام نہ رہے۔ اب مرزا صاحب حضور مگا جس قوم کی اصلاح اور کسر صلیب کے لئے مامور کئے گئے تھے۔ انہیں اسی قوم کا غلام ہو کر جینا اسلامی نقطہ نگاہ سے اس بات کا بدیہی ثبوت ہے۔ کہ وہ پیغمبر یا رسول نہیں تھے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ وہ بواسطہ حضرت محمد رسول تھے تو ہم کہیں گے کہ بواسطہ حضرتِ غلام بھی نہ رہتے۔

کر لیتے ہیں۔ بلکہ بعض میں ایسی بد تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھتا ہے تو وہ سختی سے اس کو اٹھانا چاہتا ہے۔ اگر نہیں اٹھتا۔ تو چارپائی کو الٹ دیتا ہے۔ اور اس کو نیچے گرا دیتا ہے۔ دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور اسے گندی گالیاں دیتا ہے۔ اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہوں۔ ..... اور مخاصمانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے۔ اور انسانیت تہذیب، صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے۔ وغیرہ۔

پھر دیکھئے تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۷ و ۶۷۔ لیکن وہ لوگ کہ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں اور جن کو مرنا ہرگز یاد نہیں ہیں اور میرا خدا ان سے بیزار ہیں۔ میں بہت خوش ہوں گا۔ اگر ایسے لوگ ایسے پیوند کو قطع کریں۔ لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جاویں کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔ نہ ان کی نظر پاک ہے اور نہ ان کا دل پاک ہے۔ اور نہ ان کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے۔۔ وغیرہ۔

مرزا صاحب نے اپنے مریدوں کے متعلق جو کلمات لکھے ہیں۔ اس سے اس سعید[۵۱] گروہ کی کیفیت بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ خیر ہمیں اس سے زیادہ بحث نہیں۔ ہم تسلیم کئے لیتے ہیں کہ آپ کا گروہ بڑا سعید آپ کی جماعت بڑی معزز بڑی شریف نیک دل پاک دامن راستباز وغیرہ جو آپ کہیں ہے۔ بقول آپ کے یہ کام کسی بدمعاش بے ایمان حرامی خود غرض۔ لالچی وغیرہ کا ہے۔ تو پھر دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ کون شخص ہے جس نے

۵۱۔ ازالہ اوہام ص

یہ کام سرانجام دیا۔ اور سب کی اور آپ کی بھی لعنت ملامت کا نشانہ بنا۔ اس کیلئے مرزا صاحب کے مختلف اقوال ہیں جنہیں ہم نیچے درج کرتے ہیں۔

(۱) خدا کی طرف سے سزا کے لئے فرشتہ کا تقرر۔ (۲) کسی انسان کے دل کو خدا نے قتل پر اُبھارا (۳) خدا خود اپنے رسول کے لیئے لڑا۔ (۴) نہ جانے قاتل فرشتہ تھا یا انسان۔

جواب

(۱) سزا کے لیئے فرشتہ کا تقرر۔ آج ۲۔ اپریل ۱۸۹۳ء؁ صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا.... اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب[1] شکل گویا اس کے چہرہ سے خون ٹپکتا ہے۔ میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا....

(۱) جو شخص خواب کی وجہ تسمیہ جانتے ہیں اُن کو معلوم ہے کہ خواب کیوں آتے ہیں کیونکہ خواب یا تو خواہشات اور خیالات کا تتمہ ہوتے ہیں۔ یا دماغ پر نیک و بد اثر پڑنے سے بوجہ خرابی ہاضمہ یا دیگر خارجی اثرات سے انہی کا عکس نظر آتا ہے جس کے لیئے مرزا صاحب کو بھی اقرار ہے۔ جیسے دین محمدی کا انسانی شکل کے اندر خواب میں ظاہر ہونا۔ اور کبھی اعمال نیک اور بد کبھی اشکال جسمانیہ میں نظر آجایا کرتے ہیں اس سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب کے دل میں جو خیالات اور منصوبے پنڈت جی کے لیئے موجود تھے۔ وہی شکل شداد غلاظ فرشتہ کے متمثل ہوکر خواب میں نظر آنے لگے جیسے کہ جب کوئی شخص بلی کو چھیچھڑوں کے خواب۔ الغرض یہ کشف مرزا صاحب کی اندرونی تصویر کا خاکہ ہے ایسے ہی ایک اور خواب بھی مرزا صاحب کو اسی قسم کا آیا جس سے سارا مدعا اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ خدا نے ایک خون کا نشان دکھایا وہ خون کپڑوں پر پڑا جو اب تک موجود ہے۔ یہ خون کیا تھا وہی لیکھرام کا خون تھا۔ سراج منیر صفحہ ۳۲ تبلیغ رسالت ۵۵ سرمہ چشم آریہ کے حوالہ سے اس کو تبلیغ رسالت میں لکھا ہے۔ مگر مجھے وہاں نہیں ملا۔ بے شک بمصداق ....

بقیہ حاشیہ برصفحہ ۲۰۵

مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں ملائک شداد غلاظ میں سے ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ٢٠٤ ~ خونِ ناحق کی شہادت کے لئے بن بن کے تیل ؛ دستِ قاتل پہ کئی قطرے لہو کے جم گئے ؛ یہ خون کی چھینٹیں جب تک دنیا موجود رہیگی آپ کے ہی دامن پہ بدنما دھبوں کی صورت میں پڑی رہینگی۔ اس سے چھٹکارا نہیں ہوگا۔ صاحبان یہ مرزا صاحب کے اندرونی خیالات ہیں۔ جو کشف میں متشکل ہو کر مختلف صورتوں میں آپ کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ ~

ہونے والا ہے کسی بے کس کا ان خوابوں سے خون
یہ پتہ چلتا ہے ہم کو حالِ رویا دیکھ کر

پس مرزا صاحب کے یہ دونوں خواب ہمارے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ آپ کے دل میں کیسے جذبات تھے۔ علاوہ ازیں فرشتے نے دو آدمیوں کا نام دریافت کیا۔ مگر مرزا صاحب کو دوسرے کا نام یاد نہیں رہا۔ مگر اتنا ضرور یاد ہے کہ وہ ان چند آدمیوں میں سے تھا۔ جن کے متعلق وہ اشتہار دے چکے ہیں۔ زبان چاہئیں اس جدت طرازی اور لوگوں کو ڈرانے اور پھر ڈرا کر بدیدیہ دعا روپیہ حاصل کرنیکے کیونکہ اگر ایک کا نام لکھ دیتے تو پھر ممکن تھا کہ وہ ڈرتا یا نہ ڈرتا۔ اب تو جتنے آدمیوں کے متعلق اشتہارات نکل چکے ہیں وہ سب دل میں ڈریں گے۔ کہ نہ جانے خواب کا نزلہ کس پر گرتا ہے۔ اور کون اس خنجر کا نشان بنتا ہے۔ کیونکہ کمزور آدمیوں کو ڈرانے کا یہ سب سے اعلیٰ طریقہ ہے۔ ~ نکلنا تخت خنکل ہو نہ کیونکر کوئے قاتل سے ؛ وہاں پر تو ہزاروں تیغ پڑے ہیں نیم بسمل سے - ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ کیا ہزاروں آدمیوں کے متعلق مرزا صاحب اشتہار دے چکے تھے۔ اب نہیں کیونکہ خود ہی لکھتے ہیں کہ چند آدمیوں کے متعلق بات ہے۔ چند آدمیوں میں اتنا مغالطہ لگ گیا بقیہ بر صفحہ ٢٠٦

ایک دوسرے شخص کا نام لیا۔۔۔۔ تب میں نے اس وقت سمجھا۔ کہ یہ شخص لیکھرام اور
دوسرے شخص کی سزا دہی کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ مگر دوسرے شخص کا نام یاد نہیں رہا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۵ - کہ آخر عمر تک یاد نہ آیا۔ اور نہ وحی سے اور نہ خدا سے دریافت کر سکے
کہ کون تھا۔ (تاکہ اس کے لئے دعا کرتے۔ حقیقۃ الوحی) سو یہ لنگڑا کشف تب تک سوچنے کے
قابل نہیں جب تک کہ اس دوسرے آدمی کا نام نہ بتایا جاوے۔ کیونکہ آدھی بات غلط
ہونے پر دوسری نصف بھی پایہ اعتبار سے ساقط ہو جائیگی۔ یا کیا اب تک۔ وہ کاذ پ
فرشتہ اس آدمی کو تلاش ہی کر رہا ہے۔ خیر مرزا صاحب تو اپنی زندگی میں نہ جانے کس
مصلحت کے سبب اس کا نام ظاہر نہ کر سکے۔ مگر ہم اب بھی احمدی دوستوں سے مطالبہ
کریں گے۔ کیونکہ اس وقت تک فرزند دلبند۔ گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق
والعلا کان اللہ نزل من السما کا وجود مبارک تو پایہ تخت میں موجود ہے۔ وہی
خدا سے دریافت کر کے اس سوال کا جواب دیدیں۔ کہ وہ دوسرا شخص کون تھا۔ کیا
اب تک فرشتہ اس کے پیچھے ہی لگا ہوا ہے۔ یا کہ بچارا فرشتہ ہی کہیں قید ہو کے رہ گیا۔ یا
کوئی اس فرشتہ کی چھُری کا نشانہ بن چکا ہے۔ ہمیں علم نہیں۔ دونوں آدمیوں کی سزا
کے لئے وہ فرشتہ بنایا گیا تھا۔ سو اپنا کام کر کے پھانسی کے تختہ پر چڑھ گیا ہے۔ نیز
مرزا صاحب تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت
اس حد تک ہوگا۔ کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائیگا۔ اور نابالغ بچے نبوت
کریں گے۔ اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے۔ ضرورۃ الامام صفحہ ۵۔ اگر
خلیفہ صاحب ایسا ت کو کسی وجہ سے دریافت کرنا نہیں چاہتے تو براہ نوازش کوئی
نابالغ لڑکا کوئی عورت یا عوام الناس میں کوئی صاحب ہی دریافت کر کے دوسرے شخص کے نام کا اعلان
کر دیں۔ تاکہ مرزا صاحب کا لنگڑا الہام پورا ہو جائے۔ اور لوگ بھی مطمئن ہو
جائیں۔

.....ہاں وہ انہی چند آدمیوں میں سے تھا۔ جن کی نسبت میں اشتہار دے چکا ہوں
برکات الدعا ٹائیٹل پیج آخری۔ حقیقت الوحی صفحہ ۲۸۴۔ تریاق القلوب ۲۶۲
تبلیغ رسالت ۱۸/۶۔ سراج منیر ۱۸۔ استفتاء ۱۴ وغیرہ۔ اس کے علاوہ تریاق
القلوب حاشیہ صفحہ ۲۹۱ میں لکھا ہے۔

کہ ایک فرشتہ لیکھرام کے قتل کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ ان دونوں حوالوں
سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک فرشتہ سزا یا قتل کے لئے مامور کیا گیا ہے۔

(۲) یعنی کسی انسان کے دل کو خدا نے ابھارا۔ اس کے لئے مرزا صاحب لکھتے ہیں
کہ یہ ظاہر ہے کہ اس پیشگوئی میں کسی انسان کے دل کو خدا نے ابھارا تاکہ اس کو
قتل کرے۔ سراج المنیر صفحہ ۲۰۔ تبلیغ رسالت ۵۶/۹۔

(۳) لیکھرام کے متعلق جو پیشگوئی ظہور میں آئی وہ درحقیقت خدا کی ایک چمکار
تھی گویا کہ خدا اپنے رسول کے لئے خود آتر کر لڑا[۵۱]۔ نزول مسیح صفحہ ۱۴۴

(۴) مگر قاتل اب گم ہوا کہ نہیں معلوم کہ آیا وہ آدمی تھا یا فرشتہ تھا جو آسمان
پر چڑھ گیا۔ چشمۂ معرفت ص ۱۲۶

یہ چار قسم کے اقوال مرزا صاحب کے اس بارہ میں ہیں۔ اگر نمبر ۴ بطور مبالغہ
و اظہار تعجب سمجھ کر چھوڑ دیا جائے تو باقی تین رہ جاتے ہیں۔ کچھ بھی ہو۔ فرشتہ
مقرر کیا ہو۔ آدمی کے دل کو ابھارا ہو۔ یا خدا خود رسول کے لئے لڑا ہو۔ ان تینوں
میں سے بھی قطع نظر اور باتوں کے ایک ہی مفہوم نکلتا ہے۔ کہ خدا[۵۲] نے اس کام
کو سر انجام دیا۔ اگرچہ ہم پہلے ہی اس کے متعلق کچھ لکھ آئے ہیں۔ کہ یہ فعل خدا کی

۵۱۔ کیوں نہ لڑتا شیر خدا ہے۔ ابن رحیم ہے اور شریف اور سعید جماعت کا پیر و مرشد ہے
۵۲۔ اب تو ایسے شخص کا نام مرزا صاحب نے لگا دیا۔ جو گورنمنٹ کے قانون سے آزاد
ہے۔ کیونکہ لا یسئل عما یفعل و ہم یسئلون۔ تبلیغ رسالت ۴۲/۹

طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا .... اور مرزا صاحب کے ہی پیش کردہ معیار پر اس کو پرکھتے ہیں۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ایماندار کو ملعون بنایا گیا۔ کیا یہ فعل تبیع خدا کی طرف منسوب ہو سکتا ہے[۵۱] اعجاز احمدی ص۲۹ اس کسوٹی پر ہم مرزا صاحب کے اس دعوے کو رگڑ کر رگڑتے ہیں۔ کہ کیا یہ دعوے درست ہو سکتا ہے۔ کیوں صاحب خدا نے اول اس شخص کو کاذب بنایا۔ کیونکہ اس نے آکر جھوٹ بولا کہ میں پہلے ہندو تھا" اور دھوکا باز بنایا۔ کہ میں شدھ ہونا چاہتا ہوں نمک حرام بنایا۔ کیونکہ پنڈت جی کا نمک کھا کر اس کو حرام کیا۔ اعتبار جما کر پھر مکاری کی۔ وشواس گھاتی اور دغا باز بنایا۔ بیمار ہونے کا جھوٹا بہانہ بنا کر دینی ضمیر کا خون کیا مکار بنایا۔ احسان کے بدلے قتل کر کے محسن کش بنایا بھاگ گئے سے بزدل بنایا۔ گورنمنٹ کے قانون کو ہاتھ میں لیکر قانون شکن بنایا وغیرہ۔ گویا کہ خدا نے اس شخص کو مرزا صاحب کا الہام پورا کرنے کے لئے۔ کاذب مدرع۔ نمک حرام۔ وشواس گھاتی۔ دغا باز۔ مکار۔ ضمیر فروش۔ محسن کش۔ بزدل قانون شکن بنایا۔ تب جا کر کہیں رسول قادیان کی عزت[۵۲] کو بچایا۔ قربان جائیں ایسے خدا کے اور ایسے رسول کے کہ خدا کو اسقدر ذلیل ہونا پڑا اور ایک انسان کو انسانیت کے درجہ سے گرایا۔ ایسا خدا احمدی بھائیوں کو مبارک ہو۔ اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر ملعون بنانا خدا کا کام نہیں تو اس میں خدا نے اس شخص کو ملعون بنایا ہے یا نہیں

۵۱۔ منسوب ہو یا نہو۔ خدا کی بہتہ یا نہ رہے مگر مرزا صاحب کے الہام میں آنچ نہ آنے پائے

۵۲۔ ایک طرف تو مرزا صاحب گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے نہیں تھکتے دوسری طرف قانون شکن کو فرستادۂ خدا کہتے ہیں۔

۵۳۔ کیونکہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اگر یہ الہام پورا نہ ہوتا تو میرا کیا دھرا جاتا۔ ضرورۃ الامام ص۴۵

اگر بنایا ہے۔ تو یہ خدا کا کام نہیں۔ اور اگر خدا نے کسی بدمعاش اور بے ایمان کے دل کو اُبھارا تو ایسا خدا بھی خدا کہلانے کا مستحق نہیں جو اپنے کاموں کو پورا کرنے کے لئے بدمعاشوں کا دستِ نگر ہوتا ہے۔ یہ خدا کی شان سے بعید ہے اس لئے خدا کے ذمہ اسکو لگانا خدا کو اس کی خدائی سے گرانا ہے۔

جواب (ن ح) تیسری بات یہ ہے۔ کہ ہم مرشد کو اور مرید کو کتوں سے بدتر اور نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں جو اپنے گھر سے پیشگوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے اپنے مکروفریب سے ان کے پورا ہونے کے لئے کوشش کرے اور کرادے۔ تبلیغ رسالت پنجم سراج منیر صفحہ ۲۵۔

مرزا صاحب کی یہ ایک ایسی تحریر ہے جو ہر ایک پڑھنے والے کو شک میں ڈالتی ہے کیونکہ (بقول آپکے) آپنے خود ہی اس کام کے لئے دعا کی۔ جسے خدا نے منظور کیا لیکن وہ ایک خدائی حکم ہے۔ تو پھر ایسے کام کے لئے جو عین خدا کا اور اُس کے رسول کا حکم ہے آپ اپنی جماعت کے لئے کانوں پر ہاتھ کیوں رکھتے ہیں کیا آپ ایسا کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب بقول آپ کے خدا نے کسی آدمی کے دل کو قتل کے لئے اُبھارا۔ تو اس کام کے لئے اس نے ترجیح کسی ۹۲ احمدی ہی کو دی ہو۔ (کیونکہ آپ تو قاتل کے لئے اپنی قطعی لاعلمی ظاہر کرتے ہیں) تو پھر آپ کس طرح اپنی جماعت کو اس سے مستثنیٰ کر سکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہماری جماعت شریف

۹۱۔ کیوں جناب آپ ایسے فعل کرنے والے مرید کو کتوں سے بدتر سمجھتے ہیں۔ مگر جس نے یہ فعل کیا اور کرا دیا اُس کو کیا سمجھتے ہیں اگر کسی مرید سے یہی خدا نے کروا دیا ہو تو پھر بھی اس کو کتوں سے بدتر سمجھو گے یا نہیں۔

۹۲۔ کیونکہ دوسرے مسلمانوں کی نسبت ترجیح دینے کے لائق احمدی ہی ہو سکتا ہے تاکہ ترجیح بلا مرجح کا نقص بھی لازم نہ آوے۔

اور سعید ہے۔ کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں۔ کہ چونکہ آپ کی جماعت سعید ہے
اس لئے یہ کام اس کا ہے جو سعید نہیں۔ اور وہ غیر احمدی ہوگا اور غیر احمدیوں میں
سے بھی مسلمان ہوگا۔ کیونکہ اس میں کسی کو انکار نہیں۔ کہ قاتل مسلمان تھا۔ خواہ احمدی
ہو خواہ دوسرا۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ احمدی تو وہ ہوگا ہی نہیں۔ پھر دوسرا مسلمان ہوا
اب دوسرے مسلمان سمجھ لیں کہ مرزا صاحب کے کہنے کے بموجب وہ کیا بنتے ہیں۔ یہ
ایک معقول وجہ شک کی ہے۔ دوسری وجہ شک کی یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کا اپنا
خیال ایسے معاملات میں جیسے وہ آئینہ کمالات میں ظاہر کر چکے ہیں۔ اس کے بالکل بر
خلاف ہے۔ لہذا ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ یہ سب کچھ قانون کے خوف سے لکھا جا رہا ہے
آپ لکھتے ہیں۔ جسے احمدی بھائیوں کو غور سے پڑھنا چاہیئے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں تدبیر اور انتظام کے لئے ہمیں
حکم فرمایا ہے اور ہمیں مامور کیا ہے۔ کہ جو حسن تدبیر اور انتظام خدمت اسلام کے لئے
ہم قرین مصلحت سمجھیں۔ اور دشمن پر غالب ہونے کے لئے مفید خیال کریں وہی بجا لاویں
جیسا کہ وہ عزاسمہ فرماتا ہے۔

واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ۔ یعنی دینی دشمنوں کے لئے ہر ایک قسم کی تیاری جو
کر سکتے ہو کرو۔ اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے جو قوت لگا سکتے ہو لگاؤ۔ آئینہ کمالات
اسلام کے خاتمہ پر تبلیغ کی نشانی ص ۵ و تبلیغ رسالت جلد دوم ص ۱۳۶۔

کیا مرزا صاحب کے یہ کلمات مریدوں کو برانگیختہ اور مشتعل کرنے والے نہیں ہیں۔ کہ دینی
دشمنوں کے لئے ہر ایک قسم کی تیاری جو کر سکتے ہو کرو۔ اور پھر یہ کہنا کہاں تک درست
ہے کہ اپنے گھر سے پیشگوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے مکر و فریب سے ان کے پورا ہونے
کے لئے کوشش کرے اور کرا دے۔

پیشگوئی پورا کرنے کے لئے ممنوع چیز کا استعمال درست ہے۔ دیکھئے مرزا صاحب

کیا فرماتے ہیں:-

یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے کوشش کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قرآن شریف سے بے خبر ہیں۔ یا اندر ہی اندر جانتے اندازہ نہیں لیا ہے۔ اے نادانو! خدا نے پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے کوششوں کو حرام نہیں کیا۔ کیا تم کو وہ حدیث بھی یاد نہیں جس میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے ایک صحابی کو سونے کے کڑے پہنا دیئے تھے اور یہ بھی حدیث ہے۔ کہ اگر کوئی رویاء دیکھو اور اس کو خود پورا کر سکتے ہو تو اپنی کوشش سے اس خواب کو پورا کر دو۔ تتمہ حقیقت الوحی حاشیہ صفحہ ۳۲

اب مرزا صاحب کے اس بیان سے مطلع بالکل صاف ہو گیا ہے کہ پیشگوئی پورا کرنے کے لئے مکر و فریب تو ایک طرف رہا۔ حرام چیز کا استعمال بھی ممنوع نہیں۔ کیونکہ ہمارے احمدی دوست یہ حجت پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ پیشگوئی میں اپنا سب کوشش کرنا تو جائز ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے خود ہی اس کا حل بھی کر دیا۔ اور سونے کے کڑے پہنانے کی جو شرعاً حرام ہے مثال دیدی۔ اب احمدی دوستوں کو حجت پیش کرنے کا موقع نہیں رہا۔ کیونکہ پیشگوئی کا پورا کرنا تو اس قدر بڑی ہی ضروری بات ہے کہ اس کے لئے حرام چیز کا استعمال کرنا کرانا بھی ممنوع نہیں۔ اور پھر مرزا صاحب نے خواب کی بات بھی اس کے ساتھ ہی کر دی۔ اور پنڈت لیکھرام جی کے متعلق بھی خونی فرشتے کا کشف دیکھا تھا۔ اس لئے مکر و فریب والا معاملہ بھی حل ہو گیا۔ بہرحال اس حدیث سے سونے کے کڑے جو شرعاً حرام ہیں۔ ان سے اپنی خوابوں کے لئے اپنے ہاتھ سے پورا کرنے کے لئے دلیل گھڑ لی گئی ہے " آگے مرزا صاحب فرماتے ہیں:-

یہ کہنا کہ پیشگوئی کے بعد احمد بیگ کی لڑکی کے نکاح کے لئے کوشش کی گئی اور طمع دی گئی اور خط لکھے گئے۔ عجیب اعتراض ہے۔ اگر کوئی کوئی ایسی

کوئی بات بطور پیشگوئی ظاہر فرما دے۔ اور ممکن ہو کہ انسان بغیر فتنہ اور ناجائز
طریق کے اسے پورا کر سکے تو اپنے ہاتھ سے اسے پورا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مسنون ہے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنا فعل اس کی ثبوت کے لئے کافی ہے۔ اور
پھر حضرت عمرؓ کا ایک صحابی کو کڑے پہنانا دوسری دلیل ہے۔ اور اسلام کی ترقی
کے لئے یہی قرآن شریف میں ایک پیشگوئی تھی۔ پھر کیوں اسلام کی ترقی کے لئے
جان توڑ کر کوشش کی گئی تھی۔ یہاں تک مؤلفۃ القلوب کے لئے کئی لاکھ روپیہ
دیا گیا۔ حقیقت الوحی صفحہ ۱۹۱۔

اس میں طمع اور لالچ دیکر جو مؤلفۃ القلوب یعنی اسلام کی طرف رغبت دلائی
گئی ہے۔ اس سے مرزا صاحب نے سند پکڑی ہے اور سونے کے کڑوں سے بھی
جن کا پہننا شرعاً ممنوع ہے۔

اب دیکھنا ہے کہ کیا مرزا صاحب نے محمدی بیگم کے نکاح کے لئے جائز کوششیں
کیں؟ ہم اس مضمون کو درج طور پر مفصل اس کتاب میں نہیں لکھ سکتے۔ کیونکہ
ہمارا یہ موضوع نہیں ہے۔ ہم سے صرف اس کا اسی قدر تعلق ہے۔ کہ کیا مرزا صاحب نے
اس نکاح کے لئے تمام کوششیں جائز کی ہیں جسے ہم مختصر طور سے لکھتے ہیں۔
(۱) واضح ہو کہ مرزا احمد بیگ ایک زمین کے ہبہ نامہ کے سلسلہ میں مرزا صاحب کے
پاس ان کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے آیا۔ کیونکہ اس کی ہمشیرہ کا خاوند ۲۵
سال سے مفقود الخبر تھا اور وہ مرزا صاحب کا چچا زاد بھائی تھا۔ زمین اس کی
ہمشیرہ کے نام ہو چکی تھی۔ اب وہ یعنی مرزا احمد بیگ اس زمین کو اپنے لڑکے
محمد بیگ کے نام اپنی ہمشیرہ کی رضامندی سے کرانا چاہتا تھا۔

نوٹ۔ اب تو معاملہ صاف ہو گیا۔ وہ یہ کہ قرآن شریف میں اسلام کی ترقی کے لئے پیشگوئی
کی گئی اس کے لئے آں حضرتؐ اور آپ کے صحابہ کرام نے سر توڑ کوششیں کیں۔ بقیہ صفحہ ۲۱۳

کیونکہ اس میں ان کی رضامندی ضروری تھی۔ جب مرزا صاحب کے پاس آکر اس نے کہا۔ تو مرزا صاحب نے ایک شرط بحکم خدا پیش کر دی کہ تم اپنی بڑی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔ اس صورت میں مجھے زمین کے ہبہ کرنے کا حکم ملگیا ہے۔ جس کے تم خواہشمند ہو۔ بلکہ اس کے علاوہ اور زمین بھی دی جائے گی۔ اور دیگر مزید احسانات تم پر کئے جاویں گے۔ (۱) یہ کس قدر ناجائز مطالبہ ہے کہ ہبہ نامہ پر دستخط کرنے کے بدلے میں لڑکی کو نکاح کے لئے طلب کیا جاتا ہے جسے کوئی بھی غیور انسان منظور نہیں کر سکتا۔ (۲) لالچ دیکر نکاح کے لئے آمادہ کرنا۔ یعنی اگر تو اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دیگا تو میں عہد کرتا ہوں۔ انی اعطی بنتک ثلثا من ارضی ومن کل ما ملکتہ یدی ولا تسئلنی خطۃً الا اعطیک ایاھا وانی من الصادقین۔ آئینہ کمالات صـ ۵۷۳

تحقیق میں تیری بیٹی کو اپنی زمین اور تمام ملکیت کا ⅓ حصہ عطا کر دونگا اور اس کے علاوہ جو بھی خطہ تو کہے گا اس کو دوں گا۔ تحقیق میں صادقین میں سے ہوں۔ وقل انی امرت لاھبک ما طلبت من الارض ارضاً اخریٰ معہا واحسن الیک باحسانات آخری علی ان تنکحنی احدی بناتک التی ھی کبیرتھا۔ آئینہ کمالات اسلام صـ ۵۷۲۔ اور کہہ کہ تحقیق مجھے خدا کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ البتہ تجھے ہبہ کر دوں گا جو زمین تو نے طلب کی ہے۔ اور اس کے ساتھ دوسری زمین

بقیہ حاشیہ ۵ از صفحہ ۲۱۲۔ اور طمع بھی دی۔ مگر آپ کی جب باری آئی ہے۔ کہ آپ نے [illegible] جی کے لئے پیشگوئی کی پھر اس کو پورا کرنے کے لئے کانوں پر ہاتھ کیوں رکھتے ہیں [illegible] غیرت نے اس مسنون طریقہ کی پیروی سے آپ کو باز رکھا۔ اور ساری پیغمبری شان کا خاتمہ کر دیا۔ ورنہ صاف اس سنت نبوی پر عمل کرتے۔ تب ہم بھی جانتے کہ لڑکی بھی آپکے نشان کی تائید ہو جاتی ورنہ عذاب ہی کا نشان بنتی"

بھی دوں گا۔ اور دیگر اعانات بھی کروں گا۔ بشرطیکہ تو اپنی بڑی لڑکی کی شادی مجھ سے کردے۔ ۵ٍ

اقول ان خطبت لی الصبیۃ الکبیرۃ ؛ بعوض آں بہ بخشم کل زمین قادیانی را

اب جائے غور ہے کہ جناب مرزا صاحب کی دو بیویاں پہلے موجود ہیں اور صاحب اولاد بھی ہیں۔ اور پھر بھی تیسری بیوی کی خواہش کرتے ہیں اور اس کو صرف دو تہائی حصہ دینے کا وعدہ کرتے ہیں بلکہ اور بھی دینے کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ بات بلحاظ تقویٰ اولاد کہاں تک درست ہے۔ اسوقت مرزا صاحب کی عمر

(۳) وکانت بنت ھذہ المخطوبۃ جاریۃ حدیثۃ السن عذراء و کنت حینئذ جاوزت الخمسین آئینہ کمالات صفحہ ۵۷۴

یعنی یہ اس کی لڑکی ابھی کمسن چھوکری ہے اور میری عمر اس وقت پچاس سے تجاوز کر چکی ہے۔ یہ عمر تو اس وقت تھی۔ جبکہ اس الہام یعنی سلسلہ جنبانی کرنے کی ابتدا تھی۔ مگر مرزا صاحب تو آخر دم تک اسی تمنا میں رہے۔ دیکھئے مرزا صاحب کا عدالت گورداسپور میں بیان ؛۔

عورت اب تک زندہ ہے اور وہ میرے نکاح میں ضرور آئے گی
امید کیسی یقین کامل ہے۔ الحکم ۱۰۔ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۳ کالم ۳

غالباً مرزا صاحب کی عمر اس وقت ۶۲ سال کی تھی۔ اور اس وقت بھی شادی ہو جانے کا یقین تھا۔ کیا اس عمر میں شادی کرنا اس وقت جبکہ دو بیویاں نہیں ایک ہی رہ گئی تھی کیونکہ ایک تو اس کے سر چڑھ کر طلاق ڈال دیا تھا) اور اس زمانہ میں کوئی انسان جائز قرار دے سکتا ہو

۵۱۔ ہے کس کا انتظار کہ خواب عدم سے بھی ؛ ہر بار چونک پڑتے ہیں آواز پار کھیا تھ
۵۲۔ جبکہ ہندوستان کی عمر اور دیگر احباب گم ہو چکے ہیں،،

(۱۴) رشوت یا انعام :- ایک دفعہ حضرت صاحب جالندھر جا کر قریباً ایک ماہ ٹھہرے تھے اور ان دنوں محمدی بیگم کے ایک حقیقی ماموں نے محمدی بیگم کا حضرت صاحب سے رشتہ کرا دینے کی کوشش کی تھی۔ وہ حضرت صاحب سے کچھ انعام کا بھی خواہاں تھا۔ اور چونکہ محمدی بیگم کے نکاح کا عقدہ زیادہ تر اسی شخص کے ہاتھ میں تھا۔ اس لئے حضرت صاحب نے اسے کچھ انعام دینے کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔۔۔۔ (یہ شخص) حضرت صاحب سے کچھ روپیہ اڑانا چاہتا تھا۔۔۔۔ والدہ صاحبہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت صاحب نے بھی اس شخص کو روپیہ دینے کے متعلق بعض حکیمانہ احتیاطیں ملحوظ رکھی ہوئی تھیں۔ سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۷۴۔ اچھا رشوت کے سے ہتک ہوتی ہے تو انعام ہی سہی۔ کیا یہ انعام و اکرام ایک الہامی نکاح کے سلسلہ میں ایک رسول اور پیغمبر جس کے ہاتھ میں زندہ اور فنا کرنے کی طاقت دی گئی ہو جائز امر کہا جا سکتا ہے؟ (۵) دہم نے تیرے ہجر میں کیا کیا نہ کیا) بلکہ اس نے کیا تھا اگر نکاح ہو گیا تو اس نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہو گا۔ اور اس روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے۔ اور اگر اس کا بھائی فضل احمد جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ والد لڑکی کی بھانجی ہے اپنی اس بیوی کو اس دن جو اس کو نکاح کی خبر ہو۔ اور طلاق نہ دیوے تو وہ بھی عاق اور محروم الارث ہو گا۔ اور آئندہ ان سب کا کوئی حق میرے پر نہیں ہو گا۔ تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ ۱۱۔ کیا لڑکوں کو عاق کرنا۔ بیوی کو طلاق دینا۔ بہو کو طلاق دلانے کی کوشش کرنا۔ صرف اس بات کے لئے کہ مرزا صاحب کیا تھا محمدی بیگم کے والد نے اس کا نکاح نہیں کیا۔ کہاں تک درست اور جائز کیا جا سکتا ہے۔"

(۱۹) مرزا صاحب کے وہ خطوط ہیں جو انہوں نے انہی ایام میں لڑکی کے والدین اور دیگر اشخاص کو لکھے ہیں۔ ان میں منت اور خوشامد کا جو مذموم طریقہ مرزا صاحب

نے اختیار کیا ہے۔ اس کو جائز کہنا تو درکنار بلکہ وہ تو اخلاق کے معمولی درجہ سے بھی گرا ہوا ہے۔ سے

سنتیں کیں۔ بلائیں ہیں اور التجا ہی کی ۞ پھر بھی تھوڑی چڑھی ہم پر اب آخر کیا کریں

اب ناظرین ان تمام مرزا صاحب کی کارروائیوں اور اقوال کہا تھا اس عبارت کو ملا کر غور کیجئے۔ کہ ہم ایسے مرشد کو اور مرید کو کتوں سے بدتر اور نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں کہ جو اپنے گھر سے پیشگوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے اپنے مکر و فریب سے ان کے پورا ہونے کے لئے کوشش کرے اور کرا وے تبلیغ رسالت کہاں تک درست ہے۔ کیا مرزا صاحب نے تمام کوششیں جائز ہی کی ہیں۔ اور سونے کے کڑے پہنانے اور اعداد الہم کی تفسیر اور محمدی بیگم کے نکاح کروانے پر انعام کی منظوری وغیرہ یہ سب جائز امر ہیں (جائز کا مطلب یہ نہ سمجھا جاوے کہ احمدی اس کے لیئے الہام یا اور کوئی کتاب کھول بیٹھیں کہ دیکھو جائز کا مطلب یہ ہے بلکہ ہمارا خیال جائز سے وہ ہے جو عرفا عام میں مسلم ہے)

اب ہم اسی انعام سے شروع کرتے ہیں۔ جہاں پر کہ ہم نے اس کو چھوڑا تھا۔ وہ یہ کہ قاتل کا پتہ نہیں لگا۔ اور یہ پتہ نہ لگنا ہمارے دعوے کا مصدق ہے ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ قاتل کا پتہ نہ لگنا یہ تصدیق کے لئے معیار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قاتل کی فراری صحت جرم کے منافی نہیں ہے۔ یہ ایک اتفاقی امر ہے کیونکہ ہشیار قاتل ہیں جن کا پتہ نہیں لگا۔ اور آئندہ بھی نہیں لگے گا۔ اگر احمدی بھائیوں کو اس کے دیکھنے کا شوق ہو۔ تو گورنمنٹ کی طرف سے آئے دن جو انعامی اشتہارات قاتلوں کی گرفتاری کے لئے نکلتے ہیں ان کا ملاحظہ کر لیا کریں۔ دہلی دربار کے موقع پر بم کیس کا ملزم ابھی تک باوجود اس قدر بھاری انعام رکھنے اور گورنمنٹ کے اعلے انتظام ہونے کے گرفتار نہ ہوسکا۔ ابھی چار سال کا عرصہ بھی نہیں ہوا۔ گ

اسی شہر لاہور میں جبکہ کیسری دل کا جلوس انار کلی جیسے مشہور بازار سے گذر رہا تھا جس جلوس کے ساتھ ہزاروں آدمی اور بیسیوں سپاہی تھے۔ ایک ہندو نوجوان نے تھوڑی سی مزاحمت پر ایک مسلمان کے پیٹ میں چاقو مار کر اُسے ہلاک کر دیا۔ اور سب لوگوں کے دیکھتے دیکھتے ایسا غائب ہوا کہ اب تک اُس کے نام و نشان[ا] کا پتہ نہ لگ سکا۔ مولوی عبدالحلیم صاحب حسن بن صباح کے صفحہ ۲۰۰ پر لکھتے ہیں کہ ایک دن کنراڈ (مچہ سالار) شہر طایر کے بھرے بازار میں ایک فدائی کے خنجر کا نشانہ بنا جس کا قتل شاہ رچرڈ کی خفیہ سازش کا نتیجہ تھا۔ اور اسی طرح فریڈرک ہار برد یورپ کے ایک نامی فرمانروا جبکہ وہ شہر سیلان کا محاصرہ کئے ہوئے تھا خاص یورپ کے وسط میں ایک فدائی کے خنجر سے مارا گیا۔ اور آخر تک پتہ نہ چل سکا کہ وہ فدائی سپین سے آیا تھا۔ یا شام سے۔ اُسے روم والوں نے رشوت دی تھی یا بغداد والوں نے۔

اسی طرح سینکڑوں واقعات تاریخ میں فی زمانہ ایسے ملتے ہیں کہ قاتل گرفتار نہیں ہو سکے۔ اس لئے قاتل کا گرفتار نہ ہونا مجرم کو خدا کا فرستادہ نہیں بنا سکتا۔ اور نہ کسی طرح یہ بات ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ محض آپ کا مغالطہ ہے۔

اب ان تمام باتوں اور ثبوتوں کے بعد ہم کہیں گے کہ یہ محض آپ کا مغالطہ ہے کیونکہ آپ نے یہ بالکل بیجا دعوے کیا ہے جس کا نشان آپ کی کتاب میں پنڈت جی کی زندگی میں نہیں ملتا۔ اگر آپ نے یہ دعوے کیا ہوتا۔ کہ پنڈت جی کا قاتل گرفتار نہیں ہو سکیگا۔ تو اسے پیش کرنے کا آپ کو حق تھا۔ مگر جب آپ نے یہ دعوے ہی نہیں کیا تو پھر اس نئی بات کو لکھ کر لوگوں پر اثر ڈالنا سوائے مغالطہ کے اور کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ بلکہ آپ نے اس کے برخلاف لکھا ہے۔ کتاب البریہ فٹ نوٹ صفحہ ۱۴

ا۔ مگر جہاں پنڈت جی کو شہید کیا گیا تھا۔ وہاں تو کوئی آدمی بھی موجود نہیں تھا۔

وہاں پر ہے کہ قاتل کبھی نہیں ملیگا۔ میرے منہ سے نہیں نکلا۔

ہم تو تب مانتے اور دنیا بھی قائل ہو جاتی کہ اگر قاتل پکڑا جاتا یا خود بخود ہی حاضر ہو کر آپ کی پیشگوئی کے مطابق اپنے آپ کو خدا کا فرستادہ ہونا ثابت کرکے رہا ہو جاتا۔ تب آپ یہ لکھ سکتے تھے۔ مگر اب اس بزدل اور ڈرپوک لئے جو اکیلے بے خیال آدمی کے پیٹ میں چھرا مار کر بھاگ جاتا ہے۔ ایسا لکھنے کی جرأت کر رہے ہیں۔ جبکہ آپ کا کوئی دعوائے اثبات کے لئے موجود نہ تھا۔ اس لئے یہ حجت پیش کرتی کہ قاتل پکڑا نہیں گیا۔ آپ کے دعوے کی تصدیق کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔

عذاب معمولی تکلیفوں سے نرالا ہوگا

اس کی تشریح بھی مرزا صاحب خود ہی کرتے ہیں۔ کہ کوئی معمولی تپ آیا یا معمولی طور پر کوئی درد ہوا یا ہیضہ ہوا اور پھر اصلی حالت صحت قائم ہوگئی تو وہ پیشگوئی مقصود نہیں ہوگی۔ تبلیغ رسالت جلد سوم ص ۱۵۔ برکات الدعا ص ۵
دیکھئے اس فقرے میں کس قدر داؤ پیچ مرزا صاحب نے کھیلے ہیں۔ بمصداق بات وہ کہئے کہ جس بات کے سو پہلو ہوں ۔ کوئی پہلو تو رہے بات بدلنے کے لئے ایک تو یہ کہ کوئی معمولی تپ آیا۔ یعنی غیر معمولی تپ آویگا۔ جس سے اصلی حالت صحت کی قائم نہیں رہ سکیگی۔ کچھ نقص رہ جائیگا۔ یا معمولی درد نہ ہوگا۔ غیر معمولی ہوگا یا ہیضہ ہو گیا اور پھر بدستور صحت قائم ہو گئی یہ نہیں بلکہ ردی حالت قائم رہے گی۔ جو کہ خدا کے قہری نشان کی علامت ہوگی۔ (سامری کی طرح)

دوسرا غلط احتمال جو مرزا صاحب نے نکالا ہے۔ کہ یہ مطلب تھا۔ کہ بیماری وغیرہ نہیں ہوگی کیونکہ اور قہری نشان ہوگا۔ اب ذرا مرزا صاحب کی چالاکی ملاحظہ ہو کہ جس بات کا علم ان کی طاقت سے باہر تھا۔ اس کو کس ہوشیاری سے ٹالتے ہیں۔ کیونکہ

یہ مرزا صاحب کو معلوم ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ کب بیماری آوے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ آدمی پانچ سال بیمار ہی ہو۔ اور بیماری کی پیدائش ایک ایسی حالت میں ہوتی ہے جس کا علم انسان کو نہیں ہو سکتا۔ کہ دوسرا آدمی کب بیمار ہو۔ مگر ایک ایسی چیز جو انسان کے منصوبے میں داخل ہو سکتی ہے اس کو آگے رکھتے ہیں۔ اور جو داخل نہیں ہو سکتی اس کو معمولی بنا کر پیچھے ہٹا رہے ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب کو کیسے علم ہو سکتا تھا کہ پنڈت لیکھرام جی کو کب درد یا بخار وغیرہ ہوگا۔ اس لئے اس نے اس بات کو استادی سے ٹال دیا۔ اور کہہ دیا کہ یہ باتیں زیر بحث نہیں ہیں۔ اور کہیں اگر پنڈت جی سخت بخار یا سخت درد میں مرجاتے یا اصلی حالت صحت پر نہ آتے تو کہہ دیتے بیماری کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ کیونکہ یہ معمولی تپ اور درد وغیرہ نہ تھی بلکہ غیر معمولی تھی۔ جیسا کہ طاعون کے لئے آں حضرت نے کہہ دیا تھا۔ کہ ہمارا مطلب تو یہ سخت طاعون جھاڑو دینے والی قادیان میں نہیں آنے گی۔ ایسے ہی یہاں بھی کہہ دیتے۔ خود رنگ بدل جاتا تو آپ کے بائیں ہاتھ کا کرتب تھا۔

لما تلون الدهر وهو ابو الورى۔ عن الرشد فی انحائه ومقاصده
تلونت حتی قیل انی اخوله۔ ولا عزو ان یحذو الفتی حذو والده ہ

اور اس واسطے اتنی لمبی میعاد رکھ کر چھ سال کے لئے پیشگوئی کی۔ کہ اگر ایسی بات کوئی اس عرصہ میں ہو گئی۔ تو بہتر ورنہ ایک آخری اوزار ایسا ہے جس کو انسان کے منصوبے میں دخل ہے۔ اگرچہ اس کے لئے چھ سال کی مہلت تھی۔ اور یہ کافی دانشمندی ہے۔ کیونکہ یہ اتنا زیادہ وقت تھا۔ اس عرصہ میں انسان ایسی باتوں

ہ جبکہ زمانہ جو مخلوق کا باپ ہے اپنے طریقوں اغراض و مطالب میں رنگ بدلتا ہے۔ تو میں رنگ بدلتا ہوں تاکہ کہا جائے کہ میں اس کے واسطے بھائی ہوں اور اگر لڑکا باپ کے نقش قدم پر چلے تو کوئی عجب نہیں۔

کی طرف توجہ ہی نہیں دیکھتا۔ کیونکہ مہینہ دو مہینہ کا عرصہ ہو تو انسان حفاظت بھی کر سکتا ہے۔ مگر چھ سال کی طویل مدت میں حفاظت محال ہے۔ اس لئے اس قدر لمبا عرصہ پیشگوئی کے لئے کہا گیا۔ کہ یہ عرصہ ہر قسم کے داؤ کے لئے کافی ہے ایک نکتہ اور سمجھنے کے قابل ہے کہ پنڈت جی کی شہادت چار سال اور کچھ عرصہ بعد ہوئی تھی تو اس کو چھ سال کے اندر کہنے کے بھی یہی معنے ہیں۔ کہ جب موقعہ ملا کام پورا کر دیا اس طرح پر تو یہ بھی کہا جا سکتا کہ یہ پیشگوئی آٹھ سال کے اندر پوری ہوئی۔ اگر ایسا نہیں تو سیدھی بات جیسا کہ دنیا کا قاعدہ ہے۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ پانچ سال کے اندر یہ واردات ہوئی۔ دنیا کے اندر آپ کو ایک مثال بھی ایسی نہیں مل سکتی جس نے اس قسم کی اصطلاح کو استعمال کیا ہو۔ کہ دو سال اور تین ماہ ہوں تو کہا جائے کہ یہ بات پانچ سال کے اندر ہوئی۔ بلکہ یہی کہا جائے گا کہ تین سال کے اندر ہوئی۔ اگر ایسا نہ مانیں اور اس بات کو اس پر محدود نہ کریں تو پھر یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ بات تیس سال کے اندر ہوئی پچاس سال کے اندر ہوئی۔ وغیرہ عقلا نے اسی واسطے گنتی کی مختلف حدیں مقرر کی ہیں۔ کہ اس طرح پر ان کے سمجھنے سمجھانے میں غلطی کا احتمال نہ ہو۔ لیکن قطع نظر اس کے مرزا صاحب کی چھ سال والی میعاد کے بھی کوئی معنی نہیں۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں جس کا حوالہ پہلے لکھا دیا جا چکا ہے۔ کہ کبھی زمانہ ایک خاص وقت جو دو انقلابوں کے درمیان ہو مقصود ہوتا ہے کبھی سال اور کبھی مہینہ اس لئے یہ دائرہ اسقدر وسیع ہے کہ جب بھی کام پورا ہو جائے یا اس کے لئے موقعہ میسر ہوا اسی وقت پیشگوئی چسپاں ہو گئی۔ گویا یہ

لہ۔ تو پھر سوال ہو گا کہ پیشگوئی تو جس وقت ان کی موت ہوئی یا کوئی آفت بیماری ہوئی اسی وقت عاید ہو ہی جاتی۔ اس قدر جلدی اور تردد کی کیا ضرورت تھی۔ تو ہم وہی جواب دیں گے جو مسٹر ہنری مارٹن کلارک نے دیا تھا کہ تین پیشگوئیوں میں سے جب دو غلط نکلیں

عجب گورکھ دھندا ہے۔

اس لئے بیماری کا ہونا اور اس کو سمجھنا اور اس کے لئے کچھ کہنا ان کی طاقت سے باہر تھا۔ اس لئے اس کو ان الفاظ سے ٹال دیا۔ کہ "عذاب معمولی تکلیفوں سے نرالا ہوگا۔ مثلاً معمولی تپ یا درد یا ہیضہ ہوا اور اصلی صحت قائم ہوگئی"۔

اب اس کے آگے اور ایک بات اسی قسم کی لکھ دی۔ جس کو وہ عموماً ہر مقام پر لکھا کرتے تھے۔ اور یہ ان کا معمول تھا۔ کہ "اگر ایسا نہ ہو تو مجھے رسّہ ڈال کر سولی پر کھینچا جائے"۔ وغیرہ

یہ بھی اسی قسم کا ایک مغالطہ ہے کہ گورنمنٹ کی سلطنت میں زبانی جمع خرچ کر کے ان کسی کو رسہ ڈال کر کھینچ سکتا ہے۔ بھلا کوئی پوچھے کہ عبداللہ آتھم اور محمدی بیگم کے متعلق پیشگوئی پورا نہ ہونے پر کسی شخص نے آپ کے گلے میں رسہ ڈال کر کھینچا۔ اور اگر کہا جاوے کہ اخلاق کا رسّہ سو اس کی تو کوئی کمی ہی نہیں رہی۔ عالم کباب تو شاید کباب ہو کر خاکستر ہوگیا اور اس کا نام و نشان تک نظر نہ آیا پھر بھی آپ بغیر رسّہ کے ہی رہے۔ اس لئے یہ باتیں محض اپنے مریدوں کو خوش کرنے کے لئے تو موزوں ہیں مگر دوسروں کے لئے مبالغہ اور باعث تضحیک ہیں نہ ان میں کوئی سچائی اور نہ اصلیت ہوتی ہے۔ ہاں اگر آپ میں کچھ سچائی ہوتی تو صاف اور صریح لکھ دیتے کہ فلاں سن تاریخ وقت اور مقام میں یہ واقع ہوگا۔ کیونکہ جب خدائی احکام کو نہ کوئی روک سکتا ہے اور نہ بدل سکتا ہے تو پھر پوشیدگی اور ہیر پھیر کیا معنی رکھتا ہے۔ اس بات سے صاف ثابت ہے کہ یہ سب بناوٹ ہے اور ع

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

اگر ایسی آزادگی [illegible] غم دکھاتے ہیں اور [illegible]

کا اظہار فرماتے ہیں۔ وہ یہ کہ

اگر لیکھرام رجوع کرتا۔۔۔ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی زندہ ہو جاتا تبلیغ رسالت صفحہ ۵ل۔ کیوں مرزا صاحب! عبدالرحمن جیسے گلے میں رسہ ڈال کر مارا گیا (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۰) اور عبداللطیف جو سنگسار ہونے کے بعد چالیس دن پتھروں کے نیچے پڑا رہا (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۱۸) وہاں آپ کے معجزہ اور دعا کی رسائی کیوں نہ ہوئی وہ زندہ کیوں نہ ہو گئے۔ اور نعش چالیس روز پتھروں میں کیوں سڑتی رہی۔ وہ تو آپ کے خیال میں معصوم تھے۔ اگر وہ زندہ ہو جاتے تو تمام دنیا آپ کی قائل ہو جاتی۔

آپ تو پنڈت لیکھرام جی کے لئے کہتے تھے کہ آریہ ملکر دعا کریں اس کو بچالیں۔ آپ کی تمام احمدی جماعت اور آپ بحیثیت رسول اور مستجاب الدعوات کے اور تمام فرشتے وغیرہ یہ عبدالرحمن اور عبداللطیف کو کیوں نہ بچا سکے۔ اور پنڈت لیکھرام ٹکڑے ٹکڑے ہوا آپ کی دعا سے زندہ ہو جاتا۔ کمال کی مبالغہ آمیزی ہے سچ پوچھو تو یہ عذاب (جو ان دونوں صاحبوں کو ہوا) معمولی تکلیفوں سے نرالا ہے۔ باقی رہا

وہ عذاب اپنے اندر الہی ہیبت رکھتا ہے۔

اس کے جواب میں تو پنڈت جی کا وہ شعر ہی کافی ہوگا۔ جو میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ کہ پنڈت جی ویدک دھرم کے لئے جان دینے کو اپنے لئے مبارک سمجھتے تھے اور پنڈت جی نے اپنے مرتے دم تک بھی اس بات کا ثبوت دیا۔ اور وید منتر پڑھتے ہوئے اس جہان سے رخصت ہوئے۔ اور اس وقت بھی آریہ سماج کے لئے ہی وصیت کر گئے کہ آریہ سماج سے تحریر کا کام بند نہ ہونے پاوے یہ سب باتیں مرزا صاحب کے جواب کے لئے کافی ہیں۔ کہ پنڈت جی نے اس اپنی شہادت کو اپنے لئے

ا۔ دریں راہ گر کشتہ در سوزندم ؛ نہ تا نام وید از زبان در دہم اقدس

دکھ اور عذاب محسوس ہی نہیں کیا۔ بلکہ وید منتر پڑھتے پڑھتے راہ حق میں نثار ہو گئے شہیدوں کے لئے ہیبتناک عذاب کہنا یہ مرزا صاحب کو ہی زیب دیتا ہے۔ ورنہ کوئی انسان جس کی عقل پر تعصب اور ضد نے پردہ نہ ڈال دیا ہو ایسا کہنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔

یہ بات عیاں ہے کہ پنڈت جی کا کسی کے ساتھ کوئی کسی قسم کا ذاتی جھگڑا نہیں تھا۔ اور وہ ایک دھارمک سوسائٹی کے اپدیشک تھے۔ اور اسی وجہ سے وہ شہید کئے گئے۔ مرزا صاحب کا ایسے الفاظ استعمال کرنا تعجب کی بات نہیں کیونکہ یہ قاعدہ ہے۔ کہ جہاں کسی قسم کا باہم اختلاف ہوتا ہے۔ وہاں ایسے ہی الفاظ انسان تعصب کی وجہ سے استعمال کرتا ہے۔ جیسے مرزا صاحب پنڈت جی کی شہادت کو ہلاکت کے نام سے پکارتے ہیں۔ ایسے ہی دوسرے مسلمان عبد الرحمن اور عبد اللطیف کے لئے ہلاکت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور نیز مرزا صاحب کے لئے بھی ایسے ہی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ دیکھئے کاویہ علے الغاویہ حصہ دوم صفحہ ۳۸۔ ہلاکت مرزا و کرامت پیر صاحب علی پوری قبلہ اور صفحہ ۳۸۶ پر مرزا صاحب کی تاریخ وفات کے متعلق لکھا ہے "فقد دخل فی قعر جہنم" اسلئے اگر مرزا صاحب شہید کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ تو ان کا مذہبی اور ذاتی اختلاف کی بنا پر تعصب ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ شہیدوں کے لئے عذاب نہیں ہوتا۔ اور وہ اس کو عین راحت محسوس کرتے ہیں۔ بھائی تارا سنگھ جی و منی سنگھ جی کے حالات کس سے پوشیدہ ہیں۔ گورو تیغ بہادر نے کشمیری پنڈتوں کو خود ہی کہا۔ کہ دہلی جا کر میرا نام پیش کر دو۔ گویا کہ وہ شیر دل گورو۔ گوبند سنگھ جی کے جانے پر کہ آپ سے بڑا اور کون ہوگا جو بلیدان کرے۔ اس لئے وہ دہلی کے اندر چھ ماہ آہنی پنجرہ

۱؎ دیکھئے تاریخ خالصہ ... صاحب گیان لال صفحہ ۵۴۰

کے اندر بقیدرہ کر دہرم رکھشا کے لئے بلیدان ہو جاتے ہیں۔ اور یہ دو ہاریتے ہیں۔۵ آگیا جو کرتار کی وید چار اُچار ؛؛ دہرم تاس کو خاص لکھہ نا ہم کرت پرچار دید ورد ۵ ادہرم جو ہم نہیں کرت لیند ؛؛ دید وکت گور دہرم جیون تین لوکمہ چند

اب اس کے لئے کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس شہادت کو عذاب محسوس کرتے تھے۔ اسی طرح شری گرو گوبند سنگہ جی کے صاحبزادوں کے دیوار میں چنے جانا کی داستان شہورۂ حقیقت رائے کی شہادت زبان زد خلایق ہے اگر یہ لوگ دہرم پر قربان ہونے کو عذاب تصور کرتے تو فوراً مذہب تبدیل کر کے مخلصی حاصل کر لیتے۔ مگر ایسا امر واقعہ نہیں۔ وہ قربان ہونے میں عین راحت تصور کرتے تھے۔ ایسے بے شمار واقعات تاریخ مذاہب میں پائے جاتے ہیں۔ جن کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ شہید کے لئے عذاب کا لفظ استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ خود رسولِ کریم نے فرمایا ہے دیکھئے بخاری مصری جلد ۲ صفحہ ۸۶ - والذی نفسی بیدہ لوددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیا ثم اقتل۔ ثم احیا ثم اقتل۔ ثم احیا ثم اقتل۔ یعنی قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ میں پسند کرتا ہوں کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر قتل کیا جاؤں۔ تین بار کہا۔ اسی طرح رگ وید ۱۰-۱۸۔ ۱۴ میں ہے کہ وہ ھگبد تشوہ آتم بلیدان کرنے والے کو اپنا ساتھی بناتا ہے۔ پھر خدا کے ساتھی کو عذاب کیسا۔

جب شہید کے لئے اس قدر عزت مسلمہ فریقین ہے تو اس کے لئے ہیبت ناک عذاب کا لفظ استعمال کرنا کسی طرح بھی زیبا نہیں۔ لیکن ہیبت ناک سے اگر مرزا صاحب کا مطلب وہی ہے جو انھوں نے عبد اللطیف کے لئے بھی یہی کہا ہے کہ اس کا مارا جانا ایک ہیبت ناک امر تھا یعنی لوگوں کو بہت ہیبت ناک معلوم ہوا۔ تو پھر دوسری صورت ہے ؛؛

یہ یاد رہے کہ شہیدوں کا خون ہیبتناک نہیں ہوتا - بلکہ ان کے ایک ایک قطرۂ خون سے ہزاروں قوم کے خادم اور سرفروش پیدا ہوتے ہیں - اور شہید کی عزت سوائے حاسدوں کے سب کے دل میں گھر کر لیتی ہے - قوم متفق ہو کر اصل راستہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے -

اب ہم شہید اکبر پنڈت لیکھرام جی کو اس کسوٹی پر پرکھتے ہیں - کہ کیا اُن کے خون کے قطروں سے ان کے مشن کو پورا کرنے والے نسبتاً کئی گنا زیادہ اس وقت موجود نہیں ہیں - کیا ان کے قتل ناحق پر چند خود غرضوں کے سوائے باقی سب نے ان کی معصومیت کی داد نہیں دی - کیا ان کی شہادت نے تمام قوم کو مجتمع کر کے - کے لئے ایک ایسے ہی شیر دل دھرم ویر کے بلیدان کی ضرورت تھی - جو قوم کو اصلی راستہ پر گامزن کرتا - سو یہ کام نہایت ہی خوش اسلوبی سے اس شہادت نے سر انجام دیا اور اس واقعہ ہائلہ سے تمام قوم کی آنکھیں کھل گئیں -

لیکن ان سب باتوں سے بڑھ کر شہید اکبر اور مرزا غلام احمد کے مابین خدائے ذوالجلال نے ایک ایسا نشان دکھایا ہے - جسے دیکھ کر سوائے اس شخص کے کہ جس کی عقل کو تعصب نے زائل کر دیا ہو - پنڈت جی کی سچائی کے آگے سر تسلیم خم کریگا -

اور وہ نشان بھی لاہور شہر کے اندر پنڈت جی کی شہادت کے چند سال بعد ہی وقوع میں آیا - جو طالبان حق کے لئے ایک زبردست امتیازی نشان ہے اور وہ پنڈت جی اور مرزا صاحب کی موت کا نظارہ ہے - جو اسی شہر لاہور میں واقع ہوا - پنڈت جی کی ارتھی کا جنازہ اور اس کی جس قدر تکریم و تعظیم تمام ہندو قوم نے متفقہ طور پر کی اس کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے - کہ تقریباً ۵۰ ہزار آدمیوں کی حاضری اور تعظیم کے ساتھ تھی - پھولوں اور بتاشوں کی ورشا بے حساب تھی - لوگ

سلہ - تمام حالات صفحات گذشتہ میں پڑھیئے -

ارتھی کے پھولوں کو تبرک سمجھ کر اپنے گھروں کو لے گئے۔ وغیرہ۔ مگر مرزا صاحب کی موت[۵۱] پر جو اس شہر لاہور میں واقع ہوئی۔ جو کچھ شور و غوغا ہوا اور جو اس کی گت بنی وہ نیچے لکھتا ہوں۔ اب مرزا صاحب کی موت کا نظارہ دیکھئے:۔

مرزا صاحب کا انتقال ۲۵۔ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ مگر ۲۲۔ مئی ۱۹۰۸ء سے یہ شور و غوغا شروع ہو گیا۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب علیپوری نے شاہی مسجد میں ۲۲ مئی کو مرزا صاحب کی موت کے لیے دعا کی اور ہزاروں مسلمانوں نے اس میں شرکت کی۔ اور کہا کہ یا اللہ اس ابتلائے قادیانی سے اسلام کو رہائی بخش وغیرہ۔ اس دعا کے بعد بھی جلسہ گاہ میں متواتر دعائیں ہوتی رہیں۔ اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ کادیہ علی الناویہ جلد دوم صفحہ ۲۸۵

یہاں تک کہ مرزا صاحب ۲۵ مئی کو بموجب روایت والدہ خود مرزا بشیر احمد کہ پہلا دست کھانا کھانے کے قریب آیا تھا۔ کچھ دیر بعد دو دفعہ پاخانہ میں رفع حاجت کے لیے گئے زیادہ ضعف ہوا تو بہ تجھے اُٹھا کر میری چارپائی پر لیٹ گئے۔ پھر حاجت ہوئی تو چارپائی کے پاس ہی رفع کر لی۔ میں پیر دباتی تھی کہ اور دست آیا۔ ان پاخانوں اور دستوں کے بعد قے آئی تو بالکل ہی ناطاقت ہو کر چارپائی پر گر پڑے۔ گرتے ہوئے چوٹ بھی آئی تھی۔ اور حالت دگرگوں ہو گئی وغیرہ۔ اور اس کے بعد فوت ہو گئے۔ اب یہ حالت نزموت کے وقت کی ہے۔ اب بعد کا حال سنئے۔ در اصل اس حالت کے نقشہ کھینچنے کی طاقت اس قلم میں کہاں ہو سکتی ہے اس کو تو وہ ہی لوگ جان سکتے ہیں۔ جو اُس وقت وہاں موجود تھے۔ مگر پھر بھی جو کچھ حالات شائع ہوئے ہیں۔ انہیں نیچے لکھتا ہوں۔ سب سے پہلے حکیم نورالدین کی رائے ملاحظہ ہو۔ دیکھئے وفات مسیح موعود مصنفہ حکیم نورالدین صفحہ ۳۔

۵۱۔ خدا نے سچائی کا اظہار کرنا تھا۔ اس لئے مرزا صاحب کی موت بھی لاہور میں ہوئی اور وہ اس آخری سفر میں بھی اسلام کے خلاف ہی ثابت ہوئے۔ کہ نبی جہاں مرتا ہے وہاں ہی دفن ہوتا ہے

نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ دشمن زور میں آجاتے ہیں۔ (جیسا کہ ہم کو لاہور میں ایسا تنگ کرنا چاہا۔ کہ گویا اب ہم کو کھا جائیں گے اس وقت ابر رحمت کی طرح پولیس آگئی)۔ آگے دیکھئے اس کتاب کا صفحہ ۱۴۹

بہر حال مرزا صاحب کی وفات پر جن مشکلات کا ہمیں خیال ہو سکتا تھا کہ ہمارے سامنے ہوں گی۔ ان کے علاوہ لاہور کے عوام کا وہ شور و غل تھا جس کا ہمیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ ہمیں وہ لوگ گاڑی تک بھی نہ پہنچنے دیتے۔ کہ معاً اللہ تعالیٰ نے ابر رحمت کی طرح پولیس ہمارے لئے بھیجدی۔ اور گورنمنٹ کا دل سے شکریہ کرتے ہوئے ہم پلیٹ فارم پر آرام سے سوار ہو گئے۔

اس کے متعلق ایک چشم دید اور شہادت ہے :-

از چودھری محمد علی خان صاحب اشرف ہیڈ ماسٹر بیرم پور۔ اخبار الحکم ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۳۵ء صفحہ ۶۔ بعنوان حضور کی مخالفت کا ایک منظر اور وفات :-

ان دنوں تمام لاہور میں مخالفت کا بیحد زور و شور تھا۔ ایک طرف اگر سید جماعت علیشاہ اپنی ٹمٹمائی ہوئی لالٹین لے کر احمدیہ بلڈنگ کے نزدیک سڑک کے دوسرے کنارے پر آپ کے خلاف لوگوں میں جوش پیدا کرتا اور گمراہ کرتا ... اور دوسری طرف اور ملاں ..... لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکاتے تھے۔ ....

میں نے احمدیہ بلڈنگ میں جا کر جو نقشہ اور نظارہ دیکھا ..... گروہ جاہلاں اپنی جہالت کے نمونے اور انواع و اقسام کے سوانگ بھر بھر کر دکھا رہا تھا۔ احمدیہ بلڈنگ کے سامنے ریلوے روڈ ایک نمونہ قیامت کا سا منظر بنی ہوئی تھی۔ یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ مخالفین احمدیت آج شاید ہم احمدیوں کو کھا جائیں گے۔ ان کو شرم و حیا مطلق جواب دے چکی تھی اور وہ بے حیائی اور شہدہ پن کا پورا پورا نمونہ نظر آتے تھے۔ پولیس کی گارد پہنچنے پر بھی وہ بدذات ٹولہ اپنی شرارت میں

برابر کیے جاتا تھا"

اب یہ شرزنیں کیا تھیں وہ اخبار پرکاش سے دیکھئے۔

اخبار پرکاش ۲ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۶:-

..... نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تمہارا پیغمبر ہیضہ کی وبا میں مبتلا ہو کر عذاب سے مرا۔ اور اس کی موت کے بعد جو درگت ہوئی۔ اس کا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں۔ جو مرزا کی موت کے دن یعنی منگلوار ۲۶ مئی لاہور میں تھے۔ سینکڑوں مسلمان لونڈے خواجہ کمال الدین وکیل کے مکان کے سامنے جہاں مرزا پڑا ہوا تھا۔ مرزا کا سیاپہ پیٹ رہے تھے۔ حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی۔ کہ اگر پولیس کی امداد نہ لی جاتی تو مسلمان مرزا کا جنازہ اسٹیشن تک پہونچنے نہ دیتے۔ اس وقت کا نظارہ بھی کیا عبرت ناک تھا۔ ہزاروں مسلمان مرزا پر لعنت بھیج رہے تھے۔ ... لیکن مرزا کی موت پر ہزاروں مسلمان خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ کہ آج کافر مردود۔ شیطان دنیا سے اٹھ گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار:

صاحبان! مقام عبرت ہے کہ ایک نبی کی لاش کو پولیس نے اسٹیشن تک پہنچایا اور اس کی یہ حالت ہو۔ اب ہمارا دونوں مناظر لکھنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ لاہور شہر کے اندر ہی خدا نے دونوں کو موت دیکر یہ ثابت کر دیا۔ کہ کس کے جنازہ پر دلی عقیدت کے ساتھ پھولوں کی ورشا ہوتی ہے۔ اور کس کے جنازہ پر لعنت و ملامت کی بوچھاڑ ہوتی ہے:

بھائیو! مجھے آپ اجازت دیں گے کہ میں وہی فقرہ جو چشمۂ معرفت صفحہ مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ لکھ دوں؟

کہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پاتا"

اب خوب دیکھ لیجئے کہ صادق اور کاذب میں کس طرح خدا نے فرق ظاہر کر دیا

وہی شہر لاہور ہے وہی دنت ہے۔ اور وہی موت کی حالت ہے۔ مگر ایک کے لئے عقیدت کے پھول ہیں اور ایک کے لئے گالیاں اور وہ مشکلات جن کا کہ وہم و گمان بھی نہ تھا۔" اب آپ ہی خود ہیبت ناک عذاب کا اندازہ لگا لیں" ع۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(۴) اس واقعہ کی سامری سے مشابہت اور ہماری تنقید۔

سب سے اول جو کچھ مرزا صاحب نے اس کے متعلق لکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہاں بھی حسبِ عادت مرزا صاحب نے وہی چال چلی ہے۔ جو کہ ان کا اول سے شیوہ چلا آتا ہے۔ کچھ حصّہ بائیبل سے کچھ حصّہ قرآن شریف سے لیکر اور دونوں کو ملا کر ایک فرضی نتیجہ نکال کر باہم خلط ملط کر دیا۔ حالانکہ اس معاملہ میں قرآن شریف اور بائیبل کے اندر زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قرآن شریف بچھڑے کے بنانے کا الزام سامری پر رکھتا ہے اور بائیبل ہارون پر۔ بائیبل میں بچھڑے کو خاک کر کے بنی اسرائیل کے لئے پلایا گیا ہے۔ مگر قرآن میں دریا کے اندر ڈالا گیا تھا ؛ بائیبل میں ان تختیوں کو توڑا گیا ہے جن پر توریت لکھی ہوئی تھی۔ مگر قرآن شریف میں صرف پھینک دینا ہی ہے۔ جیسا کہ آگے ذکر آئیگا۔ مرزا صاحب نے آدھا تیتر آدھا بٹیر کے مصداق عمل کر کے خواہ مخواہ دو مختلف بیانات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ آپ استفتاء میں صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں:۔

(۱) لیکھرام گئو سالہ سامری ہے۔ اور اس گوسالہ کی طرح اس کو عذاب ہوگا۔

(۲) گوسالہ سامری یہودیوں کی عید کے دن ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تھا۔ جیسا کہ توریت خروج باب ۳۰ سے ثابت ہے۔

(۳) ہارون نے یہ منادی کی۔ کہ کل خداوند کی عید ہے اور ایسا ہی اسلامی عید کے دن کے قریب لیکھرام قتل ہوا۔

(۴) چونکہ گوسالہ سامری کو تباہ کرنے کے لئے خدا کی کتابوں میں عید کے دن کی

خصوصیت تھی۔ اور وہ عید کے دن کا ہی واقعہ تھا۔ جبکہ گوسالہ سامری خدا کے حکم سے
پیٹا گیا۔ لہذا خدا نے لیکھرام کا نام گوسالہ سامری رکھ کر ایک ایسا لفظ استعمال کیا۔ جو
اس بات پر دلالت التزامی کر رہا تھا۔ کہ لیکھرام بھی عید کے دنوں میں قتل کیا جاویگا

(۵) بلکہ صریح لفظوں میں بتایا۔ ستعرف یوم العید والعید اقرب۔ یعنی لیکھرام کا واقعہ قتل
ایسے دن میں ہوگا جس سے عید کا دن ملا ہوا ہوگا۔ استفتاء صفحہ ۱۲

عید کا دن نشان کے دن سے بہت قریب اور ملا ہوا ہوگا۔ تریاق القلوب ص ۲۸۵
اور صریح لفظوں میں بتا دیا کہ موت بذریعہ قتل ہوگی۔ اور عید سے ایک دن پہلے یہ واقعہ
ہوگا تریاق القلوب ص ۲۸۱ - عید کے دن سے وہ دن ملا ہوا ہوگا۔ یعنی دوسری شوال
ہوگی۔ تریاق القلوب ص ۱۹۳ - اور لیکھرام کی موت کی نسبت جو پیشگوئی ہے۔ کہ وہ عید کے
دوسرے دن قتل کیا جاویگا سراج منیر حاشیہ ص ۶۶ - عید کا دن نشان کے دن سے بہت
قریب اور ملا ہوا ہوگا نزول مسیح ص ۱۳۲ ۔ یہ سات حوالے ہیں۔

(۶) پھر کیونکہ لیکھرام کی عید کے دنوں میں پوری حفاظت نہ کی گئی۔ جس کا آریوں کو
کئی برسوں سے علم تھا۔ استفتاء ص ۱۲۔

(۷) اول تو وہ تہوار اتوار کا دن تھا۔ جو ہندوؤں کی عیدوں میں سے ایک عید ہے
استفتاء ص ۱۲

(۸) گوسالہ سامری انسان کے ہاتھ سے ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تھا۔ پھر جلایا گیا تھا۔ پھر دریا
میں ڈالا گیا تھا۔ استفتاء ص ۱۲ یہی حال لیکھرام سے ہوا۔ اول قاتل نے اس کی انتڑیوں
کو ٹکڑے ٹکڑے کیا پھر ڈاکٹر نے اس کے زخم کو چھری سے زیادہ کھولا۔ پھر اس کی لاش پر
ڈاکٹری امتحان کی چھری چلی۔ پھر جلایا گیا پھر دریا میں ڈالا گیا تریاق القلوب ص ۲۸۴
انسان کے ہاتھ سے ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا پھر جلایا گیا پھر دریا میں ڈالا گیا استفتاء ص ۱۲
نزول مسیح ص ۱۷۲۔

(٩) تیسرے یہ کہ گوسالہ سامری کی پرستش کی گئی تھی۔ اور خدا نے اس قوم پر ایک وبا بھیجی تھی۔ غالباً طاعون تھی۔ جیسا کہ توریت باب ٣٢ میں ہے۔ ایسا ہی لیکھرام کی تعریف ہی پرستش تک پہنچائی گئی۔ استفتاء صفحہ ١٣۔ اور خدا نے بنی اسرائیل پر گوسالہ پرستی کے سبب سے موت بھیجی تھی یعنی ایک وبا جس سے وہ مر گئے تھے۔۔۔۔ اور جو لوگ ایمان لائے ان کو نجات مل گئی۔ سراج منیر صفحہ ٦٨

(١٠) یہ لوگ خوب اپنے دلوں میں سمجھتے تھے۔ کہ یہ خدا کا فعل ہے پیشگوئی کرنے والے کا منصوبہ نہیں۔ تاہم بار بار فریاد کر کے گورنمنٹ سے اس راقم کے گھر کی تلاشی کرائی۔ اور بہت سا بیجا شور ڈال کر گوسالہ پرستوں سے مشابہت پوری کی۔ استفتاء صفحہ ١٣

(١١) سامری نے یہ مشہور کیا تھا۔ کہ جبریل کے قدموں کی خاک اس کے پیٹ میں ہے اور اس کی برکت سے وہ بیل کی طرح آواز نکالتا ہے۔۔۔۔ تا وہ لوگ اس گوسالہ کو بہت ہی مقدس سمجھیں۔۔۔ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کی رونق کم ہو جاوے۔۔۔۔ اس کے مشابہ آریوں نے بھی لیکھرام کی کتابوں کو جو پادریوں سے منقول تھیں راشٹری طاقت پر محمول کیا حالانکہ جو کچھ اس نے لکھا وہ نہایت بیہودہ اور سراسر باطل تھا۔ تریاق القلوب صفحہ ٢٨٨۔ ٢٨٩

(١٢) ربانی الہام نے لیکھرام کو گوسالہ اور آریوں کو سامری سے مشابہت دی اور مجھے موسےٰ قرار دیا۔ تریاق القلوب صفحہ ٢٩

(١٣) ایک یہ اشارہ بھی ہے کہ جس طرح اس واقعہ قتل کے بعد سامری گروہ کی رونق جاتی رہی تھی اور ان کے خیالات ترقی سے رک گئے تھے۔۔۔۔ اور اس کے مقابل موسیٰ کی ترقی ہو گئی تھی۔۔۔۔ جہاں تک کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کا پتہ لگ گیا۔ اور حضرت موسیٰ نے اس واقعہ کے بعد بڑی عزت پائی تھی۔ بندہ کی عزت کو بھی قادر کریم نے زیادہ کیا۔ تریاق القلوب صفحہ ٢٩٠

(١٤) کیونکہ اس میں میعاد بتائی گئی تھی دن بتایا گیا تھا۔ تاریخ بتلائی گئی تھی وقت

بتلایا گیا تھا۔ اور صورت مرت بتائی گئی تھی۔

(۱۵) خروج باب ۳۲ سے ثابت ہوتا ہے کہ گوسالہ سامری کے نیست و نابود کرنے کا ارادہ یہود کی عید کے دن میں کیا گیا تھا۔ مگر آگ میں جلانا اور باریک پیسنا اور غبار کی مانند بنانا جیسا کہ ۳۲ خروج میں لکھا ہے یہ فرصت طلب کام تھا۔ اس بڑے کام نے رات کا کچھ حصہ ضرور لیا ہوگا۔۔۔۔ اور یہ قطعی امر ہے کہ سونے کا جلانا اور خاک کی طرح کرنا کچھ حصہ رات تک جو دوسرے دن کے محسوب ہونے میں ختم ہوا ہوگا۔۔۔ سو لیکھرام کے لئے بھی یہ نام اختیار کرنے میں یہ بھید پوشیدہ تھا۔ کہ عید کے دوسرے دن اس کی تباہی کا سامان ہوگا۔ سراج منیر حاشیہ صـ۶۶

اگرچہ یہ تمام بیانات یکطرفہ اور پنڈت جی کی شہادت کے بعد لکھے گئے ہیں۔ تو بھی ہم بتائیں گے۔ کہ ان میں کہاں تک سچائی ہے۔

اب آگے نمبروار ان کا جواب لکھا جاویگا ناظرین ملاحظہ فرماویں

(۱) لیکھرام گوسالہ سامری ہے اور اس گوسالہ کی طرح اُس کو عذاب ہوگا۔ استفتا صـ۱۱

یہاں پر لفظ عذاب ہی زیادہ غور طلب ہے۔ مرزا صاحب نے عذاب میں شابہت بیان کی نہ کہ کسر میں۔

اب دیکھئے گوسالہ بیجان چیز جو ادراک سے خالی اور وہ کسی بھی عذاب و ثواب کو محسوس نہیں کرسکتا۔ اس کی تشبیہ عذاب کے لئے ایک ذی روح متحرک بالارادہ چیز کے ساتھ دینا یہ رسول قادیانی کی ہی علم و عقل کا نتیجہ ہے۔ اور علاوہ ازیں بچھڑے کے پیٹ میں کوئی ظالم چھری مار کر بھاگ نہیں گیا تھا۔ یہ کسی جگہ سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ بائبل میں ہے۔ کیا بائبل سے آپ سامری کا گوسالہ دکھا سکتے ہیں۔ وہاں تو ہارون کا ہے۔ اس قدر خلط ملط کس عاقبت کے لئے دے رہے ہو۔ اب جب قرآن شریف کی عبارت سے مطلب برآری نہ ہوئی تو بائبل کے پیسنے اور باریک کرنے کو لے بیٹھے۔ سبحان تیری قدرت "

کہ حضرت موسیٰ نے اس بچھڑے کو لیا اور اس کو جلایا۔ (ممکن ہے کوئی جڑی بوٹی ڈال کر جلایا ہو) اور پیس کر خاک سا بنایا ہو۔ اور اس نے پانی پر چھڑک کر بنی اسرائیل کو پلایا۔ خروج باب ۳۲۔ اور قرآن شریف میں سورۂ طٰہٰ۔ کہ ہم ابھی اس کو جلا دیں گے اور دریا میں اچھی طرح بکھیر دیں گے۔ قرآن شریف اور بائیبل دونوں سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ نے خود بچھڑے کو جلایا۔ مگر یہاں پر آریہ سماج نے جس کو مرزا صاحب سامری قرار دیتے ہیں۔ اس نے جلایا۔ مشابہت کی بجائے نقیض ثابت ہو رہی ہے۔ مگر مرزا صاحب جو اپنے آپ کو موسیٰ قرار دیتے ہیں اس بات کا اقرار کرنے کے لیئے تیار نہیں۔ کہ یہ کام انہوں نے اپنے ہاتھ سے سرانجام دیا یا کم از کم اپنی معرفت ہی کروایا۔ تاکہ کسی نہ کسی بات میں تو مشابہت ہو جاتی۔ مگر مرزا صاحب اس بات کے لیئے تو کانوں پر ہاتھ دہرتے ہیں۔ اور مٹی کے کھلونے کی طرح کھف موسےٰ بننے کا ہی دعوےٰ کرتے ہیں۔ ؎

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی ؛ ایں راہ کہ تو میروی بترکستان است

باقی رہا بچھڑا جلایا گیا۔ سو بچھڑے کے لیئے نئی بات ہوگی۔ آریہ جو بھی مرتا ہے۔ جلایا ہی جاتا ہے۔ اس میں بھی کوئی مشابہت نہیں۔ کیونکہ بچھڑے کا جلانا معمولی نہیں تھا۔ مگر ہر ایک آریہ جلایا ہی جاتا ہے۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں۔

(۲) گوسالہ سامری یہودیوں کی عید کے دن ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تھا۔ جیسا کہ خروج باب ۳۱ سے ثابت ہے۔ کیا خروج باب ۳۲ سے آپ گوسالہ سامری دکھا سکتے ہیں وہاں تو گوسالہ ہارون ہے نہ کہ سامری اور پھر کیا جلانے سے پہلے ٹکڑے ٹکڑے کرنا آپ خروج باب ۳۲ سے دکھا سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو اس قدر غلط بیانی کے کیا معنی۔ ؟

۵۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۹۰۔

اور پھر پنڈت لیکھرام جی کی شہادت کا واقعہ عید کے دن کا بھی نہیں۔ ایک دن بعد کا ہے اور بچھڑے کا واقعہ جو پیش کیا جاتا ہے اس وقت وہ سب بچھڑے والے عید منا رہے تھے۔ نہ کہ حضرت موسیٰ کی عید تھی۔ اس لحاظ سے بھی مسلمانوں کی عید کے کوئی معنی نہیں۔ لہٰذا یہ بات بھی آپ کی بالکل بے معنی اور بلا ثبوت۔ ادھر اُدھر سے ملا کر اور من گھڑت ہے۔

(۲) ہارون نے یہ کہہ کر منادی کی۔ کہ کل خداوند کی عید ہے اور ایسا ہی اسلامی عید کے قریب لیکھرام قتل ہوا۔ آپ نے تو اس میں سحبان کو بھی مات کر دیا۔ کیوں نہ ہو آپ سلطان القلم ہیں۔ کہاں ہارون کے پہلے دن منادی کرنا کہ کل عید ہے اور کہاں عید کا گذر کر اگلا دن آ جانا۔ اس میں جناب کوئی فرق ہی نہیں سمجھتے۔ یہاں پر بھی اگر ایسا ہوتا۔ کہ خلیفہ نور الدین صاحب عید سے ایک روز پہلے منادی کرتے کہ کل عید ہے۔ اور آپ مرزا صاحب کوہِ طور پر نہ سہی کسی مینار پر ہی خدا کے پاس چلے جاتے تو ہم سمجھتے کہ آپ کا لکھنا ٹھیک ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی بائیبل کے مطابق مرزا صاحب کو بھی یہ تسلیم ہے۔ کہ اس دن یہود کی عید تھی جس دن کہ وہ سوختنی قربانیاں وغیرہ اپنے معبودوں کو چڑھاتے تھے۔ جیسا کہ بائیبل خروج باب ۳۲ آیت ۵ میں ہے۔ کہ جب ہارون نے یہ دیکھا۔ تو اس کے (اس گوسالہ کے) آگے ایک قربان گاہ بنائی اور ہارون نے یہ کہہ کر منادی کی کہ کل خداوند کے لئے عید ہے۔ اور وہ صبح کو اُٹھے۔ اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں۔ اور سلامتی کی قربانیاں گزرانیں۔ بعد لوگ کھانے پینے کو بیٹھے اور کھیلنے کو اُٹھے۔

اب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ جیسے خداوند کی عید کے دن عجل قتل ہوا۔ اسی طرح اسلامی عید کے قریب لیکھرام قتل ہوا۔ اول تو مرزا صاحب عید کے دن اور قریب میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ اور دوسرے اس دن یہودیوں کی عید تھی جو کہ نذرانے

چڑھانے والی تھی۔ نہ کہ مسلمانوں کی عید الفطر تھی۔ اس کے مطابق تو یہ چاہیئے تھا کہ اُس دن ہندوؤں کی عید ہوتی۔ مگر برعکس اس کے عید مسلمانوں کی اور وہ بھی گزر چکی تھی۔ اور مرزا صاحب نے یہ عید کا نام دیکھ کر جھٹ مثال لکھ ماری حالانکہ اس عید اور اُس عید میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور پھر یہ جس میں واقعہ ہوا عید کا دن بھی نہیں تھا۔ مذاہل نیڈت جی کا عید کے دن لاہور نہ آنا مرزا صاحب کے الہام کو سخت دھکا لگا گیا۔ اور ساری الہامی سکیم زیر و زبر کر گیا۔

(۴) اور چونکہ گوسالہ سامری کو تباہ کرنے کے لئے خدا کی کتابوں میں عید کے دن کی خصوصیت تھی جبکہ گوسالہ سامری خدا کے حکم سے پیسا گیا۔ لہٰذا خدا نے لیکھرام کا نام گوسالہ سامری رکھ کر ایک ایسا لفظ استعمال کیا جو اس بات پر دلالت التزامی کر رہا ہے۔ کہ لیکھرام بھی عید کے دنوں میں قتل کیا جاویگا۔ استفتاء صفحہ ۱۲

آخر وہ کون سی خدا کی کتابوں میں عید کا دن مخصوص تھا۔ ان کتابوں میں سے دو ایک کا نام ہمیں بھی بتایئے۔ کہ کہاں اس خصوصیت کا ذکر ہے۔ وہ تو محض ایک اتفاقی امر تھا۔ کہ اس وقت وہ عجل بنایا گیا۔ اور اگلے روز عید تھی۔ چونکہ اس کو انہوں نے اپنا معبود مان لیا تھا۔ اس واسطے اُس کے آگے حسب دستور اسدن سوختنی قربانیاں چڑھانا ضروری تھا۔ یہ ایک اتفاقی امر تھا جس کو بائبل نے بیان کیا۔ نہ کوئی خصوصیت کی بات تھی اور نہ کوئی امر ہی مقرر کیا گیا تھا۔ مرزا صاحب کا معمول ہے کہ وہ ہر ایک بات میں خواہ مخواہ مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔

پھر آنجناب کا یہ کہنا۔ کہ گوسالہ خدا کے حکم سے پیسا گیا یہ صاف قرآن شریف سے انحراف ہے۔ قرآن تو اس سے انکار کر کے دریا میں ڈالنے کو کہتا ہے۔ مگر لیکن ممکن ہے کہ انحراف نہ ہو۔ کوئی معارف قرآنی ہو اور آپ نے ہی اس لطیف نکتہ کو نکالا ہے۔ کیونکہ آپ ازالہ اوہام ۳۰۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ (مقربین کو) خدا تعالیٰ نے اس

مرزا صاحب پیٹنے کی رٹ لگا رہے ہیں۔ ہاں اس میں مرزا صاحب کا ایک مطلب ہے جو آگے آتا ہے۔

نیز مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ بھی اسے بائیبل کی غلطی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر کے صفحہ ۰۸ پر اس طرح رقمطراز ہیں۔ بچھڑے کو جلا کر اس کی خاکستر کو پانی میں ملا کر بنی اسرائیل کو پلانا جو ایک بے معنی بات ہے۔ اور اس سے پہلے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بائیبل کی غلطی ہے جس کی اصلاح قرآن نے کی ہے۔ اب احمدی بھائی سمجھ لیں۔ مرید غلط اور بے معنی بات کہہ رہا ہے۔ اور مرشد بار بار اس کو حوالہ میں سند پیش کرتا ہے۔ "ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا"۔ (اور گوسالہ سامری لیکھرام کا نام عید کے دنوں میں قتل ہونے کے لئے دلالت التزامی ہے۔)

ہمیں مرزا صاحب پر جہاں تعجب ہوتا ہے وہاں رحم بھی آتا ہے کہ ان کو اپنی بات درست ثابت کرنے کے لئے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ حوالہ دیتے ہیں بائیبل کا۔ نام رکھتے ہیں گوسالہ سامری۔ کیا بائیبل میں گوسالہ سامری کہیں مرزا صاحب کو نظر آتا ہے۔ اگر ایسا نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب کا کیا حق ہے کہ وہ بائیبل کے حوالے کے ساتھ گوسالہ سامری کا لفظ استعمال کریں۔ اب جبکہ بائیبل بچھڑے والی کی ہارون کہہ رہی ہے اور قرآن سامری اور آپ دونوں کے حوالے دے رہے ہیں تو اول تو آپ کی دلالت کی صورت ہی قائم نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر بالفرض محال گوسالہ سامری ہی مان لیا جاوے تو دلالت التزامی یہود کی سوختنی قربانیاں چڑھانے والی عید کے ساتھ تھی نہ کہ اسلام کی عید کے ساتھ۔ کیونکہ اسلام کی عید خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہے۔ اور یہود کی عید بُت پرستی اور اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۳۔ قطعی اور یقینی علم سے محروم رکھا۔ تا اپنے ایک بندہ کو کامل طور پر علم آدم صفی اللہ کی طرح اس کی علمی فضیلت کا ایک نشان ظاہر کرے۔

ئے سوختنی قربانیاں چڑھانے کے لئے لہذا اس میں تباین کلی ہوا۔ تباین
ں مطابقت کہاں۔ مطابقی کے عدم سے التزامی کا عدم لازمی ہے۔
اور اگر ان سب باتوں کو نظر انداز کر کے مرزا صاحب کی بات کو تسلیم بھی
یا جاوے تو بھی دلالت التزامی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ آپ لکھتے ہیں۔
سالہ سامری کو تباہ کرنے کے لئے کتب الہیہ میں عید کے دن کی عقوبت
۔ یہ مطلب ہے کہ اس قتل کی عید کے دن کے ساتھ دلالت التزامی
ئیل کے قتل کی۔ جیسے حمود کیا تھا انم کی۔
یہاں پر وہ صورت نہیں۔ کیونکہ عید کا دن تو گذر چکا تھا۔ جب گذر
تو دلالت کی صورت بھی ختم ہو چکی۔ کیونکہ عید کے بعد کا دن عید کے
پر دلالت نہیں کرتا۔ اس لئے کہ حکم دونوں میں مختلف ہے۔ کیونکہ
ر باتیں عید کے دن کے لئے مخصوص ہیں وہ دوسرے دن کیلئے نہیں مثلاً
کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ مگر یہ حکم اس عید کے اول روز اور بعد
ا تطعی ممانعت ہے۔ لہذا جب دونوں کے حکم میں اختلاف ہے تو دلالت
ی کی صورت نہیں قائم ہو سکتی۔ اب تمام وجوہ سے مرزا صاحب کی
ت التزامی ثابت نہیں ہو سکی۔ اور ما سوائے اس کے ہم پہلے ثابت کر
ہے
یں کہ قتل انسان سازشوں اور فرد واحد کے ارادہ سے بھی وقوع میں آسکتا
ا امر محال نہیں ہے۔ جبکہ کسی شخص نے کسی کے قتل پر تہیہ ہی کر لیا ہو تو وہ
ا کورٹ میں جا کر بھی قتل کر سکتا ہے۔ جب ایسا واقعہ ایکسٹرا اسسٹنٹ مقررہ
ں میں جا کر قتل کرنے کا ہمارے سامنے ہے تو پھر عید کے دنوں میں
ر نا کرنا کسی نا ممکن بات ہے اور پھر عیدیں بھی چھ سال میں بارہ آئیں

ہیں۔ ملا ہوا دن ایک پہلا ایک پچھلا[۱] کل ملا کر ۳۶ ہوئے۔ اب ان ۳۶ دنوں میں آپ کی دلالت التزامی کی تعین ہی محال ہے۔ اور تعین تو بقول آپ کے یہود کی عید قربان کی تھی نہ کہ ملے ہوئے دنوں کی بڑے مزے کی بات ہے کہ خود ہی عید کے دن کو مخصوص کر کے اس قاعدہ کو کہ عید کے دنوں میں آتی ہوگا۔ اور اسے بذاتہٖ خود ہی توڑتے ہیں۔ جیسے کہ جود کے ساتھ دلالت التزامی حاتم کی ہوگی نہ کہ حاتم جیسوں کی۔ اس طرح پر لزوم بالکل مفقود ہو جاتا ہے۔

نیز عجل کو تو پیں کر موسےٰ نے بنی اسرائیل کو پلا دیا تھا۔ جیسا کہ آپ نے بھی مانا اور وہ گروہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کا ہی بہکا ہوا گروہ تھا۔ اب یہاں پر مرزا صاحب کو کون سا بہکایا ہوا گروہ تھا جس کو پیس کر وہ راکھ پلائی گئی۔ اور پھر اس نے مورتی پوجا کے خیال کو چھوڑ دیا۔ غرضیکہ کوئی پہلو بھی ثابت نہیں ہوتا۔

(۵) اب اس کے آگے مرزا صاحب نے بحسب عادت ایک گول مول شعر جس کا کہ کوئی تعلق پنڈت جی کے واقعہ کے ساتھ نہیں۔ پنڈت جی کی شہادت کے بعد اس واقعہ کے ساتھ چسپاں کر دیا تاکہ کسی طرح ان کی سچائی ثابت ہو سکے۔ اور اس بات کے مرزا صاحب نے اس کے معنی بھی بالکل غلط کئے اور لوگوں کو مغالطہ میں ڈالا۔ جیسا کہ ہم آگے چلکر لکھیں گے۔ وہ شعر یہ ہے۔

بشرنی ربی وقال مبشراً مستعرف یوم العید والعید اقرب

اس کے معنی مرزا صاحب کرتے ہیں:۔

(۱) یعنی میرے خدا نے ایک پیشگوئی کے پورا ہونے کی مجھے خوش خبری دی اور خوشخبری دیکر کہا۔ کہ تو عید کے دن کو پہچانے گا۔ جبکہ نشان ظاہر ہوگا۔ اور عید کا دن اس کے دن سے بہت قریب اور ساتھ ملا ہوا ہوگا۔ تریاق القلوب صفحہ ۲۸۵ (سبحان اللہ)

[۱] ایک دن پہلا کا حوالہ دیکھیے۔ تریاق القلوب صفحہ ۲۸۸۔

مطالب بیان کرنے میں کمال کر دیا۔ اس سے پیشتر کہ اس پر کچھ کہا جائے۔ اس
کا تعلق مرزا صاحب کے باقی اقوال بھی نقل کرتا ہوں۔ تاکہ باہم فرق معلوم ہو سکے۔

(۲) یعنی میرے رب نے مجھے بشارت دیکر کہا۔ کہ تو عنقریب عید کے دن کو یعنی خوشی
کا دن کو پہچان لیگا۔ اور اس دن سے معمولی عید بہت قریب ہوگی۔ اور معمولی عید
اس سے ملی ہوئی ہوگی۔ سراج منیر صفحہ ۶۶۔

(۳) عید کے بعد کا دن شعر میں مبتلا گیا تھا۔ تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۲۸۵

(۴) اور صریح لفظوں میں یہ بتا دیا۔ کہ موت بدریعہ تپش ہو گی۔ اور عید سے
ایک دن پہلے یہ واقعہ ہوگا۔ تریاق القلوب صفحہ ۲۸۵ دوسری ایڈیشن ۱۹۲۲ء

(۵) اور جب عید آئیگی تو تو اس کو پہچان لیگا۔ اور عید عید کے ساتھ ملی ہوئی ہوگی
تریاق القلوب صفحہ ۲۸۶۔

(۶) اور تو اس واقعہ کو عید کے دن میں پہچان لیگا۔ اور عید اس کے قریب
ہوگی۔ حقیقت الوحی صفحہ ۲۸۷۔

اب ان چھ حوالوں کو آپ غور سے دیکھیں۔ تو آپ کو ان میں نمایاں فرق
معلوم ہوگا۔ دیکھیے:۔

نمبر (۱) میں تو عید کا دن نشان کے دن سے بہت قریب اور ملا ہوا ہوگا۔ دیکھیے
اس میں کوئی تعیین عید کے اول اور آخر دن کی نہیں۔ کیونکہ ملا ہوا عید سے پہلا
بھی ہو سکتا ہے اور پچھلا بھی۔ قربان جائیں آپ کی صراحت کے کہ سوائے آپ کے آپکی تصریح کا کسی کو پتہ نہ لگ سکا۔
اور خوشخبری بھی ... سبحان اللہ دراصل قائلا۔ کس قدر فصیح اور بامعنی کلام ہے۔ واقعہ کو تو عید کے دن پہچانیگا
اور عید اس سے قریب ہوگی۔ رسول کے معارف نہایت باریک ہوتے ہیں کس طرح
... کی تعیین جمع کر دیا کیونکہ پہچاننا واقعہ کو عید کے دن ہے اور عید وہ نہیں
... وہ ہے جو اس سے قریب ہے۔ خوب نکتہ بیان کیا:

دن بھی ہو سکتا ہے اور بعد کا دن بھی۔

نمبر ۱۲ میں۔ تو عنقریب عید یعنی خوشی کے دن کو پہچان لیگا۔ اور اس دن سے معمولی عید بہت قریب ہوگی۔ اول تو اس میں عید کے معنی خوشی کر کے اس کو نکرہ بنا دیا۔ اور عید یہود کی تعین کو ختم کر دیا۔ اور پھر عید کو معمولی اور غیر معمولی دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کو تو احمدی صاحبان ہی بتائیں گے۔ شاید انہوں نے کوئی الہامی نکتہ مرزا صاحب سے سُنا ہو۔ کہ معمولی اور غیر معمولی عید کون سی ہوتی ہے۔ اور اس میں شناخت کرنے کے کون سے معیار اور ذرائع ہیں۔ اسلام تو آج تک غالباً اس کے سمجھنے سے قاصر رہا ہے۔ معمولی عید بہت قریب ہوگی۔ اور معمولی عید اس سے ملی ہوئی ہوگی نہ جانے ان دو فقرے لانے کا کیا مطلب تھا۔ جبکہ آخری فقرے نے پہلے کو بے معنی کر دیا۔ کیونکہ معمولی عید بہت قریب ہوگی کے مقابلہ پر معمولی عید اس سے ملی ہوئی ہوگی۔ جب ایسا فقرہ ہوگا تو پہلا قریب والا بالکل بے معنی ہو جائیگا۔

نمبر ۱۳ میں۔ عید کے بعد کا دن معین کر دیا۔ اور معمولی غیر معمولی قریب خوشی کا دن سب ختم کر دیا۔

نمبر ۱۴ میں عید کے پہلے دن کو معین کر دیا۔

نمبر ۱۵ میں۔ تو اس واقعہ کو عید کے دن پہچان لیگا اور عید اس سے قریب ہوگی ہم تو اس کا مطلب ہی نہیں سمجھ سکے۔ کہ ایک واقعہ جس کو آدمی عید کے دن پہچان لیگا اور وہ عید اس کے قریب ہوگی کیا مطلب ہوا۔ صاف اجتماع نقیضین ہے کیونکہ جو عید اس کے قریب ہوگی وہ بلحاظ قریب ہونے کے اس کا غیر ہے۔ لیکن خیر کچھ بھی اس میں عید کے ساتھ وہ دن ملا ہوا ہوگا۔ یہ تعبیر اڑا کر عید اس سے قریب ہوگی یہ دکھلایا۔

نمبر ۶...... میں عید عید[۱۵] کیساتھ ملی ہوئی ہوگی۔ اس میں دو عیدیں ہوں گی گویا کہ وہ دن عید سے ملا ہوا ہوگا۔ یہ بات ختم کر دی اور عید کو عید کیساتھ ملا دیا۔ اور تعیین بالکل اڑا دی۔

اب دیکھئے چھ مقام پر اس شعر کا مفہوم لکھا اور چھ میں ہی کس قدر اختلاف ہے یہ کیوں ہوا؟۔ اس لئے کہ مرزا صاحب نے شعر کے معنی قواعد عربی کو چھوڑ کر اپنے مطلب کو پورا کرنے کے لئے غلط طریقہ سے کئے۔ تاکہ کسی طرح یہ پنڈت جی کے واقعہ کے ساتھ لگ سکے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ چھ قسم کے معنی غلط ہیں اور کوئی معمولی عربی جاننے والا بھی ان کی تائید نہیں کر سکتا۔

شعر میں منحرف یوم العید والعید اقرب کے معنوں میں مغالطہ ہے۔ اس لئے ہم اس کے لئے ایک ایسا حوالہ پیش کرتے ہیں جس میں قرآن کی نص اور عربی نحو کا قانون اور حدیث کی گواہی موجود ہے۔ جس سے معلوم ہو سکیگا۔ کہ مرزا صاحب کے معنی کس قدر غلط ہیں دیکھئے۔ والمعرفة اذا اعيدت معرفة كانت الثانية عين الاولیٰ۔ لانّ اللام يشير الى معهود مذكور فيما سبق ومثال هاتين القاعدتين قوله تعالیٰ۔ فانّ مع العسر يسراً وانّ مع العسر يسراً۔ فالعسر اعيد معرفاً فيكون عين الاول۔ واليسر اعيد منكراً فيكون غير الاول فعلم ان مع

۱۵۔ اس میں تو مرزا صاحب نے اپنی عربی دانی کا پورا ثبوت دیدیا۔ یوم العید والعید اقرب الشئی العید عید سے ملی ہوئی ہوگی۔ ایسا کر دیا جو بالکل قواعد عربی کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایسے معنی نکرہ کے لئے ہو سکتے ہے۔ نہ کہ معرفہ کے لئے۔ نکرہ اول کا غیر ہوتا ہے۔ اور معرفہ اول کا عین۔ واذا اعيدت نكرة كانت الثانية غير الاولیٰ۔ واذا اعيدت معرفة كانت الثانية عين الاول

کل عسر لیسرین وھو معنی قول ابن عباسؓ مرویاً عن النبی علیہ السلام لن یغلب عسر لیسرین (نور الانوار)

ترجمہ۔ اور معرفہ جب معرفہ کی طرف لوٹایا جاوے تو ہوگا ثانی عین اول کا۔ اس واسطے کہ لام اشارہ کرتا ہے طرف عہد مذکور کے بیچ اس چیز کے جو پہلے گذر ا اور مثال ان دونوں قاعدوں کی قرآن شریف کی اس آیت میں ہے کہ ساتھ تنگی کے دو آسانیاں ہیں۔

پس تحقیق العسر لوٹایا گیا طرف معرفہ کے جو دوسرا العسر ہے پس ہو گیا عین اول کا اور یسر لوٹایا گیا ہے طرف نکرہ دوجو دوسرا یسر ہے اپس ہو جائیگا غیر اول کا۔ پس جانا گیا کہ ہر ایک عسر (تنگی) کے ساتھ دو یسر (فراخیاں) ہیں اور یہی معنی ہیں قول ابن عباسؓ کے جو روایت کی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ کہ نہیں غالب آئے گی ایک عسر دو یسرین پر۔

اب اس سے ثابت ہوا کہ شعر کے آخری حصہ میں جو العید دو دفعہ آیا ہے اُس کا ثانی عین اول کا ہے۔ کیونکہ جب معرفہ معرفہ کی طرف لوٹیگا۔ تو ثانی عین اول کا ہوگا۔ تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے۔ عنقریب تو پہچانیگا عید کے دن کو اور وہ عید کا دن بہت قریب ہے اب واضح رہے کہ مرزا صاحب نے ان صریح معنوں کو چھوڑ کر کس غدر داؤ پیچ کھیلے ہیں کبھی معمولی عید۔ کبھی عید کے دن سے ملا ہوا۔ کبھی عید کے دن کے قریب کبھی اول اور کبھی عید کے دن کے بعد وغیرہ اب یہ معنی کرنے سے مرزا صاحب کے دل کی مراد پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی دیکھئے۔ قاعدہ صرفی کے ماتحت سین مضارع پر داخل ہو کر مستقبل قریب کے معنی دیتا ہے۔ اور سوف مستقبل بعید کے معنی دیتا ہے اور یہاں پر سین متعرف پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تو بہت جلد پہچان لیگا۔ اور اس کے علاوہ اقرب اسم تفضیل کا صیغہ ہے جو اس متعرف کے ساتھ اسبات کا ثبوت ہے کہ سب سے زیادہ قریب جو عید ہے

کیونکہ اسم تفضیل کا عمل تین طرح پر آتا ہے۔ الف لام سے یا اضافت سے یا من سے۔ سو یہاں پر تیسری صورت من والی ہے۔ یعنی اقرب من کل عید۔ لہٰذا اس قاعدہ کے بموجب یہ واقعہ پہلی عید سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ شعر میں کوئی بھی قرینہ نہیں جس کی وجہ سے ہم اس کا استدلال پنڈت جی پر کر سکیں۔ اس کا جواب مولوی ثناء اللہ صاحب نے الہامات مرزا صفحہ ۷۵ پر اس طرح سے دیا ہے۔ جو نہایت ہی موزون ہے لہٰذا اس کو میں یہاں لکھتا ہوں

یہ مصرعہ جس قصیدہ کا ہے وہ کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ پر مرقوم ہے جس میں لیکھرام کا کہیں نام نشان بھی نہیں بلکہ اس کے لکھتے وقت مرزا جی کو خطی اس کا خواب و خیال نہ ہوگا۔ ہم ناظرین کی تسلی اور مرزا جی کی تاویل کی پڑتال کرنے کو اس قصیدہ میں سے چند اشعار نقل کرتے ہیں۔ جس سے اس مصرعہ کے معنی اور سیاق و سباق معلوم ہو جائے:- ؎

الا ایہا الواشی الام تکذب — و تکفر من ہو مومن و تؤنب
وانسیت انی مسلم ثم تکفر — فاین الحیاء انت اجری و عقرب
الا اتتنی عبد و انت مذبذب — الا اننی اسد و انک ثعلب
الا اننی فی کل حرب غالب — فکدنی بما زورت فالحق یغلب
و بشرنی ربی و قال مبشراً — ستعرف یوم العید والعید اقرب
و اعطانی ربی فکیف ارده — و ہذا عطاء اللہ والخلق یعجب
ستوق تری انی صدوق مؤید — ولست بفضل اللہ ما انت تحسب

اشعار مذکور صاف بتا رہے ہیں کہ یہ کلام کسی ایسے شخص کے جواب یا خطاب میں ہیں۔ جو مرزا کو مکفر۔ یعنی خود مسلمان اور مرزا کو کافر کہتا ہے۔ اس کو مرزا جی ڈانٹتے ہیں۔ تو بے حیا ہے۔ مجھ سے میں نیک ہوں۔ تو طمع سازانہ ہے میں شیر

ہوں تو تو مُڑی ہے۔ میں ہر ایک لڑائی میں غالب ہوں۔ مجھے خدا نے بشارت دی ہے اور کہا ہے کہ تو عید کو پہچانے گا۔ اور عید قریب ہے۔ میرے خدا نے مجھے نعمتیں دی ہیں لوگ تعجب کرتے ہیں۔ تو دیکھ لیگا کہ میں سچا ہوں۔ اور جیسا تیرا گمان ہے ویسا نہیں ہوں۔ اس کے آگے صاف اور صریح لکھتے ہیں۔ ۵

وقاسمتہم ان الفتاوی صحیحۃ   وعلیک وزر الکذب ان کنت مکذب

وھل لک من علم ولفں محکم   علی کفرنا او نحتما حسن و تنتحب

تو نے ان لوگوں سے قسم کھاکر بتایا۔ کہ یہ فتاوے (جو ہمارے پر لگائے گئے ہیں) صحیح ہیں اگر تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے۔ کیا تیرے پاس قطعی علم یا مضبوط لفں ہمارے کفر پر ہے۔ یا تو اٹکل اور تکلف کرتا ہے۔

صاف صاف بات ہے کہ اس قصیدہ میں نہ لیکھرام کا ذکر ہے نہ آتھم کا بلکہ صریح خطاب علماء مکفرین کو ہے۔ ہاں اگر علمائے اسلام تمام کے تمام یا کم سے کم ان کے سر گروہ بھی عید کے دن شہادت یاب ہوتے تو بھی مرزا جی کو کہنے کی گنجائش ہوتی مگر یہاں تو اتنی بھی نہیں۔ خدا کے فضل سے سرگروہ مکفرین یعنی شمس العلما مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دام فیضہ آج دسمبر ۱۹۰۱ء تک ایک سو دس برس کی عمر میں باسلامت باکرامت موجود ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کا بیان اس قدر واضح اور مدلل ہے کہ اس پر کسی قسم کی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ مرزا جی کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہاں پر آپ کے مرید نہیں۔ کہ جو آپ کی ہر بات کو الہام سمجھکر مان لیں گے۔ یہاں تو کوئی واضح ثبوت دینا ہوگا۔ کہ کس قرینہ سے ہم اسے پنڈت لیکھرام جی کے لئے مان لیں۔ نیز مولوی محمد حسین صاحب اشاعت السنۃ جلد ۱۸ صفحہ ۳۴۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ یوم العید والے

۵۔ نبی کی ہر ایک بات خدا کے حکم سے ہوتی ہے۔ نور الحق حصہ دوم صفحہ ۱۰

الہام میں قتل لیکھرام کا کہیں ذکر دا شارہ تک نہیں۔ آریہ مسافر صفحہ ۸۶۵

یہاں تک ہم نے ثابت کیا۔ کہ اس شعر کے وہ معنی نہیں ہیں۔ جو مرزا صاحب نے کئے۔ اور اس قصیدہ کے ساتھ شہید اکبر کا کوئی تعلق نہیں۔ ایک اور بات بھی بیان رکھنے کے لائق ہے۔ کہ اس کتاب کرامات الصادقین میں اشعار کے باہر کتاب کے حاشیہ پر کچھ فقرات لکھے ہیں۔ جو اشعار کے نفس مضمون پر دلالت کرتے ہیں۔ دیکھئے صفحہ ۲۸۔ مجھے خدا نے تجدید قرآن کے لئے بھیجا۔ صفحہ ۳۴۔ شیخ بٹالوی کا نقشہ صفحہ ۴۳ آتھم کی بابت پیشگوئی اس قصیدہ میں ہے۔ اے محمد حسین تو کیوں میری تکذیب کر رہا ہے صفحہ ۵۸ تیرے پاس میرے کفر پر کیا دلیل ہے صفحہ ۵۴۔ اے شیخ بٹالوی خدا سے ڈر صفحہ ۶۴ وغیرہ لیکن تمام مقامات دیکھ جایئے پنڈت لیکھرام کا کہیں نام تک نہیں۔

مگر مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ان اشعار میں اشارہ مولوی محمد حسین بٹالوی کیطرف ہے۔ کہ تو میرے نشان کو دیکھے گا۔ چنانچہ مرزا صاحب سراج منیر صفحہ ۶۷ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ کہ جب سے میں نے اس میں مولوی محمد حسین کو مخاطب کر کے یہ قصیدہ لکھا ہے ویسے ہی اور اسی بشارت کی طرف انجام آتھم کے قصیدہ میں وہ شعر جو ماہ ستمبر ۱۸۹۶ء شیخ محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کر کے لکھے گئے ہیں۔ اشارہ کر رہے ہیں اور جیسا کہ تعرف کا لفظ متعرف یوم العید میں موجود ہے اس قصیدہ میں بھی محمد حسین کو مخاطب کر کے تعرف موجود ہے سراج المنیر صفحہ ۶۷

وہاں پر فتعرف موجود ہے اور یہاں ستعرف۔ لیکن سین اور ف کے معنوں میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ اور اب تقریباً اڑھائی سال بعد سین جو عنقریب پر دلالت کرتا تھا تعرف سے ہٹ گیا۔ اور ف لگ گئی۔ یہ مرزا صاحب کی دلیل جو انہوں نے دونوں کے اندر باہم مماثلت پیدا کرنے کے لئے دی ہے کس قدر بھدی اور بودی ہے۔ تعرف لفظ جیسے یہاں موجود ہے وہاں پر تعرف موجود ہے۔ جو مولوی محمد حسین کی

طرف دلالت کرتا ہے۔

ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ یہ قصیدہ کسی مسلمان کے لئے ہے اور اس کے لئے خطاب ہے کہ تو دیکھے گا۔ اب کوئی مرزا صاحب سے پوچھے کہ تعرف ہر دو قصائد میں آنے سے یہ کیسے ثابت ہو گیا۔ کہ یہ شعر پنڈت لیکھرام جی کے لئے ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے۔ کہ کہہ دیا جاوے کہ مرزا صاحب بھی بذاتِ خود خدا ہے اور ثبوت کے لئے اسی طرح پیش کر دیا جاوے۔ کہ دیکھو قرآن خدا کا کلام اسلام مانتا ہے اور اس میں یا ایہا الناس آتا ہے۔ اور مرزا صاحب بھی فلاں قصیدہ میں یا ایہا الناس لکھتے ہیں اس لئے مرزا صاحب بھی خدا ہیں عجب منطق ہے۔ جناب مرزا صاحب کسی بات کو ثابت کرنے کے لئے ثبوت اعلیٰ اور انسب ہونا چاہیئے۔ نہ کہ جو بذات خود دوسرے ثبوت کا محتاج ہو اور اس سے بھی کمزور ہو۔

جس قصیدہ کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہے اُس میں کسی خاص نشان کا ذکر نہیں۔ بلکہ حسب عادت عام ہے کیونکہ مرزا صاحب کے منہ میں تو ہر وقت نشان ہی کا لفظ رہتا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی ہے کسی ایک نشان کا ذکر نہیں وہ شعر ہے۔ ۵

ستاتیک آیاتی فتعرف وجہھا فاصبر ولا تترک طریق احیاء

اس کے معنی مرزا صاحب خود لکھتے ہیں۔ نشانہائے من ترا خواہند رسید پس آنہا را خواہی شناخت پس صبر کن و طریق حیا را از دست مدہ۔ یعنی میرے بہت سے نشانات تیرے پاس پہونچیں گے۔ پس تو ان کو پہچانے گا۔ پس صبر کر اور طریق حیا کو ہاتھ سے مت دے اس شعر میں آیاتی بہ جمع کا صیغہ موجود ہے۔ کسی خاص نشان کی تعین نہیں اور نیز اس انجام آتھم والے قصیدہ میں تو شیخ محمد حسین صاحب کا نام بھی ہے۔ اس لئے ضمیر اس طرف ہی پھر گئی ۵:۔ یا شیخ ارض الخبث ارض لبٹالۃ ۔ کفرتنی بالبغض والشحناء

یعنی اے بٹالہ کی پلید زمین کے رہنے والے شیخ تو نے مجھے بغض اور کینہ سے کافر قرار دیا ہے

اس لئے نہ اِس قصیدہ میں اور نہ اُس قصیدہ میں پنڈت جی کے لئے کوئی ذکر ہے
اب ہم بتائیں گے کہ یہ یوم العید والعید اقرب والا شعر کس لئے تھا اور کہاں پر لگ
اس کے معنی اور مطالب میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور محض پنڈت جی کی شہادت
عید کے قریب ہو جانے سے اس شعر کو مرزا صاحب نے اپنی وہ بات بتعیّد وقت و تاریخ
والی ثابت کرنے کے لئے ادہر لگا لیا اور اس کے معنوں میں بھی بے حد غلط بیانی کی
اس بات میں کلام نہیں۔ کہ ایک شخص جب دوسرے شخص کے لئے کہتا ہے کہ میں
اسے تاریخ و وقت بتاؤں گا۔ اب مقدم الذکر کا یہ فرض ہے کہ موخر الذکر کو بتا دے مگر
جب تک وہ شخص نہیں جان لیتا۔ اس شخص کا فرض پورا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جب
اس شعر سے کوئی شخص یا وہ تمام اشخاص جن کو بتلانا مقصود تھا نہیں بتایا گیا۔ اور
اگر انہوں نے سمجھا ہے تو پھر کیسے وہ شخص اپنے فرض سے بری ہو سکتا ہے۔ مگر یہاں
معاملہ ہی بالکل برعکس ہے۔ اب ہم بتائیں گے کہ وہ کون سی عید تھی اور ایسا
بیان پیش کریں گے جس سے سب باتیں ٹھیک رہیں گی۔ نہ مفہوم میں فرق نہ معانی
میں گڑبڑ نہ کھینچا تانی کرنی پڑیگی۔ ہم دیکھیں گے کہ ہمارے احمدی دوست کہاں تک
سچائی کو قبول کرنے کے لئے جرأت کرتے ہیں۔

جو شعر زیر بحث ہے۔ وہ کرامات الصادقین میں ہے کسوف و خسوف (چندر اور
سورج گرہن) جو اپریل ۱۸۹۴ء میں لگا۔ یہ کتاب اس سے آٹھ ماہ اور کچھ دن پہلے
شائع ہوئی تھی۔ یعنی کرامات الصادقین ۲۴ اگست ۱۸۹۳ء کو شائع ہوئی۔ اس
سے پہلے چاند اور سورج گرہن کے متعلق جنتریوں کے ذریعہ سے عام مشہور ہو چکا تھا
کہ دونوں کو گرہن لگیگا۔ یہ سن کر مرزا صاحب نے جیسا کہ ان کی متعدد کتابوں میں مذکور
ہے۔ کہ اس کسوف و خسوف کو انہوں نے اپنی نبوت کے لئے بطور نشان پیش کیا ہے
کہ نشان کو ہی وہ اپنے منکر کے سامنے پیش کر کے کہہ رہے ہیں۔ کہ تو عنقریب بس

عید کو پہچان لیگا۔ جو میرے لئے بطور نشان ہوگی۔ یعنی کسوف وخسوف دونوں
اکھٹے لگ کر میری نبوت کی گواہی دیں گے۔ چنانچہ یہ قصیدہ کفر کا فتویٰ لگانے والوں
میں سے کسی کے لئے ہے جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں۔ چنانچہ جب کسوف وخسوف
١٦۔ اپریل ١٨٩٤ء کو لگ چکا تو اس کے بعد کتاب نور الحق حصہ دوم ١٨۔ مئی ١٨٩٤ء کو شائع
ہوئی۔ اس میں مرزا صاحب نے ویسے ہی جیسا کہ اس قصیدہ میں علماء مکفرین میں سے
کسی کی طرف خطاب ہے۔ اس میں بھی ویسے ہی خطاب ہے اور عید کا بھی ذکر ہے اس
میں سے ہم چند اشعار درج کرتے ہیں تاکہ مرزا صاحب کی صداقت اور ہماری تحقیقات
کا نتیجہ ظاہر ہو جائے۔

اور نیز یہ بھی یاد رہے۔ کہ یہ کتاب نور الحق کسوف وخسوف کے لئے ہی لکھی گئی
تھی۔ دیکھو اربعین ٹائیٹل پیج نور الحق صفحہ ٣٢ حصہ دوم پر اس کا مفصل ذکر ہے۔
اب آگے صفحہ پر کسوف وخسوف کے متعلق لکھتے ہیں۔ اس سے وہ غیر معمولی ہونا ثابت ہوا
جس کا ذکر قرآن کریم اور حدیث خاتم الانبیاء میں موجود ہے اور کچھ شک نہیں کہ کسوف و
خسوف کا اس مہینہ رمضان میں اس غیر معمولی حالت کیساتھ جمع ہونا ایک امر خارق
عادت ہے۔ اور جبکہ تو نے اس کیساتھ ایک آدمی کو دیکھا جو کہتا ہے کہ میں مسیح موعود
اور مہدی مسعود ہوں۔ اور کسوف وخسوف کے ساتھ اس کا ظہور متقارن ہے....
پس یہ گواہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے دعویٰ کے صدق میں ہے..... تم جانتے
ہو کہ میں کئی سال سے بحکم رب العالمین کہہ رہا ہوں۔ کہ میں مسیح موعود اور مہدی مسعود
ہوں اور تم مجھے کافر ٹھہراتے ہو۔ اور لعنت کرتے اور جھٹلاتے ہو۔" مذکورہ بالا عبارت
سے یہ ظاہر ہے کہ کسوف وخسوف کو اپنے لئے نشان بنایا ہے اور مکفرین کے خلاف
کہا ہے۔ اب اس قصیدہ میں سے چند اشعار لکھتا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ قصیدہ
بعینہٖ انہی لوگوں کے لئے ہے جن کے لئے کہ کرامات الصادقین میں لکھا تھا یہ دونوں

عقائد بڑے لمبے ہیں زیادہ تحقیقات کرنے والوں کو وہاں سے ہی پڑھ کر نتیجہ نکالنا چاہیئے۔ کہ کس طرح ان دونوں میں لفظی اور معنوی مطابقت اور مماثلت ہے لیکن ان چند اشعار سے بھی آپ بخوبی نتیجہ نکال سکیں گے۔ ص۵

فارجع الی الحق الذی اخزی العدا ؛ واھان کل مکفر لعان

سو اس خدا کی طرف رجوع کر جس نے دشمنوں کو رسوا کیا۔ اور ہر ایک کافر ٹھہرانے والے لعنت کرنے والے کو بے عزت کیا۔

الیوم بعد مرور شہر صیامنا عید الاقوام لنا عیدان

آج ماہ رمضان کے گذرنے کے بعد لوگوں کے لئے ایک عید ہے اور ہمارے لئے دو عیدیں ہیں"

الیوم یوم طیب ومبارک ؛ یخزی بآیتہ ذوی الطغیان۔ نور الحق حصہ دوم ص۲۷

آج کا دن پاک اور مبارک ہے اپنے نشانوں کیساتھ رسوا کر رہا ہے"

یا مکفری اہل السعادۃ والھدیٰ ؛ الیوم انزلتم بدار ھوان ص۲۹

اے وے لوگو جو اہل سعادت کو کافر ٹھہراتے ہو آج تم ذلت کے گھر میں اتارے گئے۔

یا قوم فی رمضان ظہرت آیاتی ؛ من ربنا الرحمٰن والدیان

اے میری قوم میرا نشان رمضان میں ظاہر ہوا خدائے رحمان اور جزا دہندہ

ھذا اشد علی العدا دجموعھم ؛ من رمح سیف قاطع وسنان ص۳۱

یہ پیشگوئی دشمنوں پر بہت سخت ہے تلوار اور نیزہ سے بھی زیادہ سخت ہے"

یالاعنی خف قہر رب قادر ؛ واللہ انی مسلم ذو شان

اے مجھے لعنت کرنے والے خدا کے قہر سے ڈر واللہ میں ایک مسلمان ذی شان ہوں"

یالاعنی خف قہر رب شاھد ؛ ویریک آیاتی من الاحسان

اے مجھے لعنت کرنے والے خدا جو گواہ ہے۔ خوف کر وہ تجھے اپنے نشان دکھاتا ہے

لاتکفروا یا قوم ناصر دینکم ٭ واخشوا الملیک ساعة اللقیان ص ۳۴

اے میری قوم دین کے حامی کو کافر مت ٹھہراؤ اور حقیقی بادشاہت اور ملاقات کے دن سے ڈرو۔" اب مقام غور ہے کہ کس قدر ان دونوں قصیدوں میں باہم مطابقت ہے۔ وہاں بھی خطاب مکفر کے لئے اور یہاں بھی۔ وہاں عید کا ذکر نشان دکھلانے کے لئے اور یہاں عید کا ذکر نشان دیکھنے کے بعد۔ علمائے مکفرین کے لئے ایک عید اور مرزا صاحب کے لئے دو عیدیں اور شاید اسی نشان کو مدنظر رکھ کر معمولی عید کا لفظ استعمال کیا تھا۔ اب اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ یہ عید وہی ہے جس کا وعدہ اپنے مکفر کو کرامات الصادقین میں دیا تھا۔ اب اس سے نہ متنوں میں فرق آیا نہ مفہوم میں کھینچ تان کرنی پڑی۔ اور نہ کوئی اور دقت پیش آئی یسین کا مطلب عنقریب کا اور اقرب زیادہ قریب کا بھی پورا ہو گیا کیونکہ یہی پہلی عید تھی۔

یہ تمام قصہ ہے بشرٰی لی کا جو آپ کے سامنے بیان کر دیا۔ باقی رہا مرزا صاحب نے اس پیرایہ میں بیان کر کے اس قدر کھینچ تان کرنے کی کیوں ضرورت محسوس کی سو اس کے لئے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ مرزا صاحب نے ایک دعویٰ تعیین وقت و تاریخ لکھنے کا کیا تھا۔ مگر وہ نہ لکھا گیا اور نہ لکھا جا سکتا تھا۔ مگر چونکہ پنڈت جی کی شہادت عید کے ایک دن بعد واقع ہوئی تھی۔ اور اس شعر میں عید کا نام موجود تھا۔ آپ نے اس کو غنیمت سمجھا اور توڑ مروڑ کر اس طرف لگانے کی کوشش کرلی۔ تاکہ وہ پہلی کہی ہوئی بات کسی طرح ثابت ہو جائے۔

سوچنے کا مقام ہے کہ یہ وقت اور تاریخ کی بات تو پنڈت جی کے ساتھ تھی نہ کہ ان کے مرنے کے بعد عوام میں غلط فہمی پھیلانے کے لئے تھی۔ جب پنڈت جی کو اس کا پتہ نہ لگا۔ تو اب کہنا بالکل عبث ہے اور یہ مرزا صاحب کی عادت میں

قابل تھا۔ کہ ہمیشہ مہمل[۱] بات کہہ دیتے تھے۔ پھر بوقت ضرورت اس کی تاویل اپنے مطلب کے موافق کر لیتے تھے۔ جیسا کہ ایک الہام آپ نے کہا۔ "شاتان تذبحان" جب احمد بیگ کی موت ہوئی تو جھٹ براہین احمدیہ کھول بیٹھے اور فرمانے لگے کہ یہ تو ۱۷ برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھ دیا گیا تھا کہ دو بکریاں ذبح کی جاویں گی۔ پہلی بکری سے مراد مرزا احمد بیگ اور دوسری بکری سے اس کا داماد۔[۲] ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۷۔ اور جب کابل میں عبداللطیف کی سنگساری ہوئی تو پھر وہی مداری کا تھیلا پیش کر دیا اور صفحہ ۱۱۱ کا حوالہ دیکر کہا کہ یہ دونوں بکریاں مولوی عبداللطیف اور ان کے شاگرد عبدالرحمان ہیں۔ اور اس کے لئے بڑی بڑی دلیلیں پیش کیں کہ زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ "تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۷۰، ۷۱"

اور اسی طرح جب عبداللہ آتھم میعاد کے اندر نہ مرا۔ تو آپ نے اس فقرہ کی تاویل کی۔ یاد رہے کہ پیشگوئی میں "فریق مخالف" سے جس کے لئے ہاویہ یا ذلت کا وعدہ تھا

"ایک گروہ مراد ہے"

جو اس بحث سے تعلق رکھتا تھا۔ خواہ خود بحث کرنے والا تھا یا معاون یا حامی یا سرگروہ تھا۔ .... ہاں مقدم سب سے ڈپٹی عبداللہ آتھم تھا۔ .... مگر درحقیقت اس لفظ کے حصہ دار دوسرے معاون اور محرک اور ان کے سرگروہ بھی تھے

کیونکہ "فریق" اس تمام سرگروہ کا نام ہے۔[۳]

چونکہ ایک کام بالمقابل کرنے والا یا اس کام کا معاون یا اس کام کا بانی یا محوز یا حامی ہو۔ اور پیشگوئی کی کسی عبارت میں یہ نہیں لکھا گیا۔ کہ "فریق سے مراد عبداللہ آتھم ہے"۔ تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۹۶ و ۹۷۔

---

(۱) یہیں باتیں دیکھنے کے شائق البشریٰ جلد اول دیکھیں (۲) یہ بکری بڑی سخت نکلی ذبح کرنیوالے کو بھی پچھاڑ گئی (۳) معاون اور بانی اس کام کا کون تھا یہ احمدی بھائی سمجھ لیں۔

جو ناحق بے وجہ صرف مسٹر عبداللہ آتھم تک الہامی پیشگوئی کو محدود کرتے ہیں اور فریق کے لفظ کو غور سے نہیں دیکھتے۔ عبداللہ آتھم فریق مخالف میں سے ایک جزو تھا۔ انوار اسلام صفحہ ۲۱۔ اور ہم بار بار اور متواتر شرح کر چکے ہیں کہ اس الہام کے مصداق عیسائی ہیں جو بحث کے مباحث یا حامی بحث تھے۔ انوار لاسلام صفحہ ۲۷ کا حاشیہ۔ اب اس کے خلاف دیکھئے۔

جب مسٹر ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ میں ڈاکٹر کلارک نے اس بات پر زور دیا کہ مرزا صاحب محض عبداللہ آتھم کو ہی پیشگوئی کے لئے نہیں کہتے رہے۔ بلکہ تمام معاون مجوز وغیرہ مراد ہیں اس وقت مرزا صاحب نے جو کچھ کہا وہ آگے لکھا جاتا ہے۔ جب مباحثہ ۱۸۹۳ء کا ختم ہوا۔ آخر پر ہم نے حسب درخواست عبداللہ آتھم کے اس کی نسبت پیشگوئی کی تھی۔ ڈاکٹر کلارک صاحب کی بابت یہ پیشگوئی نہ تھی۔ "فریق سے مراد آتھم ہی ہے" جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے۔ فریق اور شخص ایک ہی معنی ہیں۔ کتاب البریہ صفحہ ۲۴۲۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ جرأت اور دعوئے پیغمبری لیکن اس قسم کا ہیر پھیر کرنا تو آپ کی عادت میں داخل ہے۔ اب ہم نے مفصل طور سے لکھ کر ہر طریقہ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس شعر بشری ربی کا پنڈت لیکھرام جی کیا تھ کوئی تعلق نہیں یہ صرف موقعہ سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کے لئے مرزا صاحب نے خواہ مخواہ مغالطہ دیا ہے

جواب نمبر ۶:- پھر کیوں لیکھرام کی عید کے دنوں میں پوری حفاظت نہ کی گئی جس کا آریوں کو کئی برسوں سے علم تھا۔ استفتاء صد ۱۲

نہ آریہ سماج کو اس طرف خیال تھا اور نہ آریہ سماج کو عید وغیرہ کے لئے کچھ علم تھا۔ (یہ محض آپ کا مغالطہ ہے) اور نہ ویدک دہرم پر قربان ہونے کے راستہ میں رکاوٹ ڈالنے کی اور اس کے لئے حفاظت کرنے کی آریوں کو ضرورت ہے

آپ ہی عبداللطیف اور عبدالرحمان کی حفاظت کر لیتے اور ایسی بری موت سے بچا لیتے۔ میں تو پہلے ہی لکھ چکا ہوں۔ کہ بڑے بڑے نیک آدمی ان خفیہ سازش کرنے والے دھوکا بازوں کا شکار ہو گئے۔ خاص کر حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ فدائیوں کے ہاتھوں سے بے شمار بندگانِ خدا مارے گئے اور وہ حفاظت نہ کر سکے۔ ہائی کورٹ سے بڑھ کر حفاظت کی جگہ اور کون ہو سکتی ہے مگر ان خفیہ چھری ماروں سے وہ بھی محفوظ نہیں رہ سکتی۔ جب تک کہ ایسے دھوکا بازوں کا خاتمہ نہ کر دیا جاوے۔ فدائیوں کی چھری سے کون شخص بچ سکتا تھا اس لئے جس شخص نے جیب سے نکال چاقو یا چھری مار دی ہے۔ اس سے کیا حفاظت ہو سکتی ہے؟

(۷) اول تو وہ خود اتوار کا دن تھا۔ جو ہندوؤں کی عیدوں میں سے ایک عید ہے۔ استفتاء صفحہ ۱۲ ۔ نہ جانے مرزا صاحب کو کیا ہوا۔ خواہ مخواہ انٹ سنٹ بے تکی باتیں لکھ دیتے ہیں۔ نہ جانے کس نے آپ کو کہا تھا۔ کہ ایتوار ہندوؤں کی عید کا دن ہے۔ اتوار کو تو برعکس اس کے عام ہندو برت رکھتے ہیں۔ کئی ایک خاص چیز نہیں کھاتے۔ مثلاً نمک وغیرہ۔ اس لئے حضرت اتوار کا دن ہندوؤں کی عید نہیں ہے۔

(۸) گوسالہ سامری ہاتھ سے ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تھا۔ پھر جلایا گیا پھر دریا میں ڈالا گیا۔ استفتاء صفحہ ۱۲۔ یہی حال لیکھرام کا ہوا۔ اول قاتل نے اس کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا پھر ڈاکٹر نے اس زخم کو چھری سے زیادہ کھولا۔ پھر اس کی لاش پر ڈاکٹری امتحان کی چھری چلی پھر جلایا گیا۔ پھر دریا میں ڈالا گیا۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۸۷ ۔ نزول مسیح صفحہ ۱۷۲

ابھی تو حضرت کچھ رہ گئے۔ کہ جس گرہ سے اسرائیل کو پلایا گیا۔ اور

اب دریا میں ڈالا گیا۔ لکھ رہے ہیں۔ کیا گوسالہ سامری کا ٹکڑے ٹکڑے
کرنا۔ آپ بائیبل اور قرآن شریف سے دکھا سکتے ہیں۔ کیا ٹکڑے کرنا اور زخم سے لہو
کا باہر نکلنا ایک ہی بات ہے۔ اور کیا ڈاکٹر کا زخم کھولنا بھی ٹکڑے کرنے کے
مطابق ہے۔ فرمان جامع آپ کی تحریر کے ڈاکٹری معائنہ کی چھری پھر دوبارہ
نہ جانے کہاں سے یاد آ گئی۔ کیا بچھڑے کے پیٹ میں حضرت موسے چھری
مار کر بھاگ گئے تھے۔ اور پھر کیا چھری مارنے کے بعد بچھڑے کا زخم کھولا گیا تھا
اور پھر سیا گیا تھا۔ یہ سب باتیں آپ کی بے معنی اور لغو ہیں۔ کسی میں بھی
مشابہت نہیں۔ باقی رہا جلانا اور دریا میں ڈالنا اس کے لئے تو پہلے بھی لکھ
چکا ہوں۔ کہ ہر ایک آریہ جب مرتا ہے وہ جلایا بھی جاتا ہے اور دریا میں
اُس کی راکھ ڈالی بھی جاتی ہے۔ کیا اسی بات سے بچھڑے کے ساتھ مشابہت
ہو جائے گی۔ اس طرح پر تو ہر ایک شخص کے ساتھ مشابہت ہو جائیگی۔ نیز
کبھی آپ جلا کر دریا میں ڈال دینا لکھتے ہیں۔ کبھی پیس کر بنی اسرائیل کو
پلانا تو نہ معین ہوئے ایک دعوے دونوں باتیں ہی قابل اعتبار نہیں رہتیں

(۹) تیسرے یہ کہ گوسالہ سامری کی پرستش کی گئی تھی اور خدا نے اُس قوم پر ایک
وبا بھیجی تھی جو غالباً طاعون تھی۔ جیسا کہ خروج باب ۳۲ میں ہے۔ ایسا ہی
لیکھرام کی تعریف بھی پرستش تک پہنچائی گئی۔ استفتاء صفحہ ۱۲۔ اور خدا نے
بنی اسرائیل پر گوسالہ پرستی کے سبب موت بھیجی تھی۔ یعنی ایک وبا جس سے
وہ مر گئے تھے۔ سراج منیر صفحہ ۶۸۔

اول تو یہ امر دیکھنے کے قابل ہے کہ گوسالہ سامری کی پرستش کب کی گئی۔ اور
کتنی دیر کی گئی۔ اور پھر گوسالہ سامری کی پرستش خدا کی جگہ پر کی گئی تھی۔
لیکن آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ آریہ سماج نے پنڈت لیکھرام جی کے لئے ایسا کیا تھا

ں اگر آپ کی مراد ان کی ارتھی کی عزت سے ہو تو وہ کوئی پرستش نہیں تھی بلکہ
س میں گوسالہ پرستی کے ساتھ کوئی مشابہت بھی نہیں تھی۔ کیونکہ گوسالہ کی
رستش اس کے جلانے کے وقت کسی نے نہیں کی۔ اور پنڈت جی کے لیے وہی
زت تھی۔ جو کہ ہر ایک شہید کے لیے عموماً کی جاتی ہے اور جسے کوئی ذی
ہم انسان بت پرستی نہیں کہہ سکتا۔

باقی رہا بنی اسرائیل پر خدا نے موت بھیجی تھی۔ اور وہ مر گئے تھے۔ وعلیٰ
زدہ موت ان کے لئے نئی آئی تھی پہلے اس کا وجود نہیں تھا۔ اور دوسرے
وہ جلد ہی ختم ہو گئے تھے مگر یہاں یہ دونوں صورتیں نہیں۔ طاعون اس
واقعہ سے پہلے ہندوستان میں آ چکی تھی۔ اور اس کے بعد بہت دیر لاہور
وغیرہ میں آئی۔ اور پھر کیا یہ طاعون آریہ سماج کے لیے ہی آئی تھی یا سب
لئے ہی تھی۔ اگر صرف آریہ سماج کے لئے ہی ہوتی۔ تو آپ کا کہنا درست تھا
اور پھر کیا آریہ سماجی سب مر گئے تھے۔ اگر ایسا کوئی امر بھی نہیں تو آپ کے
لئے ایسی باتیں لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا ایڈیٹر بدر بھی اسی قوم سے
ہی تھا۔ جو کہ اس کا شکار ہو گیا۔ دیکھیے رسالہ آریہ مسافر ماہ اگست صفحہ ۸
بحوالہ شانتی دھرم گزٹ ۱۰ مئی ۱۹۰۵ء منقول از اخبار اہل حدیث
ہمعصر اہل حدیث لکھتا ہے کہ قادیانی عیسیٰ کے ایک مرید بابو عطا الٰہی
وزیر آبادی اسٹیشن ماسٹر لالہ موسیٰ نے امرتسر میں اپنے قریبی رشتہ دار
کے سامنے بیان کیا۔ کہ جن دنوں محمد افضل ایڈیٹر البدر طاعون سے
قادیان میں مرزا صاحب سے ملنے گیا تھا۔ تو سات روز بعد ملاقات
ہوئی۔

(۱) یہ لوگ خوب اپنے دلوں میں سمجھتے تھے کہ یہ خدا کا فعل ہے پیشگوئی

کرنے والے کا منصوبہ نہیں۔ تاہم بار بار فریاد کر کے گورنمنٹ سے اس راقم کے گھر کی تلاشی کرائی۔ اور بہت سارے جاسوس ڈاکٹر گوسالہ پرستوں سے شاہت پوری کی۔ استغتاء صفحہ ۱۳

نہ جانے مرزا صاحب کو اس قدر مغالطہ دینے کا اشتیاق کیوں ہے جس بات کے لئے ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہوتا خواہ مخواہ ہی اپنے دل سے لکھ کر باعث تضحیک بنتے ہیں۔

اس میں مرزا صاحب نے تمام آریہ سماج پر مکار جھوٹا اور دہو کے باز ہونے کا الزام لگایا ہے اور وہ یہ کہ دل سے یہ لوگ خدا کا فعل سمجھتے تھے۔ اور کسی کا منصوبہ خیال نہیں کرتے تھے مگر پھر بھی بار بار گورنمنٹ سے فریاد کر کے راقم کی خانہ تلاشی کرائی۔ کس قدر گرے ہوئے ساری قوم کو متہم کرنے والے الفاظ ہیں۔ اس کے جواب میں تو وہی تحفہ جو مرزا صاحب کے ورد زبان تھا ان کے لئے کافی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے پاس اس بات کے لئے کیا ثبوت تھا۔ کہ اندر سے آریہ سماج اس کو خدا کا فعل مانتا تھا۔ اور اوپر سے مکاری کرتا تھا۔ ایسی پایہ صداقت سے گری ہوئی بلا ثبوت باتیں کہنا کسی طرح بھی کسی انسان کے لئے جائز نہیں۔ ہم آریہ سماج کی رائے پہلے لکھ چکے ہیں۔ اور اس پر ایسی بے تکی بات کہنا۔ کہ جس اصول کا ہی آریہ سماج سرے سے قایل نہیں۔ اس کو اندر اور باہر کو کیسے اور کیوں مانے گا۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ مرزا صاحب اس تمام قوم پر مکاری کا الزام لگاتے ہیں جس قوم میں کہ بڑے بڑے معزز اور نیک انسان موجود تھے اور ہیں۔

اور پھر آپ کا یہ کہنا کہ آریہ سماج نے شور ڈاکٹر گوسالہ پرستوں سے شاہت

ی کردی۔ کس قدر واقعات کے خلاف ہے۔ کیا کوئی احمدی بتا سکتا ہے
رسالہ کے جل جانے کے بعد گوسالہ پرستوں نے کب شور ڈالا تھا۔ نہ جانے مرزا
احب اس قسم کے غلط بیانات لکھ کر کس لیئے اپنی ہنسی کا باعث بنتے ہیں۔
سامری نے یہ مشہور کیا تھا۔ کہ جبرئیل کے قدموں کی خاک اس کے (کچھڑے کے)
پیٹ میں ہے اور اس کی برکت سے وہ بیل کی طرح آواز نکالتا ہے۔ تا وہ لوگ
گوسالہ کو بہت ہی مقدس سمجھیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدوت کم ہو جائے
اسی کے مشابہہ آریوں نے بھی لیکھرام کی کتابوں کو جو پادریوں سے منقول تھیں
عجوزی طاقت پر محمول کیا۔ حالانکہ جو کچھ اس نے لکھا وہ نہایت بیہودہ اور
سراسر باطل تھا۔ تریاق القلوب صفحہ ۲۸۸ و ۲۸۹
ہم نے جس قدر مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ کیا ہے اس کی بنا پر ہم اس نتیجہ پر
پہنچے ہیں کہ مرزا صاحب کو بے بنیاد باتیں لکھنے کی عادت ہو گئی تھی۔ اور اس لیئے وہ
... بیہودہ کس کی تحریریں ہیں۔ اس کو زمانہ جانتا ہے۔ اور گورنمنٹ کے کاغذات بھی
... ہیں۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ کس قدر مقدمات پنڈت جی پر مختلف شہروں
... آپ کی مہربانی سے چلائے گئے۔ مگر تمام مقدمات فضول اور بیہودہ سمجھ کر رد کی
... اوکری میں پھینک دیئے گئے اور پنڈت جی پر کوئی آنچ نہ آئی۔ کلیات آریہ مسافر کے
دیباچہ میں شری سوامی شردھانند جی لکھتے ہیں۔ کہ جس وقت دہلی کی عدالت میں مقدمہ
... کیا گیا۔ اس وقت ڈپٹی کمشنر صاحب نے وہ تمام مقامات جو قابل اعتراض
بیان کیئے گئے تھے۔ پھر ڈپٹی کمشنر صاحب نے یہ حکم دیا۔ کہ اس شخص کا طرز بیان ایسا
... ہے کہ کبھی بھی خود بخود دوسرے پر حملہ نہیں کرتا۔ اور جواب بھی ایسی معقولیت
... دیتا ہے کہ قانونی پنجہ میں آنا تو درکنار ہر ایک انصاف پسند آدمی کو اس کی داد
... پڑتی ہے۔ اسی طرح کرسی صاحب لاہور نے بیان کیا۔ کہ رد مذہبی بارہ۔ باقی بر صفحہ

مجبور تھے کہ سکیں۔ بھلا کوئی پوچھے کہ سامری نے کہاں مشہور کر رکھا تھا۔ کہ جبرائیل کے قدموں کی خاک گوسالہ میں بھری ہے۔ تاکہ لوگ اُسے مقدس سمجھیں (وہاں مقدس سمجھنے کے کیا معنی تھے ان لوگوں نے تو حضرت موسےٰ کو بھی کہا تھا۔ کہ ہمارے لئے ایسا ہی معبود بنا دو۔ جس کے جواب میں حضرت موسیٰ نے کہا۔ کہ تم قوم جاہل ہو) اور حضرت موسیٰ کی رونق جاتی رہی۔ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے کہاں سے یہ نتیجہ نکال لیا کہ سامری نے مشہور کیا تھا۔ حالانکہ نہ بائبل اور نہ قرآن شریف میں اس شہرت کا کہیں نام و نشان ہے۔ بائیبل میں تو ذکر تک نہیں اور قرآن شریف میں اس کے

تعلیقہ حاشیہ از صفحہ ٢٥٧۔ پنڈت لیکھرام کی تصنیف کی پڑتال کرائی گئی۔ لیکن ہر ایک مرتبہ یہی نتیجہ نکالا گیا۔ کہ ان کی تحریروں میں کوئی بات قابل گرفت نہیں۔ مگر:۔

مرزا صاحب کے لئے عدالت کا فتوےٰ ملاحظہ ہو

اول عدالت کا نوٹس ملاحظہ ہو۔ جی۔ ایم۔ ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور۔ ٢٣ اگست ١٨٩٧ء۔ بمقدمہ سرکار بذریعہ ڈاکٹر کلارک بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان۔ حسب ذیل ریمارک نسبت فیصلہ ہوئے۔ جو تحریرات عدالت میں پیش کی گئی ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے۔ وہ (مرزا) فتنہ انگیز ہے۔ انہوں نے بلاشبہ طبائع کو اشتعال کی طرف مائل کر رکھا ہے۔ پس مرزا غلام احمد کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ مناسب اور ملائم الفاظ میں اپنی تحریرات استعمال کریں۔ ورنہ بحیثیت صاحب مجسٹریٹ ضلع ہم کو مزید کارروائی کرنی پڑے گی۔ کاویہ علیٰ الغاویہ حصہ دوم صفحہ ٢٩٥۔ نیز وہ اقرار نامہ جس کو مرزا صاحب نے عدالت میں لکھ کر دیا تھا۔ قابل ملاحظہ ہے۔

اسے ہم پہلے ہی گذشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں۔ وہاں سے ملاحظہ فرمادیں۔ اور فاضل کریں۔ الفاظ کہ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں ان کے بالمقابل کسی دوست یا پیرو کے برخلاف اس قسم کے الفاظ استعمال کروں۔ جیسا کہ دجال کاذب۔ لٹالوی وغیرہ۔ بقیہ بر صفحہ ٢٥٩

صرف اس قدر ہے۔ حضرت موسٰے نے کہا قال فما خطبک یا سامری۔
بصرت بما لم یبصروا بہٖ۔ فقبضت قبضۃً من اثر الرسول فنبذ
وکذالک سولت لی نفسی۔ کہا موسٰے نے پس کیا حال ہے تیرا اے سامری
سامری نے کہا۔ دیکھا میں نے اس چیز کو جو نہ دیکھا تھا ان لوگوں نے۔ پس بھری میں
ایک مٹھی خاک نیچے قدم بھیجے ہوئے یعنی جبریل کے۔ پس ڈال دیا میں نے اس کو اور اسی
طرح اچھا دکھایا مجھ کو جی میرے نے۔

لیکن یہ واقعہ اُس وقت کا ہے۔ جبکہ موسٰے نے سامری کو بد دعا دی۔ کہ ان
تقول لا مساس۔ کہ تو یہی کہتا رہے گا۔ کہ نہ چھونا۔ آیت میں بصرت بما لم یبصروا
اس بات کا قرینہ اور صریح دلالت ہے۔ کہ سامری کے سوائے اس واقعہ کا کسی کو پتہ
نہیں تھا۔ صرف آخری وقت جبکہ بچھڑے کی پرستش ختم ہو چکی۔ اس نے یہ بات
حضرت موسٰی کو کہی۔ جس وقت کہ موسٰے کی رونق کم ہونے کا کوئی احتمال ہی باقی
نہیں رہا تھا۔ احمدی بھائیوں کو چاہیئے۔ کہ اس واقعہ کے سوائے جس جس کو سامری
کا اس کا پتہ بتا دیں۔ اور اس بچھڑے کی پرستش کتنی دیر ہوتی رہی۔ دراصل مرزا
صاحب کی عادت میں اس قسم کی بلا ثبوت باتیں لکھنا داخل ہو چکا تھا۔ اس لیئے

یہ واشیہ صفحہ ۲۵۸۔ اب ناظرین خود فیصلہ کریں کہ کس کی تحریرات بیہودہ تھیں۔ باقی رہا
اس نے لکھا سراسر باطل تھا یہ بات بھی آپ کی بطالت کا اظہار کر رہی ہے۔ جن
لوگوں نے تصدیق براہین احمدیہ وغیرہ کتابیں دیکھی ہیں اور ساتھ پنڈت جی کی کتب کا بھی
ملاحظہ کیا ہے ان کو بخوبی معلوم ہے کہ کس نے باطل لکھا۔ نیز مقدمات کے فیصلہ جات جو
پنڈت جی کے حق میں ہوئے وہ بھی اثبات کے لیئے کافی جواب ہیں۔ ٭ ٭ ٭ ٭
اور جس طرح رام چندر نے فتحیاب ہو کر لنکا کو جلا دیا تھا۔ یہی ارادہ پر میشور کا
ہندوؤں کیلئے معلوم ہوتا ہے۔ ستیارتھ صفحہ ۱۷۶ احمدی بھائیو اگر ہمت بقیہ صفحہ

وہ بھی مجبور ہے تھے مگر جن لوگوں نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے ان پر یہ بخوبی ظاہر ہے کہ آپ اس بات میں کس قدر ماہر تھے۔ باقی آپ کا لکھنا۔ کہ

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۵۹۔ سچ ہے تو دکھاؤ۔ کہ رام نے کب لنکا کو فتحیاب ہو کر جلایا تھا۔ ورنہ اپنے نبی کی غلطی کا اعتراف کرو۔ نبی کی ہر ایک بات خدا کے حکم سے موافق ہے۔ نور القرآن حصہ دوم صفحہ ۱۰۔) مہابھارت کے دہم پرب میں بیاس جی کہتے ہیں کہ اس کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو کر بیر ملگیا تھا۔ (اور یہ شق القمر کے ثبوت میں لکھا) سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۴۷۔ کیا کوئی احمدی مرزا صاحب سے اس جھوٹ کے بوجھ کو اتار سکتا ہے۔

یجر وید ادھیائے ۲۲ منتر ۲۷ میں صاف لکھا ہے کہ یہ بہشتی کے لئے گئے کی قربانی کی جاوے۔ شحنۂ حق صفحہ ۵۵۔ اس قدر غلط بیانی حضرت قادیانی کو ہی زیب دیتی ہے۔

شہادات الخطاب المسیح فی التحقیق المہدی والمسیح جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی خرافات کا مجموعہ ہے ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۹۹ مولوی صاحب مذکور کی کوئی اس نام کی کتاب دکھائی جاوے۔

حضرت محمد صاحب کے ۱۱ بیٹے تھے اور سب کے سب فوت ہو گئے۔ چشمہ معرفت صفحہ ۲۸۶ و تجلیات الہیہ صفحہ ۲۹۔

وہ خدا ایسے چڑچڑے مزاج کا ہے کہ ایک ذرا سا گناہ کبھی نہیں بخشتا نہیں سکتا اور جب تک ایک گناہ کے بدلے کروڑہا جونوں میں نہ ڈالے خوش نہیں ہوتا۔ قادیان کے آریہ اور ہم ایک گناہ کے بدلے کروڑہا جونوں میں اس کا حوالہ احمدی صاحبان دکھا دیں۔ بخاری میں لکھا ہے کہ رمضان ہے اس کے لئے آ [illegible]

آتے [illegible] شہادت القرآن [illegible] صفحہ

یہ سماج نے پنڈت جی کی کتب کو ایشوری طاقت پر محمول کیا بالکل بے بنیاد
اور غلط ہے۔ پنڈت جی نے اپنی علمی لیاقت سے اپنی کتابوں کو لکھا اور
ایشوری طاقت ہر انسان جو کہ راہِ ہدایت پر چلتا اور لوگوں کو چلانے
کی کوشش کرتا ہے اس کے شاملِ حال ہوتی ہی ہے۔ اس کے لئے پنڈت
جی کے متعلق کوئی خاص بات کبھی آریہ سماج نے نہیں کہی۔ یہ سب آپ کا
افترا ہے۔

(۱۲) ربانی الہام نے لیکھرام کو گوسالہ آریوں کو ساری اور مجھے موسےٰ
قرار دیا۔ تریاق القلوب صہ ۲۹۰۔

آریہ سماج اور اس کے عقاید کسی بھی انسان کو گوسالہ سامری کی طرح
پرستش کے لایق نہیں ٹھہراتے۔ یہ سراسر آپ کی افترا پردازی ہے۔ کہ آریہ
سماج کو سامری اور پنڈت لیکھرام کو گوسالہ بنا رہے ہیں۔ اگر آریہ
سماج سامری کی مثل ہے تو اس کا حال بھی سامری جیسا ہونا چاہئے تھا
کیونکہ سامری کے لئے تو یہ مرقوم ہے۔ قال فاذهب فان لك فی الحیاة
ان تقول لا مساس (طٰہٰ)

کہا پس جا پس تحقیق تیرے واسطے زندگانی میں یہ ہے کہ تو کہا کرے
کہ نہ چھونا۔ تو کیا پنڈت جی کے بعد آریہ سماج کی بھی ایسی حالت ہو گئی ہے

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۶۰ - یہ حدیث بخاری میں ہے - اصح الکتاب بھی آگے لکھا ہے دکھا دی
...آباد وغیرہ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر یہاں اسکی گنجائش نہیں پس اسلئے ہی کافی
(۵) - مرزا صاحب نے بھی لکھا ہے کہ تم میں سے لاکھوں و کروڑوں آدمی زندہ ہوں گے کہ آریہ
مذہب نابود ہوتا دیکھ لیں گے۔ تذکرۃ الشہادتین صہ ۶۶ تتمہ حقیقت الوحی صہ ۱۶۸
قریب ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ ایک بھی ہندو باقی نہ رہیگا۔ ازالہ اوہام صہ ۱۲۱ ؎

اگر نہیں ہوئی تو آریہ سماج کی سامری کیا تقدمشابہت کیا معنی رکھتی ہے
بلکہ آریہ سماج تو بیانگ دہل تمام بنی نوع انسان کو ویدک دہرم کی دعوت
دیتی ہے۔ اور پنڈت جی کی شہادت کے بعد جس قدر ترقی آریہ سماج کی ہوئی ہے
جہاں اس کی نظیر محال ہے وہاں مرزا صاحب کے بھی دعوے کو غلط کرنے کے
لئے کافی ہے۔ پنڈت جی کے وقت آریہ سماج کی تعداد لاکھ بھی نہیں تھی۔ مگر
اس گذشتہ مردم شماری میں گیارہ لاکھ کے قریب ہے۔ اور اس کے مقابلہ پر
احمدیوں کی تعداد جس کے لئے مرزا صاحب نے قادیان کے آریہ اور ہم کے
صفحہ ۷ پر لکھا تھا کہ میرے مرید تین لاکھ کے قریب ہیں۔ (اور سفر کے اس سے
جدا ہیں کیونکہ اس صفحہ کے حاشیہ پر کسی احمدی زبیری بدرالدین کا خط ہے
جس میں لکھا ہے کہ میرے خیال میں کوئی ایسا باقی نہیں جو آپ کا پیرو نہیں
ہوگیا) اور اس مردم شماری میں ۵۶ ہزار کے قریب ہوئے ہیں۔ اب اس کی
آپ ہی اندازہ لگالیں کہ سامری کیا تقدمشابہت کس کی ہے۔

۵؎ پھر آپ کہتے ہیں کہ پنڈت لیکھرام جی کا اس طور سے مارا جانا آریہ سماجیوں
کو ایک سبق دیتا ہے اور وہ یہ کہ آئندہ وہ کسی نومسلم کو شدہ کرنے کے لئے
کوشش نہ کریں۔ اگر کوئی اسلام میں داخل ہوتا ہے تو ہونے دیں۔ سراج منیر
فٹ نوٹ صفحہ ۳۵۔ تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۶۳ میں اس قدر زیادہ ہے۔ کہ
آخر شدہ ہونے والے کو دیکھ لیا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔

۱؎ ہاں صاحب سبق ضرور دیتا ہے کہ اس شدھی کا کام کرنے والوں کو سر پر
کفن باندھ کر ویدک دہرم پر قربان ہونے کا ارادہ کر کے نکلنا چاہیئے

۵ صداقت وید اقدس ہم لئے سر جائیں پھرتے ہیں
زمانہ جانتا ہے سر ہتھیلی پہ یہ ہم دیکھ کر

کل کی بات ہے کہ ہندو صاحبان فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہمارا مذہب کچا دھاگا
اور حقیقت میں یہ قول نہایت سچا تھا (گواہ بھی خود ہی بن گئے) کاش
پر قایم رہتے۔ ان کو کیا معلوم کہ انسان کیونکر اور کس مذہب سے شدھ
ہے (جی ہاں معلومات کا ٹھیکہ آپ ہی کے پاس ہے) تبلیغ رسالت جلد ۶
کہ لہ ۱۔ یہاں پر تو ہندوؤں کے خیر خواہ بن کر مرزا صاحب ان کو شدھی
دہ رہے رہے ہیں۔ کہ کسی کو شدھ نہ کرنا۔ اور دوسری طرف اپنے چیلوں
۔ کہ ہندو اب تمہارے صید زبوں کی طرح ہو گئے ہیں۔ جس کا ایک ہی
کام تمام ہو سکتا ہے۔ وہ تو ہمارے شکار ہیں۔ عنقریب وہ زمانہ آنیوالا
کہ تم نظر اٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو دکھائی دے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۶
اب ملاحظہ ہو مرزا صاحب کی حکیمانہ چال۔ کہ ایک طرف تو ہندوؤں کے
خیر خواہ بن کر انکو کس انداز کے ساتھ شدھی سے روک رہے ہیں۔ دو
سری طرف کس حکمت عملی سے اپنے مریدوں کو ابھار رہے ہیں کہ ہندو
ہمارا شکار ہیں۔ اس پر تو یہ شعر خوب صادق آتا ہے۔ ع
حضرت ناصح نے پی کے یہ کیا چال چلی ÷ زاہدوں میں جا ملے رندوں کے مخبر بنگئے
لیکن مرزا صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ داؤ گھات اب ہندوؤں پر
نہیں چل سکتے۔ یہ ڈورے کسی اور پر ڈالیئے۔ ہندو دھرم نہ کبھی کچا دھاگا تھا
اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہزاروں غیر قوموں کو اس نے ہضم کیا اور اب بھی کرے گا۔
نیز آپ کو یاد ہے کہ آریہ سماج ان گیدڑ بھبکیوں اور دھمکیوں کے خوف
سے اس کام کو چھوڑنے والا نہیں اور نہ پنڈت لیکھرام جی کی شہادت سے شدھی
کا کام بند ہوا اور میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ جس قدر شدھی کا کام ہوا اور ہو رہا
ہے یہ شہید اکبر ہی کی شہادت کا نتیجہ ہے۔ خوش قسمتی سے آپ کا مقابل اور مخاطب

اس وقت وہ شخص ہے جو اس میدان کے ادنےٰ سپاہیوں میں سے ہے اور بحیثیت ناظم ملکانہ شدھی کے وقت ۴۰ ہزار آدمیوں کو اپنے ہاتھ سے شدھ کر چکا ہے اور اس وقت آگرہ کے علاقہ میں آپ کے چیلے اسے ہر طرح آزما چکے ہیں۔ اور انہیں معلوم ہے کہ ان کے دن کس طرح وہاں پر کٹتے تھے اس لئے آپ کی اس تحریر کا آریہ سماج پر نہ کوئی اثر ہوا اور نہ ہوگا آپ وعظ و نصیحت اپنے مریدوں کو ہی کریں۔ تاہم باز آئے محبت سے اٹھالو پاندان اپنا

باقی رہا آپ کا موسےٰ بننا سو وہ بھی واقعات کے خلاف ہے کیونکہ ہمیں تو کوئی وصف نہیں ملتا کہ آپ کو موسیٰ کے ساتھ مشابہت دیں۔ کہاں وہ شخص جس نے فرعون جیسے بادشاہ کی سلطنت کو خاک میں ملا دیا اور خود سلطنت کے تخت کو حاصل کیا۔ اور اس کے دعویٰ خدائی کا نام و نشان صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا اور کہاں وہ شخص جو دوسری قوم کا غلام رہ کر زندگی بسر کرتا ہے۔ اور معمولی سی عدالتی دھمکی پر اقرار نامہ لکھ کر دے آتا ہے۔ اور اپنی مدد کے لئے سپاہی حاصل کرنے کی استدعا کرتا ہے۔ مقدمات میں بات بات پر ٹھوکریں کھاتا ہے۔ کسر صلیب کے دعویٰ کے خلاف انہی کا معاون اور مداح بنتا ہے۔ اور مرنے کے بعد بھی انہیں کی مدد سے اسٹیشن پر پہنچایا جاتا ہے۔ اس پر سوائے اس شعر کے اور کیا کہا جاوے۔ ع

بت کریں آرزو خدائی کی ؛ شان ہے تیری کبریائی کی

اور اس کے سوا اسلام نے متفقہ طور سے آپ کو کافر قرار دیدیا۔ اور آپ کے مسلمان ہونے سے بھی انکار کر دیا۔

ہاں! ایک واقعہ ہمیں یاد آیا۔ اس میں کچھ ضرور مشابہت پائی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت موسےٰ نے فرعون کے ہاں پرورش پائی اور وہ اس کے لئے سخت رکاوٹ کا باعث تھا۔ فرعون کے مرنے کے بعد حضرت موسیٰ کے لئے تمام رکاوٹیں اور خصومتیں ختم ہو گئیں۔ اسی طرح مرزا صاحب کے لئے ہی چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ میرا باپ جبھی

دنیا کی آرائشوں کی طرف رغبت[۵۱] دیتا تھا۔ اور میرا دل خدا کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ اور ایسا ہی میرا بھائی مجھے پیش آیا۔ پس خدا نے ان دونوں کو وفات دی۔ اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رکھا۔ اور اس نے مجھے کہا کہ ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔

"تا تجھ میں خصومت کرنے والے باقی نہ رہیں"

اور ان کا الحاح تجھے فرد نہ کرے۔ نجم الہدیٰ صفحہ ۱۵

یہ ایک واقعہ ہے۔ کہ جس طرح فرعون کے مرنے سے حضرت موسیٰ کی مخالفت ختم ہوگئی اگر اس مشابہت سے آپ موسیٰ ہیں تو ہمیں بھی عذر نہیں تسلیم کئے لیتے ہیں۔ کیونکہ اس واقعہ سے کون انکار کر سکتا ہے۔ باقی تو اللہ اللہ اور خیر صلا حیلہ حوالہ اور زبانی جمع خرچ ہی ہے۔

(۱۳) ایک یہ اشارہ بھی ہے کہ جس طرح اس واقعہ قتل کے بعد سامری گروہ کی رونق جاتی رہی تھی۔ اور ان کے خیالات ترقی سے رک گئے تھے۔ اور اس کے مقابل موسیٰ کی ترقی ہوگئی تھی...... یہاں تک کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کا پتہ لگ گیا۔ لعد حضرت موسیٰ نے اس کے بعد بڑی عزت پائی تھی۔ بندہ کی عزت کو بھی قادر کریم نے زیادہ کیا۔ تریاق القلوب صفحہ ۲۹۔

لیجئے ہم احمدی صاحبان پر ہی انصاف چھوڑتے ہیں۔ کہ وہ ہی بتا دیں۔ کہ کیا پنڈت لیکھرام کی شہادت کے بعد سامری گروہ کی طرح آریہ سماج کی رونق جاتی رہی ہے یا دن دوگنی اور رات چوگنی ہوئی اور ہو رہی ہے۔ جیسا کہ ہم ابھی مردم شماری کے اعداد سے ثابت کر چکے ہیں۔ اب احمدی خود ہی سوچ لیں کہ مرزا صاحب کا کہنا کس قدر غلط اور واقعات

[۵۱]۔ دنیا کی آرائشوں کی رغبت کے لئے ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ کستوری وائن وغیرہ کا استعمال اور ریشمی ململ ٹوپیوں کا زیب بدن کرا کے چلنا وغیرہ یہ آپ کے امیرانہ طریقوں کے بہترین گواہ ہیں۔

کے خلاف ہے لہذا کس کی ترقی ہوئی۔

اس کے بعد مسیح کی قبر کے ڈھکوسلے کی قلعی بھی اچھی طرح کھل چکی ہے۔ اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔

اور یہ کہ حضرت موسیٰ نے اس کے بعد بڑی عزت پائی تھی۔ کیوں نہیں آپ نے تو اس کے بعد بڑی عزت پائی۔ اس کی تھوڑی دیر بعد ہی عدالت سے آپ کو فتنہ انگیز اور طبائع کو مشتعل کرنے والا کا خطاب ملگیا۔ آپ کی سخت زبانی اور فضول پیش گوئیوں کو روکنے کے لئے آپ سے اقرار نامہ لکھوایا گیا۔ عبدالحکیم نے مریدی سے علیحدہ ہوکر آپ کی بڑی عزت افزائی کی۔ اور خاص کر آپ کی موت کا نظارہ جو لاہور میں وقوع ہوا آپ کی عزت پر اور بھی چار چاند لگا رہا ہے۔ لاتحسبن[۱] ذھاب نفسک میتۃً۔ ما الموت الا ان تعیش مذلل، اور سب لوگوں نے اس قتل کا ذمہ دار بھی آپ کو ہی ٹھہرایا۔ یہ بھی آپ کی عزت کی ایک دلیل ہے؛

(۱۴) کیونکہ اس میں میعاد بتائی گئی تھی۔ دن بتایا گیا تھا۔ تاریخ بتلائی گئی تھی وقت بتلایا گیا تھا۔ اور صورت موت بتلائی گئی تھی۔ سراج منیر صفحہ ۶۶۔

معاذ اللہ اس قدر غلط بیانی اور دعوائے پیغمبری "

کیوں مرزا صاحب یہ دن۔ تاریخ۔ وقت آپ کے ہی دماغ میں تھا۔ یا اس سر نہانی سے کوئی اور بھی مطلع ہوا تھا۔ اور خاص کردہ لوگ جن کو بتانا مقصود تھا۔ دن رتاریخ۔ وقت تو بتانا آپ کا درکنار رہا۔ آپ کی تو میعاد بھی عجیب گورکھ دھندا ہی تھی چھ سال مگر موت چار سال اور ڈیڑھ ماہ کے قریب ہی ہوگئی۔ اس پر چھ سال کا اطلاق آپ اور آپ کے مرید ہی کر سکتے ہیں۔ باقی تو اسے پانچ سال کے اندر ہی کہیں گے اور اگر آپ مہینوں کے ختم کی حد سال کو نہیں سمجھتے تو اس طرح کوئی اندازہ ہی نہ کیا جائیگا

[۱] نفس کے چلے جانے کو موت مت گمان کرو۔ موت تو ذلالت کی زندگی ہے

اور کہا جائے گا۔ کہ موت ۱۸سال۔۱۰سال ۲۰سال کے اندر ہوئی۔ علی ہذا القیاس تاریخ۔ دن۔ وقت کا بتانا تو یہ تھا کہ آپ صاف اور صریح کہتے۔ کہ فلاں سن کی فلاں تاریخ فلاں دن اور فلاں وقت ہوگا۔ نہ کہ ایک مہمل شعر جس کا اس واقعہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ اس میں تاریخ دن اور وقت کا پتہ ہی ہے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے خواہ مخواہ پیش کر کے مغالطہ دیا جائے اور لاف زنی کی جائے۔ اور پھر مزے کی بات یہ کہ اسے کسی نے سمجھا تک نہیں کہ اس میں پنڈت لیکھرام جی کی موت کے لئے فلاں دن تاریخ کو وقت ہے۔ یہ باتیں اور تاویلیں تو اُس وقت کی ہیں جب پنڈت جی شہید ہو چکے تھے۔ مگر میں ایک حوالہ مرزا صاحب کا ایسا پیش کرتا ہوں جس سے مرزا صاحب کا یہ دعویٰ بالکل غلط ثابت ہو جائیگا۔ اور اس میں تاویل کی بھی کوئی گنجائش نہ ہوگی

چنانچہ آپ تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۳۶ پر تحریر فرماتے ہیں "سوا آج آریہ صاحبوں کے ایک اشتہار سے یہ خبر ملی "، جو پنڈت مذکور ۷ مارچ ۱۸۹۷ء کو دھرم پر بلیدان ہو گئے "۔ کیوں احمدی حضرات مرزا صاحب کے تاریخ وقت و دن والے دعوے کو باطل کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت چاہیئے ؟

کیونکہ جب ایک شخص خود ہی گم ہے وہ دوسروں کی راہبری کیا کر سکتا ہے جب مرزا صاحب کو بذات خود ہی علم نہیں اور آریہ سماج کے اشتہار سے پتہ لگا۔ تو یہ دعوے کس قدر غلط ہے۔ کہ انہوں نے لوگوں کو دن۔ تاریخ اور وقت بتایا تھا۔ ہم اس کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ ہم تو حیران ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی کس کس غلط بیانی کو شمار کر کے افسوس کریں اور رو دیں۔ یہاں تو آں جناب کا معمول ہی ہر ایک بات میں غلط بیانی سے کام لینا ہے۔ جیسا کہ ناظرین نے کتاب ہذا میں ملاحظہ فرمایا ہوگا۔

حالت کو دیکھتے ہوئے تو بے اختیار یہ دو شعر ہماری زبان سے نکل جاتے ہیں

۵۱ وانت امرء بامرزا دالکذب کنتما ﴿ اخیین کانا ارضعا بلبان

۵۲ من ذالذی ترضی سجایاہ کلہا ﴿ کفی المرء نبلاً ان تعد معایبہ

(۵ا) خروج باب ۳۲ سے ثابت ہے کہ گوسالہ سامری کو نیست و نابود کرنے کا ارادہ یہود کی عید کے دن میں کیا گیا تھا۔ مگر آگ میں جلانا اور باریک پیسنا اور غبار کی مانند بنانا۔ جیسا کہ خروج باب ۳۲ میں لکھا ہے یہ ہر فرصت طلب کام تھا۔ ایسے بڑے کام نے ضرور رات کا کچھ حصہ لیا ہوگا اور یہ قطعی امر ہے کہ سونے کا جلانا اور خاک کی طرح کرنا کچھ حصہ رات تک جو دوسرے دن میں محسوب ہوتے ہیں ختم ہوا ہوگا۔ سو لیکھرام کے لئے بھی یہ نام اختیار کرنے میں یہ بھید پوشیدہ تھا کہ عید کے دوسرے دن اس کی تباہی کا سامان ہوگا سراج منیر حاشیہ ص۶۶۔

اب دیکھئے مرزا صاحب کا ایمان کہ جب قرآن شریف سے مطلب برآری نہ ہوئی تو اس کے برخلاف جو بات بائبل میں ہے جسے مولانا محمد علی نے بائبل کی غلطی کہا ہے۔ اس کی پناہ لی۔ مگر اب کے مرزا صاحب کے اس دعوے کو بائبل سے بھی ملائیں گے۔ تو بھی لفضل خدا غلط اور محض غلط ثابت ہوگا۔ مطلب برآری اس میں یہ تھی کہ عجل ہارونی کا جلانا تو یہود کی عید کے دن لکھ چکے اور پنڈت جی ایک دن بعد شہید ہوئے۔ اب مرزا صاحب اس عید کو کھینچ کر

ص۵۱ اے مرزا تو ایسا آدمی ہے کہ تو اور جھوٹ دونوں بھائی بھائی ہو۔ اور ایک ہی پستان سے دودھ پلائے گئے ہو۔ ص۵۲۔ دنیا میں ایسا شخص کوئی نہیں کہ جس کی تمام عادات پسندیدہ ہوں۔ مگر شرافت کے لیے انسان کو اتنا ہی کافی ہے۔ کہ کم از کم اس کے عیوب کا شمار کیا جا سکے ۔

اور کچھ لمبا کر کے اگلے دن کے ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ اور اس کے لئے من مانی
تاویلیں نکال رہے ہیں۔ دیکھیئے بائبل کی عبارت اس طرح ہے۔" اور وہ صبح
کو اُٹھے اور اس کے (اس عجل کے آگے) سوختنی قربانیاں چڑھائیں۔ اور لوگ
کھانے پینے کو بیٹھے اور کھیلنے کو اُٹھے۔ تب خداوند نے موسےٰ کو کہا کہ اُتر جا
کیونکہ تیرے .... لوگ خراب ہو گئے (جب موسےٰ پہاڑ سے اُترا)
یشوع نے لوگوں کی آواز جو پکار رہے تھے سُنی۔ تو موسےٰ سے کہا۔ کہ
لشکر گاہ میں لڑائی کی آواز ہے۔ موسےٰ بولا یہ تو نہ فتح کے شور کی آواز
ہے نہ شکست کے شور کی بلکہ گانے کی آواز میں سنتا ہوں۔ اور یوں
ہوا۔ کہ جب وہ لشکر گاہ کے پاس آیا۔ اور بچھڑا اور راگ ناچ دیکھا۔ تب
موسےٰ کا غضب بھڑکا۔ تختے توڑ ڈالے۔ اور اس نے اس بچھڑے کو جسے
اونہوں نے بنایا تھا۔ لیا[۱] اور اُس کو آگ میں جلایا اور پیس کر خاک سا
بنایا۔ اور اس کو پانی میں چھڑک بنی اسرائیل کو پلایا۔ تب موسےٰ لشکر گاہ
کے دروازے پر کھڑا ہوا اور کہا۔ جو خداوند کی طرف ہو سو میرے پاس
آوے اور ہر ایک آدمی اپنے قریب کو قتل کرے .... اس دن تین ہزار
کے قریب مرد مارے پڑے۔
اور موسےٰ نے کہا کہ آج خداوند کے لئے اپنے تئیں مخصوص کرو۔ ہر ایک
مرد اپنے بیٹے اور بھائی پر حملہ کرے[۲]۔ اور دوسرے دن صبح کو یوں ہوا
کہ موسےٰ نے لوگوں سے کہا۔ کہ تم نے بڑا گناہ کیا اور اب میں خداوند کے
پاس اوپر جاتا ہوں۔ یہ عبارت بائبل کی ہے جس پر کسی قسم کی حاشیہ آرائی
کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

---

[۱] بچھڑے کو ایسا ہی لکھا۔ چھری نا شتا بگڑتے کرنا ٹھیک نہیں ہے۔
[۲] یہاں تک ایک دن ہوا۔

کی ضرورت نہیں"۔ اس میں دو فقرے خاص ہیں۔ اس دن تین ہزار کے قریب
مرد مارے گئے۔ اور دوسرے دن صبح کو یہ ہوا"
اب دیکھئے مرزا صاحب تو "تاویل گھڑ رہے ہیں کہ سونے کو جلانے اور پیسنے
میں رات ہو گئی ہو گی۔ مگر بائبل تو جلانے پیسنے اور پلانے کے بعد تین ہزار
آدمیوں کا قتل بھی اسی دن بیان کرتی ہیں۔ اور دوسرے دن صبح موسیٰ پھر خدا
کے پاس چلے گئے۔ اب آپ ہی اندازہ لگائیں۔ کہ مرزا صاحب کا یہ لکھنا۔ کہ
جلانے اور پیسنے میں وقت لگا ہوگا۔ اور رات کا حصہ بھی شامل ہو گا یہ بالکل
غلط گمان ہے۔ کاش مرزا صاحب بائبل کو اچھی طرح پڑھ لیتے تو اس گناہ
سے محفوظ رہتے۔ مرزا صاحب نے بہت کھینچ تان کی مگر بائبل نے کچھ پیش نہ
چلنے دی اور مرزا صاحب اپنی مراد میں ناکام رہے۔
لیکن ہم جس وقت اس من گھڑت تاویل کا خیال کرتے ہیں تو ہمیں مطلقاً اس میں
کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ پنڈت جی کی موت تو عید کے بعد کا دن گذر جانے
پر رات کے دو بجے ہوئی ہے۔ اور اس عرصہ کو اس قدر لمبا کرنا کسی طرح بھی ممکن
نہ تھا۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب نے خواہ مخواہ ہی قرآن مجید کو چھوڑ بائبل کی
شہادت کی اور بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے مگر سوائے ناکامی کے اور کچھ ہاتھ
نہ آیا۔ ہم نے گذشتہ صفحات میں سامری اور جس قدر مرزا صاحب نے اس کے متعلق
لکھا تھا۔ سب کے مفصل طور پر جوابات دیدیئے ہیں۔ اب اس بات پر لکھتے ہیں کہ
(۵) پنڈت جی کی شہادت کے متعلق مرزا صاحب کے مختلف بیانات
اب اس موضوع میں مرزا صاحب نے جس قدر بیانات اور وجوہات
پنڈت جی کی شہادت کے متعلق پیش کیں ہیں انہیں نیچے لکھتا ہوں۔ اور پھر
ان پر اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔

اوّل :- پادریوں کے عبداللہ آتھم والے نشان کو مخفی کرنے کی وجہ سے شہادت واقع ہوئی۔

(۱) خدا تعالےٰ نے پادریوں کو شرمندہ کرنے کے لئے فرمایا کہ اگر تم نے ہمارے ایک نشان کو مخفی کرنا چاہا۔ تو کیا حرج ہے ہم اس کے عوض میں دو نشان ظاہر کریں گے ..... ایک نشان جلسہ مذاہب اور دوسرا نشان موت لیکھرام سراج منیر ص۳۱

(۲) اگر خدا ایسا نہ کرتا تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پادریوں نے آتھم کی پیشگوئی کو بباعث اپنے اخفا کے لوگوں پر مشتبہ کر دیا تھا[۴] کہ وہ رجوع[۵] کرنیوالا نہیں۔ ایسی ہی مخفی رہ جاتی۔ تو تمام حق خاک میں مل جاتا اور نادان[۶] لوگوں کے خیالات سخت ناپاک ہو جاتے اور جاہل قریباً قریب دہریوں کے بن جاتے۔ سو آسمانوں اور زمینوں کے مالک نے چاہا۔ کہ لیکھرام حق کے اظہار کا فدیہ ہو۔ سراج منیر ص۳۲ تبلیغ رسالت جلد ششم ص۵

(۳) اگر خدا ایسا نہ کرتا تو اندھیر پڑ جاتا۔ استفتاء ص۱۲ سراج منیر ص۴۸

(۴) اور اس (آتھم) کی پیشگوئی کی تصدیق کے لئے لیکھرام کے نشان کو ظاہر کیا۔ سراج منیر ص۵۰

(۵) (آتھم کے لئے) مگر پھر جن کی طینت پاک نہیں تھی۔ اعتراض کرنے سے باز نہ آئے۔ تب خداوند تعالےٰ نے میری نصرت اور تائید کے لئے لیکھرام کے مارے جانے کا نشان دکھلایا۔ حقیقت الوحی ص۲۹۱

(۶) غرض جب خدا کی پیشگوئی کو (آتھم کی) لوگوں نے مشتبہ کرنا چاہا۔ تو خدا تعالےٰ نے گواہی کے طور پہ ایک دوسری پیشگوئی کو ظاہر فرمایا یعنی لیکھرام کی نسبت نزول المسیح ص۱۹۹

(۷) اگر یہ پیشگوئی جو وہ پھر بھی شرطاً اپنے ساتھ نہیں رکھتی تھی ایک اڈز بھائی

---

[۵] اس رجوع کا بہانہ یہاں ٹھیک ہے [۶] مرزا صاحب کو نادان لوگوں کا بہت فکر ہے

مخالف کے حق میں تھی۔ جو مجھ پہ وارد بیتا تھا۔ جھوٹی نکلتی۔ تو کیا اس صاف
فیصلہ کے بعد میرا کچھ[۵۱] رہ جاتا۔ ضرورۃ الامام ص۴۰۔

(۸) اور چونکہ یہ انکار جو اکثر عیسائیوں اور بعض شریر[۵۲] مسلمانوں نے کیا۔ خدا
تعالیٰ کی نظر میں ظلم صریح تھا۔ اس لیئے اُس نے ایک دوسری عظیم الشان
پیشگوئی کے پورا کرنے سے۔ یعنی پنڈت لیکھرام کی پیشگوئی سے منکروں کو ذلیل و
رسوا کر دیا۔ راز حقیقت ص۳ و ۱۶

(۹) سر سید کے لیئے بھی۔

غرض لیکھرام کی موت کے لئے دعا کرنا اگرچہ بوجہ اس کی بدزبانی اور بے باکی
کے تھا۔ لیکن یہ بھی مطلوب تھا۔ کہ سید صاحب کی خدمت میں ایک نمونہ دعائے
مستجاب[۵۳] پیش کیا جاوے۔ اب سید صاحب کا فرض ہے کہ اپنی اس ناقص
رائے کو بدل دیں[۵۴]۔ ایسا نہ ہو کہ ایک شخص کی جان گئی اور سید صاحب وہیں
کے وہیں رہے۔ استفتاء ص۱۷۔

(۱۰) قادیان کے ہندوؤں کی گردن پر۔

میں جانتا ہوں۔ کہ اس کی موت کا گناہ قادیان کے ہندوؤں کی گردن پر ہے
قادیان کے آریہ اور ہم ص۲۲ و حقیقت الوحی ص۲۸۹

(۱۱) رسول اللہ کی بے ادبیوں کے سبب :- بعض ان بے ادبیوں کی سزا میں

ف۵۱۔ جی ہاں آپ کا باقی رہ جانا چاہیئے ف۵۲ اس میں شریر مسلمان بھی شامل کر لیئے
ف۵۳ کیوں نہ ہو آپ نبی خدا ہیں۔ اور آپ کے دم الشان رہتے ہیں۔ سوائے پنڈت
لیکھرام کے نمونہ کے لیئے اور کوئی آدمی اور سوائے قتل کے اور کوئی معجزہ سید
صاحب کی نذر کرنے کو نہ ملا ف۵۴ سید صاحب تو آپ کی رائے بدل کر آپ کے
مرید بن گئے ۔۔

جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں۔ عذاب شدید
میں مبتلا ہو جائے گا۔ سراج منیر صـ۱۳ آئینہ کمالات وغیرہ دیگر کتب۔

اب دیکھیے مرزا صاحب کی رنگین بیانی۔ کبھی تو عبداللہ آتھم کی ناکامیابی کو
پورا کرنے کبھی اپنی عزت کو قایم رکھنے اور اندھیر کو دور کرنے۔ سچے دہرم کا فدیہ
ہونے۔ کبھی مسلمانوں اور عیسائیوں کو رسوا کرنے۔ کبھی اپنی نصرت کبھی اسلام کی
خدمت۔ کبھی سر سید صاحب کو رجھانے اور کبھی قادیان کے ہندوؤں کو ملزم ٹھہرانے
اور کبھی حضرت محمد صلعم کا نام لیکر لوگوں کو اشتعال دلانے اور موردِ عتاب بنانے
وغیرہ کس کس قسم کے اختراعات پیش کر رہے ہیں۔

اب مقام غور ہے۔ کہ جو شخص اس قدر محسوس کرتا ہے کہ اگر یہ پیشگوئی پوری
نہ ہوئی۔ تو میرا کیا رہ جائیگا۔ دنیا میں اندھیر پڑ جائے گا۔ لوگ تمسخر کریں گے
مولوی محمد حسین پھبتیاں اڑائیں گے وغیرہ۔ وہ اس کو پورا کرنے کے لیے
کیا کیا نہ کر گذرے گا۔ بھلا عبداللہ آتھم۔ محمدی بیگم۔ عالم کباب۔ مولوی
ثناء اللہ صاحب وغیرہ کی پیشگوئیاں پورا نہ ہونے پر لوگوں کی پھبتیاں اڑانے
سے کیا بن گیا تھا۔ اور کون اندھیر پڑ گیا تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہی تھا۔ کہ
اس کے لئے بھی دو تاویلیں گھڑ لیتے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر کلارک
صاحب نے بیان دیا تھا۔ کہ پے در پے ناکامیابیوں نے مرزا صاحب کو اس بات
کے لئے تیار کر دیا۔ کہ جیسے بھی ہو سکے اس کام کو پورا کیا جاوے۔ اور یہ کام
یہاں ہونا بہت آسان تھا۔ اور اسی وجہ سے عوام کو مشتعل کرنے کے لئے پنڈت
جی کی کتب کے اندر کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے
اس پر پنڈت جی کا اپنا بیان جو انہوں نے آریہ گزٹ ۲۴ جون ۱۸۹۳ء
میں لکھا نیچے لکھتا ہوں۔ ہم نے اردو کر نبی صاحب کی بابت کوئی بے ادبی نہیں کی

صرف واقعات کا اظہار کیا ہے .... پرمیشور جانتا ہے کہ ہمیں ہرگز دین اسلام کے خلاف قلم اُٹھانے کا خیال بھی نہ تھا۔ اگر آپ فضول اعتراضات لکھ کر ہمیں برانگیختہ نہ کرتے (یہ تحریر ستیہ دھرم پرچارک ۱۶ جولائی ۱۸۹۵ء میں بھی آریہ گزٹ مذکور سے نقل کی گئی ہے) اور اگر ان تمام باتوں کو نظر انداز ہی کر دیا جائے تو بھی سوال ہوتا ہے کہ کیا اور کسی نے حضرت محمد صاحب کے خلاف نہیں لکھا۔ تو ان کے لئے دھرم کو حرکت کیوں نہ ہوئی۔ کیا کتاب البریہ صفحہ ۹۶ میں لکھے ہوئے عیسائی پادریوں، مولوی صاحبان، ایڈیٹر غالصہ پر الہی غیرت نے تقاضا کیوں نہ کیا؟ کیا آپ نے ان کتب کا مطالعہ نہیں کیا۔ جو شیعہ حضرات نے اہل سنت والجماعت کے اور اہل سنت والجماعت نے شیعہ اصحاب کے خلاف لکھی ہیں۔ وہاں عذاب الہی کیوں ترساں رہا۔

دراصل یہ سب بہانے ہیں۔ ان میں کوئی بھی سچائی نہیں۔ اگر سچائی ہوتی تو خدا کا قانون سب پر وارد ہوتا۔

نیز خود ہی مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ سخت الفاظ بحسب ضرورت موقع۔ محل استعمال کرنا ہر ایک مبلغ و واعظ کا فرض ہے بلکہ سخت کلامی سے اجتناب کرنے والے کی تشبیہ مشرک اور ضعیف الایمان سے دی ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۱ ۔ علاوہ ازیں ازالہ اوہام صفحہ ۸ میں یہ تمہید باندھ کر کہ لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں۔ .... "اور اگر ایسا ہے، تو پھر اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے .... کیا مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سور اور کتے کے نام سے پکارنا اور ہیرو دیس کا لومڑی نام رکھنا اور معزز سردار کاہنوں اور فقیہوں کو کنجریوں کے ساتھ مثال دینا۔ یہودی بزرگ

مقتداؤں کو۔۔۔۔ نہایت دل آزار اور خلاف تہذیب لفظوں سے یاد کرنا۔ تم حرامزادہ ہو۔ حرام کار ہو وغیرہ

اور اسی طرح حضرت محمدؐ صاحب کے متعلق لکھا۔ کہ جب حضرت صاحب نے بموجب آیات مشرکین کو رجس، شر البریہ سفہاء۔ ذریت شیطان اور ان کے معبودوں کو وقود النار و حصب جہنم۔ کہا تو ابو طالب نے حضرت صاحب کو بلا کر کہا۔ کہ اے میرے بھتیجے اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے۔ وغیرہ ازالہ اوہام ص۹

الغرض اس قدر طول وطویل تمہید کے بعد جس کے اندر قرآن شریف اور بڑے بڑے پیغمبروں سے دلیل پکڑی کہ سخت الفاظ استعمال کرنے کا حق حاصل ہے اور اس حق سے خود مفسد ناجائز فائدہ اُٹھا کر وہ بدزبانی کی کہ الامان تو پھر قانون کی حد کے اندر رہ کر لکھنے والوں کو آں جناب کیوں مطعون کرتے ہیں اور واجب القتل سمجھتے ہیں۔

اس وقت ہمارے سامنے اخبار الفضل ۳۱ مارچ ۱۹۳۵ء کا پرچہ ہے اور وہ ہمارے جواب کا مددگار ہے۔ اس لئے اس کی کچھ عبارت نقل کرتا ہوں۔

اس کا عنوان ہے۔ مسلمانان کراچی کو اشتعال دلانے والے لیڈروں کی ہولناک مجرمیت۔ خطرات سے بالکل بے پرواہ ہو کر اس بناء پر عبد القیوم کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے۔ کہ اس نے ایک ہندو کو رسول کریم کی توہین کرنے کی وجہ سے قتل کیا۔ پھر اس قسم کے فعل کو ہر مسلمان کا فرض قرار دیا۔ حالانکہ اسلام نہ اس بات کی اجازت دیتا ہے اور نہ عقل اسے روا رکھتی ہے۔ اور نہ قانون اسے جائز قرار دیتا ہے تو اس دن اسلام عقل اور قانون

ے۔ قاتل شہید نتھو رام۔

کہاں چلا گیا تھا جس دن ایک بیگناہ کو چھُری سے لاہور میں شہید کیا گیا تھا اور اس کے قاتل کے لئے کہا جاتا تھا کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا یا خدا نے اُسے اپنی چادر کے نیچے چھُپا لیا) اسلام کسی مجرم کو سزا دینے کا اختیار کسی فردِ واحد کے سپرد نہیں کرتا۔ بلکہ یہ حکومت کا فرض قرار دیتا ہے رہی ہاں "من خوب مے شناسم پیرانِ پارسا را" پنڈت لیکھرام جی کے لئے تو گورنمنٹ نے ہی قتل کا فتویٰ دیا تھا) اور عقل یہ کہتی ہے۔ کہ رسولِ کریم کی توہین کرنے والوں میں سے کسی کو قتل کر دینے سے نہ تو شرارت دور ہو سکتی ہے اور نہ ایسے لوگوں کا خاتمہ ہی ہو سکتا ہے۔ اور مروجہ قانون کا جو منشاء ہے وہ تو واضح ہی ہے۔ ایڈیٹر صاحب یہ قانون تو اُس دن بھی اسی طرح ہی تھا۔ کاش آپ یہ عقل کی بات مرزا صاحب کے کان میں کہہ دیتے۔ کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ اس سے نہ شرارت دور ہوگی اور نہ ایسے لوگوں کا خاتمہ ہی ہوگا۔ تو اس وقت نہ کراچی کا حادثہ ہمارے سامنے ہوتا اور نہ ایڈیٹر صاحب کو آنسو بہانے پڑتے۔ کیونکہ پنڈت لیکھرام کی شہادت اس قسم کی پہلی ہی شہادت تھی جس کو مرزا صاحب نے رائج کیا۔ اور بمصداق البادی اظلم کے ساری خونریزی کے جو بھی آج تک ہوئی اور ہو رہی ہے۔ مرزا صاحب ہی ذمہ وار ہیں۔

اس عبارت لکھنے کا مطلب یہ تھا کہ احمدی صاحبان کیلئے ایڈیٹر الفضل کا خیال پیش کیا جائے کہ ایسے قتلوں سے نہ تو شرارت ہی دور ہو سکتی ہے اور نہ ایسے لوگوں کا خاتمہ ہی ہو سکتا ہے۔

لہذا مرزا صاحب نے جو سمجھا تھا اور جو کچھ پنڈت لیکھرام جی کے متعلق انہوں نے کہا وہ سراسر نامناسب تھا۔ اور پنڈت جی کا بیان حضرت محمدؐ صاحب کی توہین کرنے کے متعلق ہم ابھی لکھ چکے ہیں۔ اس لئے یہ خونِ ناحق نہ قادیانی ہندوؤں کی گردن پر ہے۔ نہ سر سید صاحب کے نمونہ کے لئے اور نہ حضرت صاحب کی بے

ادمیوں کے لئے۔ بلکہ اس کا بوجھ تو اس وقت کے تمام لوگوں نے آپ کی ہی گردن پر ڈالا ہے۔ جیسا کہ آپ نے خود بھی اپنا ایک خواب بیان کیا ہے۔ کہ خدا نے ایک خون کا نشان دکھایا وہ خون کپڑوں پر پڑا۔ جواب تک موجود ہے۔ یہ خون کیا تھا۔ وہی لیکھرام کا خون تھا۔ تبلیغ رسالت ۵۵/۹ ہم بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ کہ بلاشک اس خون کے داغ ہمیشہ آپ پر ہی پڑے رہیں گے۔

ناظرین! اس حصہ میں ہم نے مرزا صاحب کے مختلف بیانات جو کہ اونہوں نے پنڈت جی کی شہادت کا سبب بتائے ہیں لکھ دیئے ہیں۔ اور ان پر اپنا اظہار خیالات بھی کر دیا ہے۔ اب سچائی کو تلاش کرنا آپ کا کام ہے۔

(۶) ایک نذیر آیا اُس کے مختلف مفہومات

ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ اول مرزا صاحب کے الہامات عموماً موم کے ناک کی مانند ہوا کرتے ہیں۔ جدھر کو جی چاہا مروڑ لو[۵۱] اور جناب مرزا صاحب کو اس میں خاص مہارت تھی۔ جیسا کہ پہلے نشانات تفریحان کے متعلق ہم لکھ چکے ہیں۔ اسی طرح براہین احمدیہ میں ایک عبارت آئی ہے " کہ میں اپنی چمکار دکھاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تم کو اُٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر

۵۱- پریشن۔ شہید نشان عشرت راء البشریٰ جلد دوم۔ افسوس صد افسوس ۹۱/۲۔ بلا نازل یا حادث ۹۲/۲۔ ایک چرلٹکا لینے والی خبر ۹۲/۲۔ فاکس اپیر منٹ ۹۲/۲۔ جوتا جوتی لگ رہی ہے صفحہ ۹۴۔ اس پر آفت پر آفت پڑی البشریٰ ۹۸/۲۔ آتش فشاں صفحہ ۱۰۱ دو شہتیر ٹوٹ گئے صفحہ ۱۰۱ رہا گوسفند ان عالیجناب صفحہ ۱۰۱ ورڈ اینڈ گولڈ گرپ ۱۰۶/۲۔ ایک دانہ کس کس نے کھانا صفحہ ۱۰۷۔ آسمان ایک مٹھی بھر رہ گیا ۱۴۹/۲۔ برہمن اوتار سے مقابلہ اچھا نہیں ۱۴۶/۲ سب سے پہلے دو حوالے البشریٰ جلد اول کے ہیں۔ باقی سب البشریٰ جلد دوم کے۔ ایسے الہام اور بھی کثرت سے ہیں جن کا سر نہ پیر جدھر چاہو لگا لو:۔

آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔ براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۵۔ اس کو کبھی زلزلہ پر لگاتے ہیں اور کبھی پنڈت لیکھرام جی کے واقعہ پر۔ دیکھئے تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۹۱۔

دوسری پیشگوئی براہین احمدیہ میں زلزلے کے بارے میں یہ ہے۔ آگے وہ عبارت ہے میں اپنی چمکار دکھاؤں گا وغیرہ تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۸۳ اشتہارات والہامات صفحہ ۱۶۔ اب جس وقت پنڈت جی شہید ہوئے تھے۔ اسی عبارت کو وہاں لگایا گیا۔ دیکھئے سراج منیر صفحہ ۲۴ و استفتاء صفحہ ۲۳۔

نہ کوئی قرینہ نہ سیاق و سباق نہ تعلق جس کو جہاں دل چاہا وہاں لگالیا اور جو موقعہ نکلا وہاں جڑ دیا۔ ع

ہم بھی قائل ہیں تیری نیرنگی کے یاد رہے ؛ او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

(۷) پیسہ اخبار کا اتہام اور اس پر مرزا صاحب کا ہی جواب

اس سے پیشتر مرزا صاحب کے ان تمام اعتراضات کا جواب ہم نے لکھا۔ مگر اس سوال کو رقم کرتے ہوئے ہمیں خاص افسوس ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے کمینہ دشمنوں کی طرح ایک اڑتی ہوئی غلط خبر کو لکھ کر انسانیت کا خون کیا جو کسی طرح بھی واجب نہ تھا۔ جب ہم نے اس اتہام کو پڑھا تو بے اختیار آہ بھر کر ہمارے قلم سے یہ شعر نکلا ؂

آب خنجر نے کیا دیر سے بسمل ٹھنڈا
قاتلا تیں یہ کبھی تیرا نہ ہوا دل ٹھنڈا

سو اس پر زیادہ لکھنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ پنڈت جی کی نیک سادہ اور پاک زندگی چاند کی طرح چمک رہی ہے اور ہر ایک تھوکنے والے کا تھوک واپس اس کے منہ پر ہی پڑتا ہے اور کسی انسان کو ان کے

متعلق بیہودہ خیال دل میں لانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ مگر "حسود را چہ کنم کو زخود برنج در است"۔ پنڈت جی کی شہادت پر ان کی عزت افزائی اور ارتھی کا لحاظ ہی ان کی پاکدامنی اور نیک سیرت کی تصویر تھی۔ اور قوم کا اسقدر اجتماع اور عقیدت بھی اس بات کی دلیل تھی۔ کہ وہ ایک نہایت اعلیٰ کیرکٹر اور نیک خیال کے انسان تھے۔ اور ان کا جیون ہر ایک قسم کی آلائشوں سے پاک تھا۔ ان الفاظ کیساتھ ہمارے دل سے ایک درد بھری آواز نکل رہی ہے۔ کہ خدایا دنیا میں ایسے حاسد انسان بھی تیری بادشاہت میں موجود ہیں۔ جو اپنے دلی جذبات کو پورا کرنے کے لئے تیرے بندوں پر کمینہ سے کمینہ الزامات لگانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کہ جن کا ان ہستیوں کے لئے سوچنا بھی گناہ عظیم ہوتا ہے۔ افسوس نہ ان کو آپ کا ڈر ہے نہ انسانوں کا لحاظ ہے نہ اپنے ضمیر کا خیال ہے۔ صرف ان کے دل میں ایک غصہ اور حسد کا جذبہ ہے جس کے غلام ہو کر وہ ایسے افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اس قدر لکھنے کے بعد پیسہ اخبار کے اتہام کے متعلق میں خود کچھ نہ لکھتا ہوا جو کچھ جو کچھ مرزا صاحب کی رائے اس کے متعلق ہے وہی نقل کر دیتا ہوں۔ اور میں وہی اس کا جواب سمجھتا ہوں۔

(۱) کہاں تک لوگوں کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے۔ ان میں جھوٹ بولنے کا سرغنہ پیسہ اخبار کا ایڈیٹر ہے۔

(۲) جو بارہا دروغگوئی کی رسوائی اٹھا چکا ہے۔ اور باز نہیں آتا۔ اگر اس کی فطرت کو ایمانداری انصاف اور شرم میں سے کچھ حصہ ہوتا۔ تو امر فضول بحث کا نام ہی نہ لیتا"۔

(۳) یہ اول درجہ کا جھوٹ ہے۔ جس کے ارتکاب سے پیسہ اخبار نے بے ایمانی کا بڑا حصہ لیا ہے"۔

(۴) خلاف گوئی کی نجاست کھا کر شریف اور معزز لوگوں کو دکھ دیا۔ کیا یہ لعنت کی زندگی نہیں۔ کہ ناحق کینہ وری کی راہ سے جھوٹ بولا جاوے۔

(۵) یہ کس قدر خباثت اور بے ایمانی ہے کہ ایسے صریح جھوٹ جن کی کبھی بھی اصلیت نہیں ایسے اخبار میں درج کئے جاویں جس کے کئی ہزار پرچے ہفتہ وار شائع ہوتے ہیں۔

(۶) اس نے ایسا گندہ اور دلآزار جھوٹ ملک میں پھیلایا۔

(۷) گورنمنٹ پبلک پر احسان کرے گی۔ اگر ایسے گندے اور ناپاک اور دلآزار جھوٹوں کے شائع کرنے کی وجہ سے پیسہ اخبار سے باز پرس کرے۔

(۸) اب ہم نصیحتاً کہتے ہیں۔ کہ آئندہ پیسہ اخبار ایسے افتراؤں اور قابل شرم جھوٹوں سے باز آجائے۔ نزول مسیح صفحہ ۹ تا ۱۵۔

اب اس پر مزید لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعاں کا

ہاں لیکن ایک بات ہم مرزا صاحب کے مریدوں سے بھی پوچھ لیتے ہیں اگر وہ زندہ ہوتے تو ان سے ہی عرض کرتے۔ وہ یہ کہ آپ کی نسبت آپ کے پیارے مرید ڈاکٹر عبدالحکیم نے جو الزامات لگائے ہیں۔ اور جو الفاظ لکھے ہیں جن کا آپ نے بھی حقیقت الوحی ص ۳۹۲ کے آگے (خدا سچے کا حامی ہوا) اندراج کیا ہے۔ کہ عبدالحکیم نے مجھے ایسا ایسا لکھا ہے۔ کیا وہی الفاظ[ف] لکھ کر میں پوچھ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب ویسے تھے اگر نہیں تو "ہرچہ بر خود مپسندی بر دیگراں مپسند" کے مطابق آپ کو بھی عمل کرنا چاہیے تھا۔

ف ۔ وہ الفاظ اس قدر گندے ہیں کہ میں ان کو لکھنا ہی مناسب نہیں سمجھتا۔

کہ وہ بات پیش کی جاوے جس کو مقابل مانتا ہو۔ جیسے عبدالحکیم کے الزامات آپ کے لئے حجت نہیں ہوسکتے۔ ویسے ہی پیسہ اخبار کا افترا ہمارے لئے حجت نہیں ہوسکتا مگر باوجود اس بات کے کہ آپ بھی لکھتے ہیں۔

"اگر مقتول ایک ذلیل اور حقیر آدمی ہوتا تو پیشگوئی کو بہت توجہ سے ذکر نہیں کیا جاتا" نزول مسیح صفحہ ۱۸۳۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر یہی کہنا پڑتا ہے کہ آپ تعصب کی وجہ سے نیک و بد میں تمیز نہیں کر سکتے۔ اور ایسی بیہودہ اور بے بنیاد خبر کو اپنی کتب میں جگہ دینے کے لئے طیار ہو گئے۔ جو سراسر غلط اور افترا ہے

ناظرین! مرزا صاحب نے جو بھی اس پیشگوئی کی اصل و تشریح تاویلات کے ضمن میں لکھا اور اس کے علاوہ جو انہوں نے اس کے لئے سنداً پیش کیا۔ ان پر ہم نے مفصل بحث کی۔ اور جو کچھ ان کے اندر نکات اور پوشیدہ راز تھے ان کو کھول کر بیان کر دیا۔ اور اس کے اغراض کے متعلق بھی واضح کر دیا۔ اب ایک بات لکھ کر کہ اس کی غایت کیا تھی۔ اس پہلے حصہ کو ختم کریں گے۔ اور وہ ایسی بات ہے کہ جس کے پڑھنے سے کسی کو بھی شبہ نہیں رہ سکتا۔ کہ اس پیشگوئی کا فیصلہ کس کے حق میں ہوا۔

(۸) پیشگوئی کی غایت کیا تھی اور اس کا فیصلہ کس کے حق میں ہوا؟

یہ امر ضروری ہے کہ ہر ایک چیز کی کوئی نہ کوئی علت غائی ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ کوئی آدمی کسی فعل کو کرے یا کسی امر کا تہیہ کرے اور اس کے لئے کوئی علت غائی نہ ہو۔ لہٰذا یہ زبردست پیشگوئی کہ جس کو مرزا صاحب نے اس قدر اہمیت دی یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کی کوئی علت غائی نہ ہو۔ سو خوشی کا مقام ہے کہ جناب مرزا صاحب نے اس کی غایت کو بھی خود ہی بیان کر دیا ہے۔ اس لئے اب کوئی بات فیصلے کے سمجھنے میں مشکل نظر نہیں آتی۔ اگر اس غایت کا فیصلہ مرزا صاحب کے حق میں ہو تو ہمیں تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیئے۔ اور اگر پنڈت جی کے حق میں ہو تو

ہمیں تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیئے۔ اور اگر پنڈت جی کے حق میں ہو۔ تو مرزا صاحب کی فتح کے شادیانے محض مریدوں اور گھر کے آدمیوں کو بہکانے اور بے خبر سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کرنے کے سوائے اور کوئی وقعت نہیں رکھیں گے۔

اس لئے پنڈت جی اور مرزا صاحب نے متفقہ طور سے جو اس کی علت غائی قرار دی ہے۔ وہ اول لکھ کر پھر اس کا نتیجہ اور فیصلہ آپ کے سامنے رکھوں گا:-

مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں

اس جگہ ایک ضروری بات جو یاد رکھنے کے لائق ہے اور جو ہماری اس کتاب کی سلاح اور علت غائی ہے وہ یہ ہے کہ یہ پیشگوئی ایک بڑے مقصد کو ظاہر کرنے کے لئے کی گئی تھی یعنی اسبات کا ثبوت دینے کے لئے کہ آریہ مذہب بالکل باطل ہے۔ اور وید خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں۔ اور ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ خدا تعالےٰ کے پاک رسول اور برگزیدہ نبی اور اسلام خدا تعالےٰ کی طرف سے سچا مذہب ہے سراج منیر صفحہ ۱

پنڈت جی تحریر فرماتے ہیں

اے پرمیشور ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر اور جو تیرا ستیہ دھرم ہے (یعنی وید دھرم) اس کو نہ تلوار سے بلکہ پیار اور معقولیت کے اظہار سے جاری کر اور مخالف کے دل کو اپنے ستیہ گیان سے (یعنی وید) سے پرکاشت کر تاکہ جہالت اور تعصب جور و ستم کا ناش ہو۔ کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۸۵ - دوسری جگہ پنڈت جی لکھتے ہیں۔ خدا آپ کو صداقت حقیقی کے چشمہ سے (جو وید مقدس ہے) سیراب کرے) کلیات آریہ مسافر صفحہ [illegible]

۵۱- کیونکہ جو بے خبر لوگ مرزا صاحب کی کتب پڑھیں گے وہ ضرور اس نتیجہ پر پہونچیں گے۔ کہ اسقدر فتح کے شادیانے مرزا صاحب کی فتح کی دلیل ہیں"

اب اس مقدمہ کی علت غائی جو مسلمہ فریقین ہے اوپر لکھہ دی گئی ہے
ا صاحب کی طرف سے غایت یہ تھی۔ کہ وید خدا کا کلام نہ رہے۔ اور پنڈت
ی کی غایت یہ تھی کہ وید خدا کا کلام ہے اور اسے پیار معقولیت بعد دلائل کے
مار سے جاری کرے۔ اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ایک فریق کی دعا کے اثر نے فریق ثانی
غایت کو پیار معقولیت اور دلائل سے تسلیم کر لیا ہے تو میرے خیال میں اس
بث کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اگر ایسا نہ ہو یعنی فریقین میں سے کوئی بھی تسلیم نہ کرے
فیصلہ دوسرے طریق سے ہوتا ہے یعنی ثبوت پیش کیے جاتے ہیں۔ مگر یہاں تو اس
فریدنتاہی نظر نہیں آتی کیونکہ ایک مقدمہ میں اگر ایک فریق دوسرے فریق کے دعوے کی
ید کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے تو پھر اس پر مزید بحث کی کوئی ضرورت نہیں
ی۔ اس لیے مرزا صاحب نے جو اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ
ے لکھہ کر انصاف آپ پر ہی چھوڑتا ہوں۔

ید کے متعلق مرزا صاحب کے پہلے خیالات

وید گمراہی سے بھرا ہوا ہے۔ البشریٰ صـ ۵۰
آریوں کی عقل کو تعصب نے لیا۔
بغض لعد کینہ کے غبار سے ان کی آنکھیں
ی ہیں۔ اب اس روشنی کے زمانہ میں وید
خدا کا کلام بنانا چاہتے ہیں تبلیغ رسالت
لعل صـ ۹۶

وید صرف اس زمانہ کے موٹے اور پست
الات ہیں۔ کہ جب آریوں میں ہنوز مخلوق
ر خالق میں تمیز کرنے کا مادہ پیدا نہیں

وید کے متعلق مرزا صاحب کے بعد کے خیالات

تاہم خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد
ہے کہ وید انسان کا افترا نہیں ہے۔ انسانی
کے افترا میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ کروڑہا
لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے اور پھر ایک
دائمی سلسلہ قائم کرے۔ پیغام صلح صـ ۱۱
پس ہمارے سامنے وید کی سچائی کی یہ
بھی ایک دلیل کافی ہے کہ آریہ ورت کے
کئی کروڑ آدمی ہزارہا برسوں سے اس کو
خدا کا کلام جانتے ہیں۔ اور ممکن نہیں۔ کہ

ہوا تھا۔ شحنہ حق صـ۱۱ ۔

وید کے رشی الہام الٰہی سے بالکل خالی اور قبولیت الٰہی سے بالکل بے بہرہ تھے شحنہ حق صـ۳۶

وید تو خود دشمنِ صفاتِ الٰہی ہیں۔ شحنہ حق صـ۳۵

وید کسی لوہار یا معمار کے پرانے خیالات ہیں۔ شحنہ حق صـ۲۵

آریہ سماج والوں کو وید پر یہ امید ہو کہ وہ قرآن شریف کا مقابلہ کر سکیگا تو انہیں ابھی اختیار ہے کہ وید کا رقعہ دکھادیں۔ مگر صرف دعوے ہی دعوے کرنا اور بدباشانہ باتیں منہ پر لانا نیک بخت آدمیوں کا کام نہیں۔ براہین احمدیہ صـ۲۹۸ - حاشیہ در حاشیہ

ناستک مت کے وید ہیں۔ حاتی بس یہی مدعا ہے ویدوں کا۔ درشین صـ ویدوں کے خلاف اور بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ نمونہ کے طور پر اسی قدر کافی ہے ؛

عزت کسی ایسے کلام کو دی جائے جو کسی مفتری کا کلام ہو اور پھر جبکہ ہم باوجود ان تمام مشکلات کے خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں۔ اور جو کچھ اس کی تعلیم کی غلطیاں ہیں وہ وید کے بھاشکاروں کی غلطی سمجھتے ہیں۔ پیغام صلح صـ۱۲

تو میں سب سے پہلا اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے کے لئے تیار ہوں۔ کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے۔ اور وید اور اس کے رشیوں کی تعظیم اور محبت سے نام لیں گے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپے سے کم نہ ہوگی۔ ... صاحبان کی خدمت میں ادا کریں گے۔ پیغام صلح صـ۳۳ - ماسوائے اس کے صلح پسند ... کے لئے یہ ایک خوشی کا مقام ہے کہ جس قدر ... اسلام میں تعلیم پائی جاتی ہے وہ تعلیم وید کم ... تعلیم کی کسی نہ کسی شاخ میں موجود ہے ... پیغام صلح صـ۵

میں وید کو اس بات سے منزہ سمجھتا ہوں کہ ... اس نے کبھی اپنے کسی صحیفہ میں ایسی تعلیم شائع کی ہو گی جو صرف خلاف عقل ہو بلکہ پرمیشور ...

ی ذات پر بخل اور پکشپات کا داغ لگاتی ہو۔ بلکہ خفیف یہ ہے کہ جب کسی
ودی (کتاب) پر ایک زمانہ دراز گذر جاتا ہے تو اس کے پیرو کچھ تو بباعث نادانی
وضہ بباعث اغراض نفسانی کے سہواً یا عمداً اس کتاب پر اپنی طرف سے حاشیے
لیم دیتے ہیں۔ اور چونکہ حاشیہ چڑھانے والے متفرق خیالات کے لوگ ہوتے ہیں
لئے ایک مذہب سے صدہا مذہب پیدا ہو جاتے ہیں۔ پیغام صلح حٹ

ب ناظرین کرام ان ہر دو قسم کے خیالات سے اندازہ لگالیں کہ مرزا صاحب کے
ے متعلق پہلے کیا خیالات تھے اور بعد میں کیا خیالات ہو گئے۔ اور ساتھ ہی
لوگ جی کے الفاظ بھی یاد کرتے جائیں۔ کہ پیار سے معقولیت اور دلائل سے
ب باتیں مرزا صاحب کے بیان میں کس وضاحت سے پائی جاتی ہیں۔ وید کو
ے منزہ۔ پکشپات سے علیحدہ بلکہ یہاں تک کہ جس قدر اسلام میں تعلیم پائی
اہے۔ وہ وید کی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔

ب ناظرین خود ہی اندازہ لگالیں۔ کہ اس سے بڑھ کر پنڈت جی کی سچائی کے
ار کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ جو علت غائی مسلمہ فریقین تھی۔ اس کا فیصلہ مرزا
ہی کی قلم سے پنڈت جی کے حق میں ہو گیا۔ ہاں اگر اس پر بھی فتح کا شوق
سہتے تو ہمیں ایسی شکست ماننے سے کوئی انکار نہیں۔ کہ ہمارے عقائد کو
م کرتے جائیں۔ اور اپنی فتح کے شادیانے بجاتے جائیں۔ کیونکہ یہ نئی بات
ے ہی ایجاد کی ہے۔ اب تک تو ہم نے نہ سنا اور پڑھا اور نہ کبھی دیکھا۔ کہ کسی
علت غائی کا فیصلہ تو فریق اول کے حق میں ہوا ہو۔ اور فریق ثانی فتح کا
ں اپنے لئے سمجھتا ہو۔ اس جدت طرازی کا فخر جناب مرزا صاحب ہی کو حاصل ہے
پا اور زیادہ لکھنے کی حاجت ہمیں معلوم نہیں ہوتی۔ آپ مرزا جی کے الفاظ اور
ولدمہ کی علت غائی دیکھ کر خود فیصلہ کر لیں۔ کہ فتح کس طرف ہے اور سچائی

کس طرف ہے۔

یہاں تک ہم نے مفصل طور سے ان باتوں کا جواب لکھ دیا ہے۔ جو مرزا صاحب نے لکھی تھیں۔ اور میرا خیال ہے کہ ہر ایک طالب حق اس کو پڑھ کر مرزا صاحب کے اس دعوے کی اصلی حقیقت اور ماہیت کو اچھی طرح جان لیگا۔ کہ یہ نہ کوئی الہام تھا اور نہ کوئی نشان تھا۔"

اب پنڈت جی کی شہادت کے بعد مرزا صاحب کی بھول بھلیاں ملاحظہ ہوں

پنڈت جی کی شہادت سے بعد کے حالات

جب پنڈت جی کسی نابکار بے رحم حیوان کے ہاتھ سے شہید ہو چکے۔ اس کے بعد تمام اخبارات جن میں سے چند کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ جب تمام ہندو مسلمان عیسائی صاحبان نے اس قتل کا ذمہ وار مرزا صاحب کو ٹھہرایا۔ تو حسب معمول مرزا صاحب نے عوام کی توجہ اس طرف سے ہٹا کر دوسری طرف لگانے اور بھول بھلیاں میں ڈالنے کے لئے ایک چال چلی جو تبلیغ رسالت صفحہ ۴۲ جلد ۶ پر اسی طرح ہے۔

اور اگر اب بھی کسی شک کرنیوالے کا شک دور نہیں ہو سکتا۔ اور مجھے اس قتل کی سازش میں شریک سمجھتا ہے۔ جیسا کہ ہندو اخباروں نے ظاہر کیا ہے تو میں ایک نیک صلاح دیتا ہوں۔ کہ جس سے یہ سارا قصہ فیصلہ ہو جائے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ایک ایسا شخص میرے سامنے قسم کھاوے جس کے الفاظ یہ ہوں۔ کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص سازش قتل میں شریک یا اس کے حکم سے واقعہ قتل ہوا ہے۔ پس اگر یہ صحیح نہیں ہے، تو اے قادر خدا۔ ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل کر۔ جو ہیبتناک عذاب ہو۔ مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو۔ اور نہ انسان کے منصوبوں کا اس میں دخل متصور ہو سکے۔ پس اگر یہ شخص ایک برس تک میری بددعا سے

بچ گیا تو میں مجرم ہوں۔ اور اس سزا کے لائق کہ ایک قاتل کے لئے ہونی چاہیے
ب اگر بہادر کلیجہ والا آریہ ہے۔ تو اس طور سے تمام دنیا کو شبہات سے چھڑا دے
تو اس طریق کو اختیار کرے۔ یہ طریق نہایت سادہ اور راستی کا فیصلہ ہے
نے طریق تصفیہ آگے رکھ دیا ہے اگر میں اس کے بعد بدگردان ہو جاوں
تو مجھ پر خدا کی لعنت اگر کوئی اعتراض کرنے والا بہتانوں سے باز نہ
آوے۔ تو اس پر لعنت۔

اس اعلان کے جواب میں چار اشخاص نے مرزا صاحب کو لکھا۔ کہ ہم تیار ہیں۔ ایک شخص تو گنگا بشن صاحب ہیں۔ انہوں نے مرزا صاحب کو اس کے جواب میں ایک خط بھی لکھا تھا۔ گو مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ وہ مجھے ملا نہیں۔ پھر اس نے پنجاب سماچار ۳ اپریل ۱۸۹۷ء میں اس اعلان کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا جس کا ماحصل یہ تھا:-

کہ میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں۔ مگر تین شرطیں ہیں (۱) پیشگوئی کرنے والے کو بحالت نہ پورا ہونے اس پیشگوئی کے پھانسی دیا جائے۔ (۲) دس ہزار روپیہ گورنمنٹ یا کسی بنک میں جمع کر دیا جائے۔ اگر بد دعا سے (گنگا بشن) نہ مرے تو وہ روپیہ اسے مل جائے۔ (۳) جب قادیان میں قسم کھانے آئے تو اس کی حفاظت جان کا ذمہ لیا جاوے۔

مرزا صاحب نے لکھا کہ مجھے یہ تینوں شرطیں بسر و چشم منظور ہیں۔

گنگا بشن کے علاوہ تین اشخاص جو مرزا صاحب کے اعلان پر قسم کھانے کے لئے تیار ہوئے۔ ان کو مرزا صاحب نے اپنے آخری اعلان کی بنا پر ہی

---

(۱) مرزا صاحب کا ایک ہی بات پر ہاتھ شہرا معلوم ہوتا ہے۔ اور کوئی شرط بھی آپ کو دنیا میں نظر نہیں آتی ہے۔ دیکھو تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ

کرتے ہوئے ٹالدیا۔ کیونکہ اعلان کے الفاظ یہ تھے۔

اب اگر بہادر کلیجہ والا آریہ ہے تو وہ اس کے لئے کھڑا ہو۔ اب ان میں سے جو آریہ تھے ان کو نہ جانے کس مصلحت سے مرزا صاحب نے ٹالدیا۔ اور ایک غیر آریہ سماجی کو ترجیح دی۔ اور اس کے غیر آریہ سماجی ہونے کا اقرار مرزا صاحب کو بھی ہے۔ چنانچہ آپ تبلیغ رسالت جلد ۶ صث پر تحریر فرماتے ہیں۔

کہ ایسا شخص جو خود کہتا ہے کہ مجھ کو کسی مذہب سے دلی تعلق نہیں یہاں تک کہ بعض وقت خدا کو بھی جواب دیدیا کرتا ہوں

اب دوسرے آدمیوں میں سے ایک صاحب لالہ رنجیت رائے اسسٹنٹ سیکرٹری آریہ سماج سری گوبندپور تھے۔ اور ایک حکیم سنت رام جی تھے اور تیسرے لالہ دولت رام جی۔

اب اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ مرزا صاحب نے یہ اعلان کیا تھا کہ آریہ ہونا چاہیئے۔ تو پھر دیدہ دانستہ کیوں اس سے انحراف کیا۔

نیز مرزا صاحب کا یہ عذر بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ کہ پہلے گنگا بشن نے اس بات کے لئے دعوےٰ کیا۔ کیونکہ گنگا بشن کا اعلان تو ۱۲ اپریل ۱۸۹۷ء کو بٹالہ گو والہ سے بذریعہ رجسٹری مرزا صاحب کو بھیجدیا۔ رسالہ ادغام احمدیہ مصنفہ حکیم سنت رام ۱۸۹۸ء مطبع کشن چند کمپنی لاہور ضمیمہ صا۔

اب ان تینوں کے لئے مرزا صاحب تبلیغ رسالت جلد ۶ ص۹۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔ اور اسی جگہ یاد رہے کہ تین اور صاحب گنگا بشن کیطرح

سلہ۔ اس شخص سے مرزا صاحب اقرار لینا چاہتے ہیں۔ کہ اس کا مرنا اسلام کی سچائی اور باقی تمام مذاہب سناتن دھرم۔ عیسائی۔ آریہ سماج کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہوگی۔ تبلیغ رسالت صفحہ ۹۴/۶

[illegible]

ہم کھانے کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ ایک صاحب کا نام حکیم سنت رام اور ایک کا
رنجیت سائے اسسٹنٹ سکرٹری آریہ سماج سری گوبند پور اور ایک کا دولت رام
ہے۔ یہ بجائے دس ہزار کے دو ہزار روپے پر رضی ہیا۔۔۔۔ اگرچہ بیشک آپ لوگ
ہی معزز اور آریہ قوم کی طرز زندگی کے اعلےٰ نمونہ ہیں۔ لیکن لالہ گنگا بشن نے
سب سے پہلے اس ارادہ کو بذریعہ چند اخبار شائع کیا ہے اس لئے ان کا حق سب
پر مقدم ہے۔ جب تک وہ بھاگ نہ جاویں۔ ہم دوسرے کی طرف التفات نہیں کر
سکتے۔ اب تینوں کو تو مرزا صاحب نے یہ کہہ کر گلے سے اتار دیا۔ اب رہا گنگا بشن
سو اس کی سنیئے۔

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ مرزا صاحب نے گنگا بشن کی تین شرائط منظور کر کے
اس کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد کچھ شرائط کا مرزا صاحب نے اور کچھ کا
گنگا بشن نے اضافہ کیا۔ جن کا تبلیغ رسالت جلد ششم میں ذکر ہے۔ مگر آخری
بات یہاں آ ٹھہری کہ گنگا بشن اگر پیشگوئی کے مطابق مر جائے تو اس کی
لاش مرزا صاحب کو ملے۔ اور دس ہزار روپیہ گنگا بشن بھی بنک میں جمع کرائے
جو بصورت نہ ملنے لاش کے مرزا صاحب کو اس کے لینے کا حق ہو۔ دیکھیے
تبلیغ رسالت جلد ششم نوٹ صفحہ ۹۱-۹۲ و حاشیہ صفحہ ۲۴۔
شاید یہی مقصد تھا جس کے لئے مرزا صاحب نے گنگا بشن کو بلا رد منتخب کیا تھا
اور یہ دس ہزار روپیہ والی ایسی شرط تھی کہ جس کو گنگا بشن پورا نہیں کر سکتا تھا

نہ۔ رجسٹری چٹھی سے اخبار کا حق کیوں زیادہ ہو گیا۔ اس کو مرزا صاحب ہی
جانتے ہیں۔ لیکن آریہ لوگوں کو چھوڑ کر ایک غیر آریہ کو ترجیح دینا اثبات کے لئے
بدیہی ثبوت ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے مطلب کا آدمی ڈھونڈ لیا۔
کیونکہ حق مقدم تو آریہ کا تھا۔

گنگا بشن نے اس کے متعلق لکھا۔ کہ میں دس ہزار روپیہ جمع نہیں کرا سکتا۔ وآپ کو
جو یہ خطرہ ہے کہ میری لاش آپ کو نہیں ملیگی اس کے لئے میں ایک ایسی بات
لکھ دیتا ہوں جس سے اس خطرہ کا دفعیہ ہو جائیگا۔ چنانچہ آپ نے لکھا۔ کہ
میں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں ایک سال کے اندر مر گیا۔ تو میرے وارثین
کا کوئی حق نہیں ہوگا کہ میری لاش لیں۔ ہاں اگر لیں تو مرزا صاحب کو دس ہزار
روپیہ دیں۔ اور میں دس ہزار روپیہ جمع نہیں کرا سکتا۔ اور میں آریہ سماج کا ممبر
نہیں۔ پھر وہ کیوں کر میری امداد کریں گے۔ تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۹۹۔

گنگا بشن کا بیان کسقدر مرزا صاحب کے مدعا کو پورا کرنے کے لئے کافی تھا مگر
انہوں نے تو کوئی ایسا بہانہ پیش کرنا تھا جس سے کہ معاملہ ٹل جاوے۔ سو
انہوں نے ایسا بہانہ تلاش کر لیا۔ کہ گنگا بشن نہ اپنے پاس سے دس ہزار روپیہ
جمع کرا سکتا ہے اور نہ اسے جس کا تعلق کسی مذہب سے نہیں کوئی دے ہی سکتا ہے
اس لئے اسی بات پر مرزا صاحب پکے ہو گئے۔ اور لکھا کہ ہم شرائط بدلنا نہیں
چاہتے۔ ..... غرض اب شرائط ہرگز کم و بیش نہیں کی جائیں گی تبلیغ رسالت ۶/۱۰۱
اور پھر تبلیغ رسالت صفحہ ۱۵۳ پر لکھا ہے۔ کہ لالہ گنگا بشن یاد رکھیں۔ کہ اب
اس طریق کے بغیر کوئی چارہ ان کے لئے نہیں۔ کہ دس ہزار روپیہ جمع کرانا ہی ہوگا
اگر منظور نہیں تو آئندہ ان کو ہرگز جواب نہیں دیا جائیگا۔ اور ان کے مقابلہ پر یہ ہمارا
آخری اشتہار ہے۔ تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۱۔

یاد رہے۔ کہ آخری اشتہار یکم مئی کا ہے۔ اب ناظرین غور کریں کہ کس طرح بیچارے
غریب کو دس ہزار کی شرط لگا کر ٹال دیا۔ نہ روپیہ کسی سے ملیگا اور نہ شرط طے ہوگی۔ ہاں
لوگوں میں غلط فہمی ڈالنے کا تھوڑا سا آسرا بن گیا۔ کہ ہم نے تو کہا تھا۔ کہ اگر اس
کے پاس نہیں تو کوئی آریہ جمع کرا دے۔ اب سوچنا چاہئے۔ کہ آریہ سماج اس شخص کے

ے کیوں جمع کرادے۔ جس کا آریہ سماج سے کوئی تعلق نہیں۔ اور پھر آریہ سماج
اس اصول کا سرے ہی سے منکر ہے۔ اس لئے آریہ سماج اس کام میں دخل
یں دیسکتا۔ اور نہ کوئی دینے کی ضرورت ہی تھی۔ خیر اس سین کو مرزا صاحب نے
لیے حوالہ اور بہانہ بنا کر ڈراپ کر دیا۔ اور گنگا بشن کو کہہ دیا کہ اب اس کا جواب
یں دیا جائیگا۔

اب دوسرے صاحبان کو تو یہ کہہ کر خاموش کرا دیا گیا تھا۔ کہ گنگا بشن سے جب تک
کا فیصلہ نہ ہو۔ کسی سے بات نہیں کی جائے گی۔ لالہ رنجیت رائے اور دولت رام جی
ے اس کے بعد کیا کیا۔ مجھے کوئی حال اس کے متعلق نہیں ملا۔ ہاں حکیم سنت رام جی
اس کے بعد جو کچھ لکھا۔ اُس کا اختصار یہاں لکھتا ہوں۔

اقم نے مرزا صاحب کے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء کے جواب میں ایک خط ۱۲ مارچ
اور دوسرا ۲۴ مارچ کو کھاگو والہ سے بذریعہ رجسٹری بھیجا۔ مگر کوئی جواب نہ ملا
پھر ۱۲۔ اپریل کو پنڈ دادنخان سے بذریعہ رجسٹری ایک خط اور بھیجا۔ اس کے جواب
یا مرزا صاحب نے ۲۳۔ اپریل کو مقام پٹیالہ ایک اشتہار جو گنگا بشن صاحب کے
لے کے لیے درخواست تھا بھیجدیا۔ اس میں میرے متعلق بھی لکھا۔ کہ میں نے دو ہزار روپے
رضامندی ظاہر کی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ میں نے دو ہزار روپے کے متعلق
کل نہیں لکھا۔ اگر مرزا صاحب میں صداقت ہے تو میری تحریر دکھا دیں۔ اور
ری جیسی لالہ گنگا بشن سے پہلے کی ہے۔ اس واسطے میرا حق ہے کہ اشتہار بیت طلب
ہا ہے اس لئے آخری چیلنج جو حکیم صاحب نے لکھا ہے وہی لکھتا ہوں۔

وہاں آریہ سماج کے ایک آدمی کی طرف سے آریہ سماج کے ذمہ دار اخبار کے اندر ایک شرط
زا صاحب کی بریت کے لئے چھپی تھی اسے ہم آگے لکھیں گے (۲۰) اس کے بعد شاید گنگا بشن
نے لکھا تھا۔ مگر مجھے وہ تحریر نہیں ملی (۲۱) اس تمام معرکہ نے بہت اختصار کیا تھا لکھا ہے کیونکہ کتاب

نتیجہ

اب ہم مرزا صاحب کو چیلنج دیگر ڈنکے کی چوٹ سے برسر میدان بلاتے ہیں کہ کہاں ہیں ان کی الہامی لن ترانی اور حواری جو کہتے تھے فیصلہ آسمانی۔ آویں اور حسب الوعدہ فیصلہ کریں۔ اگر ان کا خدا ایک مہینہ بھر میں کچھ نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ کام اس کی سال بھر کی محنت سے ہی تمام ہونے والا ہے تو مجھے وہی منظور ہے۔ اس پر بھی اگر اپنی حجتیں پیش کر کے وقت کھویا۔ تو پھر روسیاہی آپ کے نصیب ہوگی۔ فقط

یہ اشتہار اول ۲۷ اپریل ۱۸۹۶ء کو حکیم صاحب نے نکالا۔ اور پھر یہی اشتہار اپنی کتاب ازالہ اوہام احمدیہ کے خاتمہ پر شائع کیا جو ۱۸۹۸ء میں مطبع کشن چند کمپنی میں شائع ہوئی۔ مگر اس چیلنج پر مرزا صاحب نے کیا جواب دیا۔ اس کے متعلق ہمیں مرزا صاحب کی کتب اور اشتہارات میں سے کچھ نہیں ملا۔ اور حکیم جی بھی ۱۸۹۰ء میں یہ آخری چیلنج دیکر مجبوراً خاموش بیٹھ گئے۔ اور انہوں نے معلوم کر لیا کہ ان تلوں میں تیل نہیں ہے۔ اور محض یہ توجہ کو دوسری طرف ہی تبدیل کرنا تھا۔ اس کے علاوہ جب مرزا صاحب نے کئی اشتہارات اس کے متعلق نکالے کہ کوئی آریہ دعویٰ کرے وہ ایک سال میں مر جاویگا۔ اور نیز مجھ پر جو قتل کی سازش کا الزام لگایا جاتا ہے۔ وہ بالکل غلط ہے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے بابو رگھو ناتھ سہائے جی نے ایک مضمون ستیہ دھرم پرچارک میں چھپوایا۔ جسے ہم بجنسہٖ نقل کرتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ کس قدر آسان بات فیصلہ کے لئے بابو صاحب نے پیش کی تھی۔ مگر مرزا صاحب کے خدا کو تو ایک ہی کام آتا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے مرزا صاحب نے اس کا جواب تک نہ دیا (دیکھئے اخبار ستیہ دھرم پرچارک یکم اپریل ۱۸۹۷ء صفحہ ۱۳)۔

سازش میں شرکت کی تردید کے متعلق بابو صاحب لکھتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی سازش میں شریک ہونے کی تردید ہو جائے گی۔ اگر وہ وہی نشان(۱) ایک ماہ میں مع سند کے

(۱)۔ وہی نشان جو حضرت لیکھرام جی نے طلب کیا تھا۔

ں وعظ کرنا سیکھ لیں۔ وہ سب سازشوں سے بری اور ان کے سب دعویٰ سچے سمجھے
ائیں گے۔"

ناظرین! ہم نے مرزا صاحب کو اس قتل سے بری ہونے کے لئے کس قدر موقع
دیا ہے۔ کہ جس کو کھلے طور پر پورا کر کے اپنی تحریر و تقریر کی صداقت کو اچھی
ح ثابت کر سکتے ہیں۔ ہمارا ایشور گواہ ہے۔ اور ہم دل سے چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب
ں سازش قتل کے الزام سے بالکل بری نظر آویں۔ اور ان پر کسی قسم کا حرف نہ
نے پائے۔ لیکن جس طرح مرزا صاحب اپنی الہامی پیشگوئیوں کے ذریعے سے لوگوں
نظروں میں فہیم دکھائی پڑتے ہیں۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ اس اتہام کی صفائی
ا صاحب کے سر سے اسی طرح ان خارق عادت نشانوں کے ذریعہ سے ہو جاوے
جس کو ہم نے اوپر درج کر دیا ہے۔ اس سے صفائی کے علاوہ صداقت دیکھنے کا
بھی مل جائے گا۔ اب یہ کس قدر سہل اور آسان طریقہ مرزا صاحب کی صداقت
لئے تھا۔ مگر مرزا صاحب نے اس کی طرف توجہ تک نہ کی۔ اور یہ سوال آریہ سماج کے
ذمہ دار آدمی کی طرف سے معلوم ہوتا ہے۔ کاش کہ مرزا صاحب زبانی جمع خرچ
ور کر عملی صورت میں اپنی صداقت کا کوئی ثبوت دیتے۔

ناظرین! اس حصہ میں ہم نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ ان حالات کا ذکر کیا جو پنڈت
ی شہادت کے بعد ظہور میں آئے۔ اور اس میں بھی آپ اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ
رزا صاحب کی تمام اشتہار بازی محض لوگوں کی توجہ کو دوسری جانب ہی منعطف کرنے
لئے تھی۔ اور اس میں ذرا بھر بھی صداقت نہ تھی۔ دوم شم

۔ ایک سال میں فصیح سنسکرت بولنا بعد تین شاستروں کا ترجمہ کرنا"

ایک ضروری اطلاع

کلیات آریہ مسافر کے صفحہ ۴۱۶ پر ایک اشتہار بعنوان (اشتہار واجب الاظہار) لالہ ملاوامل جی قادیان نوسی کی طرف سے درج ہے۔ اس کو گذشتہ سال جماعت احرار نے اشتہاری صورت میں شائع کیا۔ اس کے تھوڑے روز بعد اخبار الفضل میں انٹرویو مولوی غلام مرتضےٰ خان کی طرف سے شائع ہوا جس میں اس اشتہار کے لئے لالہ ملاوامل جی کی طرف سے اظہار افسوس کیا گیا تھا۔ لالہ ملاوامل جی سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ انہوں نے اپنے انٹرویو میں ہرگز ایسے الفاظ مولوی صاحب مذکور کو نہیں کہے۔ اور نہ کسی قسم کا اظہار افسوس کیا ہے۔ چنانچہ لالہ صاحب موصوف نے ایک تحریر مجھے لکھ کر دی جو حسب ذیل ہے ۔ دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمادیں

۵۱۔ اس اشتہار کا ہماری کتاب کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس لئے اسے تحریر کرنا ضروری سمجھا گیا۔

۵۲۔ اس اشتہار میں مذکور ہے کہ میری ایک الہام سے بھی تسلی نہیں ہوئی ۔

دیو پرکاش

اللّٰہم

نزدیں منو

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۶ فروری ۱۹۳۵ء میں مولوی غلام مرتضیٰ خان صاحب
بانجبات ہیڈ ماسٹر ... ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے یہ
ساتھ اپنی ملاقات کا حال شائع کیا ہے - مجھے افسوس ہے - دیگر اشتہار
کے متعلق انہوں نے صحیح [illegible] شائع نہیں کیا - مورخہ ۲ نومبر ۱۸۹۶ء والا
اشتہار جو ملحقہ آریہ مسافر میں درج ہے - اس وقت کے حالات کے ماتحت
شائع ہوا تھا - وہ درست ہے - اس اشتہار کا مجھے کوئی افسوس نہیں

... آم
قادیان
۲/ ...
... اللہ دو ...